انوارُ الکریم

انیس احمد شیخ

قول صادق

ثنا منشیٔ ارض و سما بلغ العلیٰ بکمالہ

وصف رخ او والضحیٰ کشف الدجیٰ بجمالہ

قرآن باخلاقش گواہ حسنت جمیع خصالہ

صد قافیہ ہا اینجا صلوا علیہ وآلہ

تاج الدین زریں رقم

برائٹ پروسس ۲۲ سٹریٹ ریلوے روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یارب تو کریمی و رسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میان دو کریم

شنیدم کہ در روز امید و بیم
بداں را بہ نیکاں ببخشد کریم

تنزل الرحمۃ عند ذکر الصالحین
صالح لوگوں کے تذکرے کے وقت رحمت باری تعالیٰ نازل ہوتی ہے

کتاب مستطاب

لطفِ عمیم فی انوارُ الکریم

سنہ ۱۴۰۰ ہجری

مشتمل بر "آیاتُ الکریم"، "نفوسِ قدسیہ"، "انوارُ الرحمٰن"، و "انوارُ الحبیب" (نثر و نظم)
یعنی سوانح حیات و کمالات و ارشادات قطبِ ربانی غوثِ صمدانی مقبولِ بارگاہِ ربِّ الرحیم حضرت خواجہ
حافظ محمد عبدُ الکریم قدس سرہٗ سجادہ نشین درگاہِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی

خانوادگان

مرتبہ و مصنفہ

احقر العباد فقیر پُرتقصیر پروفیسر انیس احمد شیخ غلام بے دام آستانہ عالیہ
ایم اے انگریزی (گولڈ میڈلسٹ) اے ایف کیو ایس (گولڈ میڈلسٹ)

زیرِ اہتمام

مکتبۃ الحبیب پبلی کیشنز (۵ سی ہاؤسنگ کیمپس) لاہور

نام کتاب ———— "انوار الکریم"

ناشر ———— مکتبہ "الحبیب" ۵۔سی نیو کیمپس لاہور

مؤلّف ———— پروفیسر انیس احمد شیخ

پتہ ———— ۵۔سی نیو کیمپس لاہور

کاتب ———— خوشی محمّد ناصر قادری بنک کالونی سمن آباد لاہور

بارِ اوّل ———— سیالکوٹ ۱۹۷۳ء

بارِ دوم ———— لاہور ۱۹۷۹ء

تعداد ————

مطبوعہ ———— منظور پرنٹنگ پریس لاہور

ھدیہ ———— تیس ۳۰ روپیے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ ط

اِنتساب

اِنَّ صَلَاتِیۡ وَنُسُکِیۡ وَمَحۡیَایَ وَمَمَاتِیۡ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ______

ترجمہ: میری نماز، میرا سونا، میرا جینا اور مرنا اللہ کے لئے ہے جو جہانوں کا رب ہے۔

نذرِ حبیب

بشرفِ نظر سراج الاولیاء قطبِ عالم خواجہ حاجی حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

سجادہ نشین درگاہِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عید گاہ شریف راولپنڈی

وفورِ شوق سے اہلِ نظر پہ کیا گزرے
متاعِ درد کہ ہے عالمِ سفر کے لئے
وہ جذبِ عشق کہ پنہاں مرے خمیر میں ہے
نہیں، وہ راز نہیں صاحبِ نظر کے لئے
تری نذر ہے یہ سرمایۂ بہار مرا
ورائے شاخ ترا ہاتھ ہے ثمر کے لئے

______ عاجز انیس احمد شیخ

مشعلِ راہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝ اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ۝
اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ
عَلَیْھِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ۝

ترجمہ منظوم

شروع کرتا ہوں نام لے کر خدا کا ۔۔۔ جو ہے مہرباں درگذر کرنے والا
ہے تعریف سب اُس خدا ہی کے لائق ۔۔۔ جو ہے پالنے والا دونوں جہاں کا
رحیم اور رحمان ہے ذات جس کی ۔۔۔ خداوند ہے جو کہ روزِ جزا کا
عبادت کیا کرتے ہیں صرف تیری ۔۔۔ تجھی سے مدد مانگتے ہیں خدایا
دکھا سیدھا رستہ ہمیں بھی اُنہی کا ۔۔۔ جنھیں تُو نے انعام سے ہے نوازا
نہ ہرگز چلا اُن کے نقشِ قدم پر ۔۔۔ کہ نازل ہوا ہے غضب جن پہ تیرا

وُہ جو اپنی گمراہیوں کے سبب سے
رہِ راست سے کر چکے ہیں کنارا

حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں

شاہؐ کے دربار میں حاضر ہے اِک عبدِ ذلیل
اپنی بدکرداریوں کا لے کے دفتر ہاتھ میں

رحمۃ للعالمینؐ ہیں آپؐ، صدّقنا کہ ہے
ہمّت و رحمت کا بے پایاں سمندر ہاتھ میں

ملتی ہے آقاؐ کے دَر پر ھر سوالی کو مُراد
لب پہ حرفِ آرزو ہے، جانِ مُضطر ہاتھ میں

یہ زیارت ہے حقیقت میں شفاعت کی سبیل
پر مقدّر ہی سے آتا ہے یہ گوھر ہاتھ میں

جن کے نُورِ لم یزلؐ سے مہر و ماہ تابندہ ہیں
عاصیوں کا ہاتھ ہے اُن کے منوّر ہاتھ میں

روضۂ خیر الورٰیؐ کا ہوتا مَیں جارُوب کش!
آہ، گر ہوتا انیسؔ اپنا مقدّر ہاتھ میں

مدینۂ منوّرہ، بروز چہارشنبہ ۳۔ اکتوبر سنہ ۱۹۷۹ء

حرفِ آغاز

حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدنا و مولٰنا محمدؐ
والانبیاء المرسلین وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ واولیائہٖ واتباعہٖ اجمعین ط

جدوں عشق دے کم نوں ہتھ لائیے پہلے رب دے نام تھا پیئے جی
فیر نبی رسول پیغمبراں تے دم دم درود پہنچائیے جی

مخلصی و محبی فی اللہ! یہ کتاب فیضِ انتساب انیسِ شیخ و شاب دراصل اس لطفِ عمیم کا مظہر ہے جو حضرت محبوبِ سبحانی قطبِ ربانی غوثِ صمدانی، قدوۃ السالکین، زبدۃ الواصلین، حاجی حرمین شریفین خواجہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب قدس سرہٗ کو اپنے بےدام غلاموں سے تھی اور جن میں اس عاجز و حقیر بندہ پُر تقصیر و روسیاہ کو بھی شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ والدِ مرحوم شیخ نصیر الدین صاحب اکثر و بیشتر یہ بیت گنگناتے رہتے تھے جن کی حقیقت اب عاجز پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے ؎

الف اللہ چنبے دی بوٹی میرے من وچ مرشد لائی ہو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ہر جائی ہو
اندر بوٹی مشک مچایا جاں پھُلّن پر آئی ہو
جیوے مرشد کامل باہو جیں ایہہ بوٹی لائی ہو

وہ عشق کی چنگاری جو مرشدِ کامل نے اس عاصی دلگیر کے دل میں لگائی تھی کبھی کبھی شعلہ بن کر لپکتی ہے اور نظموں اور مضامین کی شکل میں بھی اس کا ظہور ہوتا ہے۔ "انوار الکریم" کی پہلی نمائش ۱۹۷۳ء میں ہوئی۔ اگرچہ حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کی سیرتِ طیبہ پر کتاب لکھنے کا ارادہ عاجز کے دل میں ۱۹۶۳ء میں جنم لے چکا تھا لیکن پہلا ایڈیشن محض ایک ہنگامی کارروائی تھی جس کی

تحریک برادرم بابو محمد اسماعیل صاحب عفی عنہ کے "انمول موتی" دیکھ کر ہوئی یقین مانیئے عاصی کے دل میں اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت یہ بات ڈال دی تھی کہ تم سے اِس ضمن میں ضروری کام لینا ہے حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کے عطاکردہ جذبۂ عشق نے شعوری طور پہ عاجز کی ہر قدم پر رہنمائی کی ہے۔ چنانچہ ۱۹۶۱ء میں "قطراتِ اشک" میں عاصی نے لکھا تھا ؎

جس کے حسنِ دلربا میں عشق کی تاثیر ہو کارگر دل پر نہ کیوں اس کی نظر کا تیر ہو
عشق کی بجلی بنی ہے خرمنِ جاں کے لیئے عشق ہی اِنعام ہے مردِ مسلماں کے لیئے

اور ۱۹۶۲ء میں "ذکرِ حبیب" میں یہ اشعار اسی جذبہ کی ترجمانی کرتے ہیں ؎

وُہ نگاہِ لطف گویا عشق کی تمہید ہے عشق کے سائے میں جینا زندگی کی عید ہے
عشق میں ایمان و قرآن و شریعت ایک ہیں ہم کہیں اس کو طریقت یا حقیقت ایک ہیں

پس مرشدِ کامل کی ہدایت اور رہنمائی کی بدولت عاصی و عاجز اِس خدمت سے عہدہ برآ ہوتا رہا۔ اور علامہ اقبال علیہ الرحمۃ کے اِن اشعار کی صحیح تفسیر آنکھوں میں پھر گئی ؎

عشق دمِ جبرائیل، عشق دلِ مصطفےٰ عشق خدا کا رسول، عشق خدا کا کلام
عشق کے مضراب سے نغمۂ تارِ حیات عشق سے نورِ حیات، عشق سے نارِ حیات

دوستو! آج ایک نامعلوم جذبے کے تحت عاجز نے یہ حقیقتِ حال آپ کے گوش گذار کردی نعوذ باللہ اس سے کوئی غیر مطلب نہ لیا جائے۔ بلکہ یہ کہ شاید کوئی نووارد جو اس درگاہِ عالیہ سے فیض یاب ہونے کا متمنی ہے اس چشمۂ فیضان کی عظمت اور صداقت کا قائل ہو جائے۔ اور قدرتِ کاملہ اس کو دُنیوی اور اُخروی اِنعامات سے نوازے۔ آمین!

یک زمانہ صحبتے با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

اور شاید کسی دوست کے کامران و فیض یاب ہونے سے عاجز کو بارگاہِ رحمت سے اس کا اجر مِل جائے ؎

خاصاں دی گل عاماں اگے نہیں مناسب کرنی
مٹھی کھیر پکا محمد کتیاں اگے دھرنی

مخلصی و محبی فی اللہ اِس تالیف کا ایک دوسرا محرک بھی ہے اور وُہ ہے تلافیٔ مافات۔

انگریزی ادب کا اُستاد ہونے کی حیثیت سے زندگی بھر شیکسپیئر کے ڈراموں کی قصیدہ خوانی کی ہے۔ کیٹس۔ شیلے۔ بائرن جیسے فاسق وفاجر شعرا کی رُومانی شاعری کی دل کھول کر داد دی ہے۔ اور ان کی جذباتی اور تاثراتی طرزِ بیان پر اپنی فصاحت اور بلاغت کے پھول نچھاور کیئے ہیں (معاذاللہ) یعنی نہ اِسلام کی خدمت، نہ قرآن مجید کی اشاعت، نہ اللہ تعالیٰ کے احکام و اِرشادات کی تبلیغ۔ یہ وُہ زمانہ تھا جس کے بارے میں علاّمہ اقبال نے فرمایا ؎

گلا تو گھونٹ دیا اھلِ مدرسہ نے ترا کہاں سے آئے صدا لاالٰہ الاّ اللہ

نقلِ کفر کفر نباشد۔ انگریزی ڈرامے کے مشہور اُستاد پروفیسر ایم۔ اے۔ غنی (اِسلامیہ کالج لاہور) شیکسپیئر کی مدح سرائی کرتے ہوئے جھوم جھوم کر فرمایا کرتے۔ کہ:۔

"قرآن مجید تو قرآن مجید ہے لیکن شیکسپیئر شیکسپیئر ہے"۔ (نعوذباللہ من ذالک)

فرنگی تعلیم میں اِلحاد کا عنصر شامل تھا۔ اس دَور میں تو نٹشے جیسا فلسفی بھی گمراہ ہو گیا تھا عوام النّاس کا ذکر ہی کیا۔ روایت ہے کہ جب جرمن حکیم نٹشے بسترِ مرگ پر تھا تو اس کے کسی عزیز دوست نے کہا کہ آخری وقت میں تو خدا سے اپنی رُوح کی مغفرت کے لیئے دُعا کر لو۔ جو دُعا حکیم نٹشے نے نزع کے عالم میں مانگی وُہ بھی اہلِ دِل کے لیئے سامانِ عبرت ہے۔ اس نے کہا "اَے خدا اگر خدا کا وجود ہے تو میری رُوح کو بخش دے اگر میری کوئی رُوح ہے"۔

حیرت ہے کہ اِتنے عظیم دِل و دماغ کے مالک بھی اللہ تعالیٰ کی معرفت سے بیگانہ رہے۔ علاّمہ اقبال علیہ الرحمۃ نے حکیم نٹشے کے بارے میں فرمایا تھا ؎

اگر ہوتا وُہ مجذوبِ فرنگی اِس زمانے میں تو اِقبالؔ اُس کو سمجھاتا مقامِ کبریا کیا ہے

مگر کس کس کا رونا رویا جائے۔ حال ہی میں جب رُوسی خلا باز پہلی مرتبہ خلا میں داخل ہوئے تو رُوسی وزیرِ اعظم خروشیف نے ان سے براہِ راست ٹیلیفون پر بات کی اور ازراہِ تمسخر پوچھا کہ انہیں خلا میں خدا تو نظر نہیں آیا۔ اور یہ بات کوئی نئی نہیں۔ آج سے ڈھائی ہزار سال قبل فرعون نے بھی حضرت مُوسیٰ علیہ السّلام کی دعوت کا اِنکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ایک سر بفلک بلند و بالا مینار بنایا جائے۔ جس پر چڑھ کر وُہ مُوسیٰ علیہ السّلام کے خُدا کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر سکے۔ نعوذ باللہ۔

آخر میں عاجز اپنے سابقہ گناہوں سے صدقِ دل سے تائب ہوتا ہے۔ اور جملہ دوستوں سے دلی التجا ہے کہ وہ ناچیز کی بخشش اور مغفرت کے لیئے دعائے خیر فرمائیں۔

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ۔ (جو شخص دوڑ دھوپ کرتا ہے وہ اپنے ہی کے لیئے کرتا ہے کیونکہ اللہ تو جہانوں سے بے پرواہ ہے)

آخیر میں بندۂ پُرتقصیر حجۃ الاسلام امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "سراج السالکین" سے ماخوذ ذیل کے دعائیہ کلمات پر اپنے دیباچے کا اختتام کرتا ہے:۔

ہم اللہ تعالی سے معافی مانگتے ہیں ہر ایک چیز پر کہ جہاں ہمارا قدم پھسلا ہے۔ اور ہر ایک چیز پر کہ جہاں ہمارے قلم سے خطا سرزد ہوئی ہے۔

اور ہم خدا تعالی سے معافی مانگتے ہیں اپنی اُن گفتاروں سے کہ جو ہمارے کرداروں کے مطابق نہیں۔

اور ہم خدا تعالی سے معافی مانگتے ہیں اُن چیزوں کی بابت کہ جن کا ہم نے دینی علم کی بابت دعویٰ کیا ہے اور ان میں عملی طور پر ہم سے تقصیر ہوئی ہے۔

اور ہم خدا تعالے سے معافی مانگتے ہیں اس خطرے سے کہ جو ہم کو اس کتاب کی تحریر میں یا کسی علمی بات کے افادۃً بیان کرنے میں خود پسندی کی طرف توجہ دلانے والا آیا ہو۔

اور ہم خدا تعالے سے دعا مانگتے ہیں کہ ہم اور تم کو برادرانِ دین کی جماعت عالم باعمل بنائے اور ہمارے علم کو ہم پر وبال نہ کرے کیونکہ وہ صاحبِ فضل اور کرم ہے اور نہایت ہی بخشش کنندہ مہربان ہے۔"

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا

ترجمہ۔ کہہ دیجئے اے لوگو جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں تحقیق اللہ تعالی تمام گناہ بخشنے والا ہے۔

عاجز و بندۂ حقیر و پُرتقصیر
انیس احمد شیخ عفی عنہ

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ

اِلٰهِیْ اَنْتَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ — اِلٰهِیْ اَنْتَ مَالِکُ کُلِّ شَیْءٍ

اِلٰهِیْ اَنْتَ رَبِّیْ ذُوالْجَلَالِ — اِلٰهِیْ اَنْتَ ذُوالْفَضْلِ الْکَمَالِ

اِلٰهِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ مُحْسِنٌ — فَاَحْسِنْ ثُمَّ اَحْسِنْ ثُمَّ اَحْسِنْ

اِلٰهِیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلِ — اِلٰهِیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْکَفِیْلِ

اِلٰهِیْ هَبْ لَنَا مِنْ عِنْدِکَ الْخَیْرَ — اِلٰهِیْ نَجِّنَا مِنْ سَطْوَةِ الْغَیْرِ

اِلٰهِیْ اَغْنِنَا مِمَّنْ سِوَاکَ

اِلٰهِیْ نَجِّنَا مِمَّنْ سِوَاکَ

ترجمہ:۔ اے اللہ تو ہر شے کا خالق اور مالک ہے۔ الٰہی تو میرا پروردگار اور جلال اور کمال فضل والا ہے تو میرا رب اور احسان کرنے والا ہے۔ یا اللہ تو مجھ پر اور احسان پر احسان کر۔ یا اللہ تو میری اچھی وکالت اور کفالت کرنے والا ہے۔ الٰہی مجھے زیادہ بھلائی عطا فرما اور غیر اللہ کے دبدبے سے بچا۔ الٰہی مجھے ماسوا سے بے نیاز کر دے اور غیر اللہ سے اپنی پناہ میں رکھ۔ (آمین)

حمد تمام و بے حد اس رب العالمین جل جلالہ کے لئے ہے جس کی تعریفیں اوّل تا آخر اس کی حمد و ثنا کا محض نقطہ آغاز ہیں اور آسمانی اور روحانی مقربین کی عظمتیں اس کی بزرگی اور برتری کا حرفِ ابجد ہیں اور قبولیت کی بساط پر دخل پانے والوں کی دولت اس کی مہربانی سے معرفت کا کمال ہے اور عارف کا کمال اس کی پہچان سے عاجز ہے ؎

پڑے بھٹکتے ہیں لاکھوں دانا، کروڑوں پنڈت، ہزاروں سیانے
جو خوب دیکھا تو یار آخر، خدا کی باتیں خدا ہی جانے

جیسا کہ قرآن مجید میں وارد ہے سبحان من لم یجعل للخلق الی معرفتہ سبیلا۔

بالعجز عن معرفته یعنی پاک ہے وہ ذات جس نے اپنی معرفت کی طرف خلق کے لئے کوئی طریقہ نہیں بنایا مگر اس کی معرفت سے عاجز ہونا۔

سُبحان خالقے کہ صفاتش زکبریا | برخاک عجز میفگند عقلِ انبیاء
گر صد ہزار سال ہمہ خلقِ کائنات | فکرت کنند در صفت و عزّتِ خُدا
آخر بعجز معترف آیند کہ اے اللہ | دانستہ شد کہ ہیچ ندانستہ ایم ما

ترجمہ۔ سُبحان ہے اس خالق اور کبریا کی ذات کہ نبیوں کی عقل بھی اس کی صفات سمجھنے سے عاجز ہے کہ تمام مخلوقِ خُدا لاکھ برس اس کی عظمت اور صفات کے بارے میں غور و فکر کرے تو بھی سمجھنے سے قاصر رہے گی اور یہی جانے گی کہ کچھ بھی نہیں جان سکی۔

اور پھر سُبحان اللہ! سُبحان ہے وُہ قادر و کریم جس نے اپنے لُطفِ عمیم سے مُشتِ خاک کو زندگی اور ایمان کی دولت عطا فرمائی ؎

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مُشتِ خاک را

اس کو بہترین قالب میں ڈھالا۔ لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم (ہم نے بنایا آدمی کو خوب سے خوب اندازے پر) اور عزّت کی خلعت سے مشرّف کیا۔ ولقد کرمنا بنی آدم (اور بے شک ہم نے اولادِ آدم کو عزّت بخشی) اسے اشرف المخلوقات اور مسجودِ ملائک کے انعامات سے نوازا۔ فَسَجَدَ الْمَلَآئِکَۃُ کُلُّھُمْ اَجْمَعُوْنَ (پس سجدہ کیا تمام فرشتوں سب کے سب نے) اور جہانِ آب و گل کی خلافت عطا فرمائی۔ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً (میں کرنے والا ہوں زمین پر اپنا نائب) اور اس کو دوستی کے خلق سے سرفراز فرمایا۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (وُہ ان کو دوست رکھتا ہے اور وُہ اس کو دوست رکھتے ہیں) اور وَھُوَ مَعَھُمْ (اور وُہ اُن کے ساتھ ہے) کی وصال کی نعمت سے نوازا۔ اور لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا (خوف نہ کر اللہ ہمارے ساتھ ہے) کی تسکین سے سرشار کیا اور آیہ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (اور ہم اس کی شہ رگ کے زیادہ قریب ہیں) ایک خاص صفتِ بزرگی ہے۔ اور آیہ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ

(یعنی تم مجھے یاد کرو میں تم کو یاد کروں گا) کی آواز ایک دست نما سرود ہے۔ اور آیہ فَادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (تم مجھ سے مانگو میں تم کو دوں گا) ایک بھرپور نعمت ہے۔ اور آیہ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْط (تحقیق وُہ ہر چیز پر محیط ہے) اس کی قدرت کی دلیل ہے۔

سُبحان ہے وُہ ذاتِ کریم جس کی حمد وثنا کائنات کا ذرّہ ذرّہ اور پتّہ پتّہ کرتا ہے ؎

ہر گیا ہے کہ از زمین روید — وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ گوید

آیہ وَاِنَّ مِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ (ایسی کوئی شے نہیں جو اس کی تعریف میں مصروف نہ ہو) اِس مضمون کو ادا کرتی ہے۔ اور آیہ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُوْلٰی وَالْاٰخِرَۃِ (اسی کی توصیف اوّل و آخر ہے) یہی حکایت بیان کرتی ہے۔ کنت کنزا مخفیا فاحببت ان اعرفا (میں ایک مخفی خزانہ تھا پس میں نے چاہا کہ پہچانا جاؤں) معرفت کی جان ہے۔ اور باطن کا راز ہے جس کی ظاہری صورت عبادت ہے۔ وما خلقت الجنّ والانس الا لیعبدون (جنّوں اور انسانوں کو محض اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے) اور وُہ ذاتِ قدوس نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ یھدی اللّٰہ بنورہٖ من یشاء (نورٌ علیٰ نور ہے اور اللہ تعالےٰ جسے چاہتا ہے اپنے نور کی ہدایت کرتا ہے) واللّٰہ فضل بعضکم علیٰ بعض (اللہ تعالےٰ نے بعض کو بعض پر ترجیح دی ہے) ذالك فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذوالفضل العظیم (یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ بہت بڑے فضل کا مالک ہے) اور آیہ وَابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (اور اللہ تعالیٰ سے مِلنے کے واسطے وسیلہ تلاش کرو) اس کی شانِ ربُوبیّت کی دعوت ہے ؎

اِتّصالے بے تکیف و بے قیاس
ہست رب النّاس را با جانِ ناس

بقول اقبال علیہ الرحمۃ ؎

ما از خُدائے گم شدہ ایم او بہ جُستجو ست — چوں ما نیاز مند و گرفتارِ آرزو ست
گاہے بہ برگ لالہ نویسد پیامِ خویش — گاہے درونِ سینۂ مُرغاں بہ ہاؤ ہُو ست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اِغْفِرْ ذَنْبِیْ یَا غَفَّارُ — اُسْتُرْ عَیْبِیْ یَا سَتَّارُ
زِدْنِیْ رِزْقِیْ یَا رَزَّاقُ — اِرْحَمْ حَالِ یَا رَحْمٰن
اَقْبِلْ تَوْبَہٗ قَبْلَ الْمَوْت — یَا غُفْرَانَکَ بَعْدَ الْمَوْت
حَسْبِیْ رَبِّیْ خَیْرُ اللّٰہ — مَا فِیْ قَلْبِیْ غَیْرُ اللّٰہ
نُوْرِ مُحَمَّدْ صَلَّ اللّٰہ — حَقْ اَللّٰہ، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

اَے انیس و مسکین و دل ریش، مخلصی و محبی فی اللہ! اگر فنا فی اللہ ہونا چاہتے ہو تو فنا فی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) ہونا سیکھو۔ کیونکہ آیہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ہ اِسی راز کو طشت از بام کرتی ہے۔

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست — محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ بس — محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس!
مناجاتے اگر باید بیاں کرد — بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمدؐ از تو مے خواہم خدا را
خدایا از تو حبِ مصطفیٰ را

(حضرت مرزا مظہر جان جاناں رحمۃ اللہ علیہ)

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ
صلی اللہ علیہ وسلم

وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ

یا صاحب الجمال ویا سیّد البشر — من وجھک المنیر لقد نور القمر
لایمکن الثناء کما کان حقّہٗ — بعد از خدا بزرگ توئی قصّہ مختصر

(حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ)

خداوند کریم کا درود ازل سے ابد تک افضل عالم و آدم احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو کہ جو اَوَّلُ مَاخَلَقَ اللّٰہُ نُوْرِیْ (اوّل جو خدا نے پیدا کیا وہ میرا نور ہے) تجلّی ہیں اور لولاک لما خلقت الافلاک ولما اظھرت ربوبیّتی (اگر آپ نہ ہوتے تو میں البتّہ آسمانوں کو پیدا نہ کرتا اور نہ اپنی خدائی ظاہر کرتا) کی جان ہیں۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم پر خود حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا درود بھیجنا گویا خلاقِ عظیم کی اپنے شاہکار سے والہانہ محبّت کی جھوم ہے اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

رُخِ مصطفےٰ ہے وہ آئینہ، کہ اب ایسا دوسرا آئینہ
نہ ہماری چشمِ خیال میں، نہ دُکانِ آئینہ ساز میں

آپؐ اس وقت بھی نبیؐ تھے جب کہ آدم علیہ السّلام پانی اور مٹی میں تھے وَکُنْتُ نَبِیًّا وَّاٰدَمُ بَیْنَ الْمَآءِ وَالطِّیْنِ۔ اور کثیر اکثیر درود ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ کی آل اور اصحاب پر کہ بموجب بِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (ان میں سے جن کی تابعداری کرو گے ہدایت پاؤگے حدیث شریف) ان میں سے ہر ایک خدا کے قرب کا وسیلہ ہے۔ رَضِیَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ (خدا ان سب پر راضی ہو) وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ (اور اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو) کی تفسیر یہی ہے کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کو اپنائیں۔ اور آپ

صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعتِ مطہرہ کی پیروی کریں۔ قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (کہہ دے اے پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلّم) کہ اگر تم اللہ کے دوست ہو تو میری پیروی کرو خدا تم سے دوستی کرے گا۔)

لاکھوں درود و صلوٰۃ اس ذاتِ اطہر پر کہ تخلیقِ کائنات سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ان کے نورِ اقدس کو وجود سے نوازا لیکن ان سبقتوں کے باوجود آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) بعثت میں آخری ہیں جس طرح نحن الاخرون السابقون (یعنی تمام کے باوجود بعثت میں ہم آخری ہیں) اسی سلسلے میں ولکن الرسول اللہ وخاتم النبیین لیکن آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

درویش دلریش ناچیز و مسکین مؤلف کا قلم شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شان بیان کرنے سے یکسر قاصر ہے۔ بمصداق ؎

خوشتر آں باشد کہ سِرِّ دلبراں
گفتہ آید در حدیثِ دیگراں

بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ — کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ — صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

اس لئے بعض اولیاء کرام اور اکابرِ دین کے اقوال پیش خدمت ہیں:۔

آپ زندگی کی ضلالت میں "سراجِ منیر" بن کر چمکے۔ آپ کے اسوہ حسنہ نے دنیا کی کایا پلٹ دی۔

حضرت حسّان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا خوب کہا۔ کہ وہ تشریف لائے روشن چراغ بن کر اور ہادی و رہنما بن کر۔ اور اس طرح چمکے جس طرح صیقل کی ہوئی تلوار چمکتی ہے ؎

فَامْسٰی سِرَاجًا مُسْتَنِیْرًا هَادِیًا
یَلُوْحُ کَمَا لَاحَ الصَّقِیْلُ الْمُهَنَّدُ

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کے عمِّ محترم ابوطالب یوں مدح سرائی کرتے ہیں ؎

وابیض یستقی الغمام لوجهہ
شمال الیتامیٰ عصمۃ للادامل

یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا چہرہ مبارک ایسا روشن اور تاباں ہے کہ تشنہ لب حصولِ سیرابی کرتے ہیں۔ وہی ذاتِ اقدس تیمیوں کا سہارا اور بیواؤں کا ملجاو ماویٰ ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

امین مصطفیٰ للخیر یدعو
کضوالبدر وزایلہ الغمام

یعنی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم امین ہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لوگوں کو بھلائی کی دعوت دیتے ہیں۔ اور چاند کی روشنی ہیں جس سے تاریکی پھٹ جاتی ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:۔

فَاقَ الرُّسل فضلاً وّعُلاً ۔ اِھدِی السُّبُل لِدَ لا لَۃٖ
ومحمّد ناھو سیّدُنا ۔ فالعِزّنا لاحابتہٖ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی فضیلتوں اور بلندیوں کے اعتبار سے تمام رسولوں پر فوقیت حاصل ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رہنمائی سے تمام راستوں کو صراطِ مستقیم بنا دیا۔ آپؐ ہمہ صفت موصوف ہیں اور ہمارے سردار ہیں۔ ہماری عزت آپ کی دعوت کو قبول کرنے میں ہے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:۔

یَا خاتم الرُّسل المبارک ضوہٗ ۔ صلّی علیک منزل القرآن

اے خاتم المرسلینؐ! آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو برکت وسعادت کا وہ سرچشمہ ہیں جن پہ قرآن نازل فرمانے والے نے درود و سلام بھیجا ہے۔

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:۔

فصلّی الملیکُ ولیُّ العباد ۔ ربّ العباد علیٰ احمدٗ

یعنی درود و سلام بھیجا ہے احمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اس نے جو قادرِ مطلق ہے اور اپنے بندوں کا پروردگار اور والی ہے۔

امام بوصیری رحمۃ اللہ "قصیدہ بردہ" میں فرماتے ہیں :-

فَهُوَ الَّذِیْ تَمَّ مَعْنَاهُ وَصُوْرَتُهٗ ثُمَّ اصْطَفَاهُ حَبِیْبًا بَارِئُ النَّسَمِ

مُنَزَّهٌ عَنْ شَرِیْكٍ فِیْ مَحَاسِنِهٖ فَجَوْهَرُ الْحُسْنِ فِیْهِ غَیْرُ مُنْقَسِمِ

ترجمہ: پس حضور صلی اللہ علیہ وسلّم پر ظاہری و باطنی کمالات ختم ہیں پھر انہیں (صلی اللہ علیہ وسلّم) خلقت کے پیدا کرنے والے نے اپنا محبوب (صلی اللہ علیہ وسلّم) بنا لیا ہے حضور پاک (صلی اللہ علیہ وسلّم) اپنی خوبیوں میں کسی شریک سے منزّہ ہیں، پس آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) میں جو جوہرِ حسن ہے، وہ ناقابلِ تقسیم ہے۔

مولانا حالی نے کیا خوب کہا ہے :-

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا مرادیں غریبوں کی بر لانے والا

مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا وہ اپنے پرائے کا غم کھانے والا

فقیروں کا ملجا، ضعیفوں کا ماویٰ
یتیموں کا والی، غلاموں کا مولا

خطا کار سے درگذر کرنے والا بد اندیش کے دل میں گھر کرنے والا

مفاسد کا زیر و زبر کرنے والا قبائل کو شیر و شکر کرنے والا

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے حضور میں اقبال علیہ الرحمۃ نے نذرانۂ عقیدت یوں پیش کیا ہے :-

عجب کیا گر مہ و پرویں مرے نخچیر ہو جائیں "کہ بر فتراکِ صاحب دولتے بستم سرِ خود را"

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل، مولائے کل جس نے غبارِ راہ کو بخشا فروغِ وادیٔ سینا

نگاہِ عشق و مستی میں وہی اوّل وہی آخر وہی قرآں، وہی فرقاں، وہی یٰسیں، وہی طٰہٰ

آخر میں درویشِ دل ریش بندۂ عاجز و مسکین شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان اشعار کا ہدیۂ عقیدت پیش کرتا ہے جو مدینہ منورہ کی معصوم بچیوں اور عورتوں کی زبان پر تھے جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچے ؎

طلع البدر علینا من ثنیّات الوداع
وجبت شکر علینا مادعیٰ لِلّٰہ داعٍ

ترجمہ:- ہم پر ثنیہ نامی وداعی ٹیلوں کے اوپر سے ایک ماہِ کامل طلوع ہوا۔ ہم پر اس کا شکر واجب ہے کہ خدا کے ایک داعی (پیغمبرؐ) نے خدا کی طرف سے دعوت دی۔

؎ کجا گردد ز وصفش خامہ آگاہ
چہ نم دریابد از دریا پرِ کاہ
ہماں بہتر کزیں من گوش باشم
سراپا نغمہ و خاموش باشم

طریقت

محبّی و مخلصی فی اللہ! اللہ تعالیٰ تجھے سعادتِ دارین عطا فرمائے۔ (آمین!)

طریقت سے مراد وُہ طریقہ ہے جو مرشدِ کامل سالک صادق کے لیئے وضع اور مرتّب کرتا ہے۔ طریقت کی بُنیاد شریعتِ مطہّرہ پر ہوتی ہے اور طریقت کا عمل اتّباعِ سُنّتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے تحت ہوتا ہے۔ لیکن اہلِ طریقت پر اپنے طریقہ کی پابندی لازمی اور لابدی ہے۔ اگر کوئی مُرید یا طالب راہ اپنے مُرشد کے بتائے ہُوئے طریقہ سے ہٹ کر کوئی ضمنی عبادت یا ریاضت کرتا ہے تو وُہ اس کے فیضان سے محرُوم رہتا ہے تا وقتیکہ مُرشدِ کامل سے باقاعدہ اِجازت حاصل نہ کی جائے۔

اخی المحترم محمد یحییٰ صاحب تکیہ سادھواں موچی دروازہ لاہور راوی ہیں کہ قبلہ عالم حضرت حافظ [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ایک دوست نے عرض کی کہ حضور میں گیارھویں شریف کی نیاز دیتا رہتا ہُوں چند روز ہُوئے عالمِ رؤیا میں حضرت غوث الاعظم شیخ سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تمہاری نیازیں یہ ڈھیر پڑی ہیں۔ تمہارے مرشد حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل اور اکمل ولی اللہ ہیں جب تک اُن کی اِجازت نہیں ہوگی یہ نیازیں قبول نہیں ہوں گی۔ حضرت قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کمال شفقت سے اِجازت تو دے دی لیکن دوستوں کی توجہ اس حقیقت کی طرف مبذول ہوگئی کہ کوئی نفلی عبادت اپنے پیرِ طریقت کے اِذن کے بغیر کرنا محض خیالی ورزش [illegible]

اخی المعظم صوفی عبد العزیز خیاط مرحوم اندرُون بھاٹی گیٹ لاہور سے روایت [illegible] قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی دوست نے پُوچھا کہ حضور آپ کے بتائے [illegible] (یعنی نمازِ فجر کے بعد ایک تسبیح درُود شریف، تین تسبیح یا حیُّ یا قیُّوم اور پھر ایک تسبیح درُود [illegible] کے علاوہ کونسا وظیفہ کرُوں تاکہ عرُوج اور کمال حاصل ہو۔ آپ نے فرمایا پھر یہی وظیفہ کرو [illegible] عرض کیا کہ حضور اس کے بعد؟ جواب مِلا پھر یہی وظیفہ۔ سُبحان اللہ! روشن ضمیری اور معرفت ہے۔ تمام دوستوں کے لیئے یہ مثال درسِ ہدایت ہے۔

اخی المکرّم محمد یحییٰ صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ قبلہ عالم حضرت

رحمۃ اللہ علیہ کی حضوری میں بیٹھے تھے۔ ایک دوست آپؒ کے سامنے مؤدب بیٹھا تھا۔ آپؒ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ "تم رات کو دیر تک جاگتے رہتے ہو اور وظیفہ کرتے رہتے ہو۔ کیا میں نے تم کو اس کی اجازت دی ہے۔ تم رات کو کوئی وظیفہ وغیرہ نہ کرو۔ تم بال بچوں والے ہو اُن کی طرف توجہ دو۔" وُہ شخص تائب ہوا۔ اور آئندہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بتائے ہوئے وظیفہ کے علاوہ باقی وظائف سے کنارہ کش ہو گیا۔ مشہور ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند | کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دلِ سالک رہ جاذبہ صحبتِ شاں | مے برد وسوسہ خلوت و فکرِ چلہ را

قبلۂ عالم حضرت حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سبحان اللہ! یہ طریقہ کتنا سیدھا سادہ اور افضل ہے۔ نہ دُنیا سے کنارہ کشی، نہ چلہ کاٹنا، نہ وظیفے۔ صرف صراطِ مستقیم پر چلنا اور اپنے شیخ سے قوی رابطہ قائم رکھنا اور اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلنا۔ حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

بہ مے سجادہ رنگیں کن گرت پیرِ مغاں گوید
کہ سالک بے خبر نبود ز رسم و راہِ منزلہا

جاننا چاہیئے کہ خواجگانِ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ختم وغیرہ اور دیگر وظائف اور دُعائے حزب البحر کے پڑھنے کی باقاعدہ پیرِ طریقت سے اجازت لی جاتی ہے۔ ورنہ تمام سعی لاحاصل ہے بندۂ مسکین کو بخوبی یاد ہے کہ بچپن سے اپنے والدِ بزرگوار علیہ الرحمۃ سے قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حالات وغیرہ سُن کر حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ، امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث الاعظم سیّد عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عقیدت ہو گئی۔ جب ۱۹۵۹ء میں عاجز کا تبادلہ لاہور ہو گیا تو عاجز نے حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے دربارِ عالیہ میں حاضری دینی شروع کی بلکہ طبیعت میں سخت انقباض محسوس ہوتا گویا فیضان کا راستہ مسدود ہو گیا ہے۔ قدرت کاملہ نے عاجز کے دل میں یہ بات ڈال دی کہ اپنے مرشدِ کامل کی اجازت کے بغیر یہ قفل نہیں ٹوٹے گا چنانچہ عاجز نے فوراً بذریعہ خط قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ سے اجازت طلب کی۔

پہلے خط کے جواب میں آپؒ نے اجازت کے بارے میں سکوت فرمایا۔ دُوسرے خط کے جواب میں آپؒ نے تحریر فرمایا "داتا صاحبؒ آپ جا سکتے ہیں فاتحہ کے لیئے"۔ عاجز نے وُہ خط لے جا کر دربار شریف میں پیش کر دیا کہ "سرکار! پہلے تو میں اپنی طرف سے حاضر ہوتا تھا اب میں اپنے مُرشدِ کامل کی اجازت سے حاضر ہوا ہُوں۔ دیکھیئے یہ اجازت کا پروانہ پیشِ خدمت ہے"۔ خُدا گواہ ہے کہ اپنے پیرِ کامل کے صدقے دربار داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات کا سیلاب بہہ نکلا۔ صرف ایک ماہ کے اندر داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عُرس مُبارک تھا عاجز کو بغیر کسی ذاتی کوشش یا خواہش کے عُرس مُبارک کے موقع پر گدّی پر مامُور کیا گیا جو اُن دِنوں حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں حجرہ چلّہ شریف خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے مُلحقہ کمرے میں تھی۔ اور جہاں سے تبرّک اور لنگر تقسیم ہوتا تھا۔ عاجز کم و بیش سات سال سالانہ عُرس مُبارک کے موقع پر اِس ڈیوٹی پر فائز رہا۔

قبلہ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے عاجز نے درخواست کی کہ حضور مجھے درگاہوں پر جانے کا شوق ہے۔ جو کچھ مِلنا ہے وُہ تو اِس در سے مِلنا ہے اور حضورؒ کے صدقے میں ملنا ہے حضرت قبلہ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ نے اِذنِ خاص عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہاں لوگوں (سجادہ نشین حضرات مُراد ہیں) سے مِلنا ٹھیک نہیں ہوتا۔ عاجز نے اِس حکم کی بسر و چشم تعمیل کی۔

اخی العزیز حاجی محمد شہادت علی خاں معرفت اقبال ٹیلرنگ ہاؤس لاہور روڈ شیخوپورہ سے لکھتے ہیں:۔

کہ ایک مرتبہ جناب حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لائل پُور (فیصل آباد) سفر پہ تشریف لے گئے۔ وہاں ریلوے کالونی میں ایک ریلوے افسر کے ہاں شام کی چائے تھی۔ نمازِ عصر کے بعد جج میاں عبداللطیف صاحب اور مولوی فضل احمد صاحب مرحوم واٹر ورکس دیکھنے چلے گئے۔ حضورؒ کے چند گز کے فاصلے پر بیٹھ کر بندہ نے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عظیم کتاب "اکسیر الہدایات" میں سے پڑھا ہوا ایک وظیفہ پڑھنا شروع کیا۔ جو کہ روزانہ طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل پڑھا کرتا تھا۔ ابھی چند منٹ نہ گزرے تھے کہ حضورؒ اپنی زبانِ مُبارک سے فرمانے لگے کہ وظیفہ کس نے آپ کو لگا دیا۔ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔ اپنے پیر کے

فرمائے بغیر جو کچھ بھی پڑھا جائے سب مٹی ہے اس میں کچھ اثر نہیں میں نے اسی وقت سے وظیفہ پڑھنا چھوڑ دیا۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ نے خوب کہا ہے ؂

آنکہ بہ تبریز یافت یک نظر شمس دینؒ
سخرہ کند بر زہد و طعنہ زند بر چلّہ

یعنی تبریز میں مولانا شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نظر سے میں نے جو کچھ پایا وہ زہد و چلے کا مذاق اڑاتا ہے ؂

خواجہ من نگہ دار آبروئے گدائے خویش
آں کہ ز جوئے دیگراں پُر نہ کند پیالہ را

سیرتِ طیبہ

حضراتِ خواجگانِ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

معروف بہ

نفوسِ قدسیہ

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
می برند از رہِ پنہاں بہ حرم قافلہ را
از دلِ سالکِ رہ جاذبۂ صحبتِ شاں
می برد وسوسۂ خلوت و فکرِ چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعنِ قصور
حاش للہ کہ بر آرم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یا صاحب الجمال و یا سید البشر
من وجہک المنیر لقد نور القمر
لا یمکن الثناء کما کان حقہ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

[illegible]

در حضورِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

۱۔	اے تو ما بے چارگاں را ساز و برگ	وارہاں ایں قوم را از ترسِ مرگ
۲۔	سوختی لات و مناتِ کہنہ را	تازہ کردی کائناتِ کہنہ را
۳۔	در جہانِ ذکر و فکر و انس و جاں	تو صلوٰتِ صبح، تو بانگِ اذاں
۴۔	لذّتِ سوز و سرور از لا الٰہ	در شبِ اندیشہ نور از لا الٰہ
۵۔	نے خدا ہا ساختیم از گاو خر	نے حضورِ کاہناں افگندہ سر
۶۔	نے سجودے پیشِ معبودانِ پیر	نے طوافِ کوشکِ سلطان و میر
۷۔	ایں ہمہ از لطفِ بے پایانِ تست	فکرِ ما پروردۂ احسانِ تست
۸۔	ذکر و فکر و علم و عرفانم توئی	کشتی و دریا و طوفانم توئی
۹۔	گردِ تو گردد حریمِ کائنات	از تو خواہم یک نگاہِ التفات

ترجمہ:۔ (۱) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ ہم غریب اور بے چارہ لوگوں کی اُمید کا سہارا ہیں خدارا اس قوم کو موت کے خوف سے نجات دلائیں۔

۲۔ آپؐ نے پرانے بتوں کو توڑ دیا اور دُنیائے قدیم کو نئی زندگی عطا کی۔

۳۔ جنّوں اور انسانوں کے خیالوں اور تصوّر کی دُنیا میں آپؐ کی ذاتِ مبارک نمازِ فجر اور اذان کی پکار ہے۔

۴۔ سوز و سرور کی لذّت کلمہ توحید میں مضمر ہے اور خیالات کی رات میں روشنی کا سرچشمہ یہ کلمہ توحید ہے۔

۵۔ ہم نے گائے اور بچھڑے کو اپنا معبود نہیں بنایا اور نہ ہم کاہنوں اور پجاریوں کے آگے سر ڈالے کھڑے ہیں

۶۔ نہ ہم پرانے معبودوں اور خداؤں کے سامنے سجدے کرتے ہیں اور نہ بادشاہوں کے دَر کا طواف کرتے ہیں

۷۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ سب آپ کی بے پایاں رحمت کا فیض ہے۔ ہماری سُوجھ بُوجھ حضورؐ کے احسانوں کی گود میں پلی ہے۔

۸۔ آپؐ ہی ہمارا ذکر و فکر اور علم و عرفان ہیں آپؐ ہی ہمارا دریا، طوفان اور کشتی ہیں۔

۹۔ آپؐ کی ذاتِ بابرکات کے گرد تمام کائنات گردش کرتی ہے۔ میں آپؐ سے ایک نظرِ لطف کا طالب ہوں۔

علامہ اقبال علیہ الرحمۃ

سلام

سلام اے آمنہؓ کے لال اے محبوبِ سبحانی
سلام اے فخرِ موجودات، فخرِ نوعِ انسانی

سلام اے ظلِّ رحمانی، سلام اے نورِ یزدانی
ترا نقشِ قدم ہے زندگی کی لوحِ پیشانی

سلام اے سرِّ وحدت، اے سراجِ بزمِ ایمانی
زہے یہ عزّت افزائی، زہے تشریف ارزانی

ترے آنے سے رونق آگئی گلزارِ ہستی میں
شریکِ حالِ قسمت ہو گیا پھر فضلِ ربّانی

سلام اے صاحبِ خلقِ عظیم انساں کو سکھلا دے
یہی اعمالِ پاکیزہ، یہی اشغالِ روحانی

تری صورت، تری سیرت، ترا نقشا، ترا جلوہ
تبسّم، گفتگو، بندہ نوازی، خندہ پیشانی

زمانہ منتظر ہے اب نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

زمیں کا گوشہ گوشہ نور سے معمور ہو جائے
ترے پرتو سے مل جائے ہر اک ذرّے کو تابانی

حفیظِ بے نوا بھی ہے گدائے کوچۂ الفت
عقیدت کی جبیں تیری مروّت سے ہے نورانی

ترا در ہو، مرا سر ہو، مرا دل ہو، ترا گھر ہو
تمنّا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

سلام، اے آتشیں زنجیرِ باطل توڑنے والے
سلام، اے خاک کے ٹوٹے ہوئے دل جوڑنے والے

ابوالاثر حفیظ جالندھری
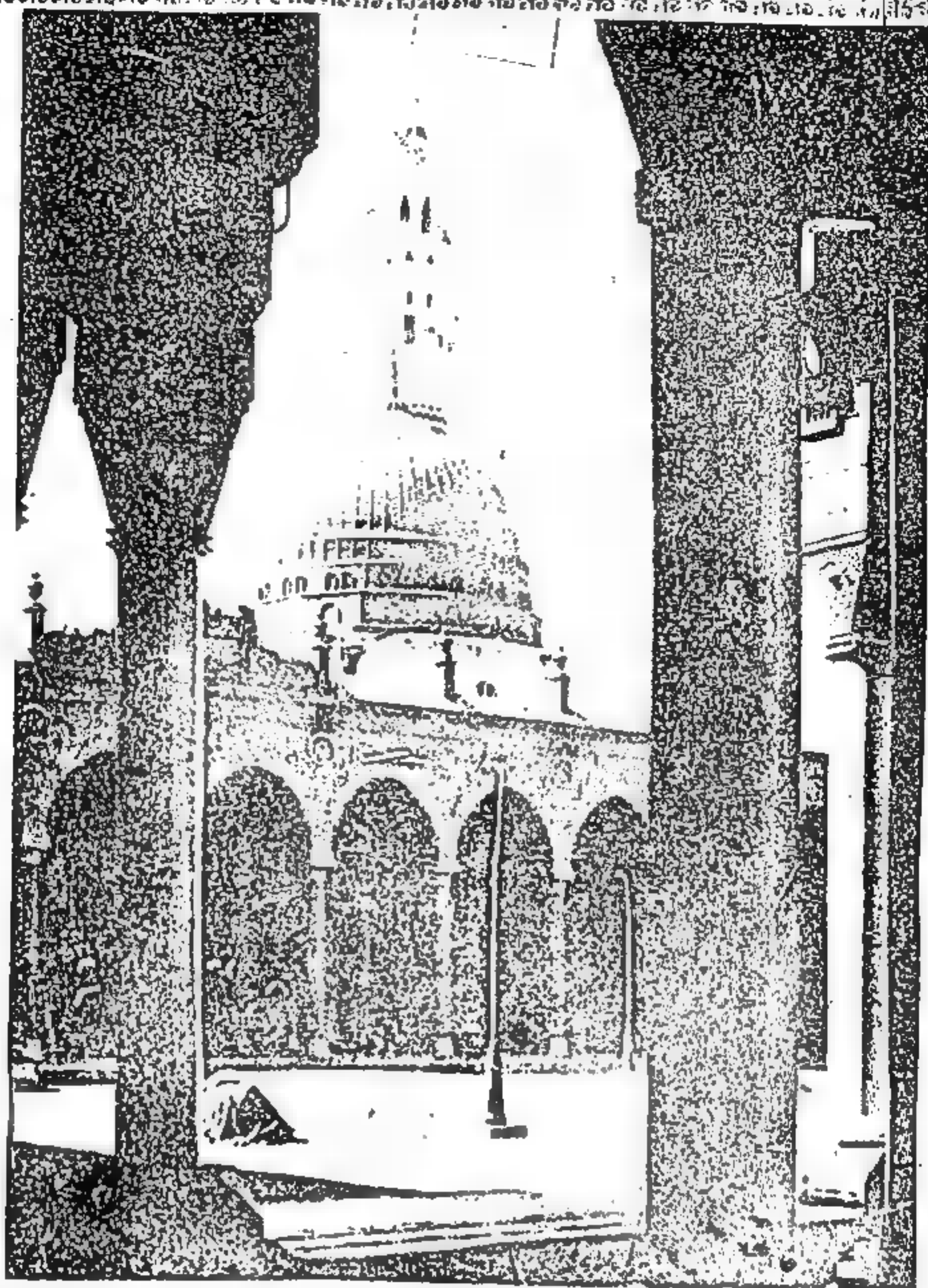
دل جس سے زندہ ہے وہ تمنّا تمہی تو ہو　　ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو
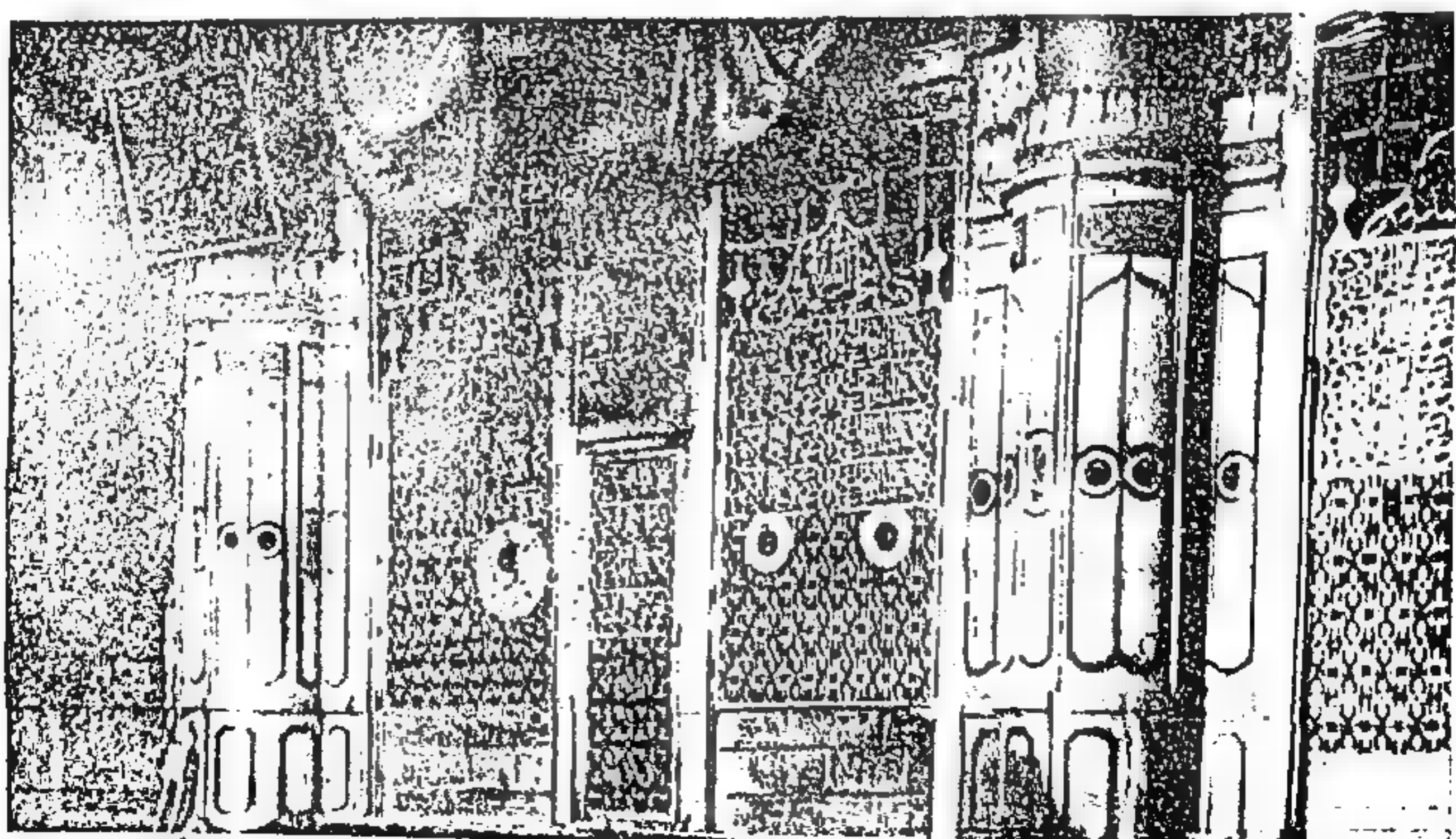
رفیقِ غار کیا، وہ ہیں رفیقِ روضۂ اطہر　　قیامت تک رفاقت کا نشاں صدیقِ اکبرؓ ہیں

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ایک نظر میں

رحمۃ للعالمین صلعم ۹۔ ربیع الاوّل دوشنبہ (پیر) مطابق ۲۰۔ اپریل ۵۷۱ء بوقت صبح صادق مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔ اکتالیس(۴۱) سال کی عمر میں ۱۷۔ رمضان المبارک مطابق یکم فروری ۶۱۰ء کو حضور صلعم کی بعثت ہوئی اور نبوّت ملی۔ آپؐ نے تیرہ سال مکہ معظمہ میں تبلیغ فرمائی۔ اور تمام دُنیا کو توحید اور نیکی کا پیغام دیا ظلم و ستم کی شدّت پر ۵ سنہ نبوی میں انفرادی ہجرت کا حکم ہوا اور حضور کے پندرہ رُفقاء حبشہ میں مقیم ہوئے۔ ۷ سنہ نبوی میں مع خاندان کے مکہ معظمہ کی ایک گھاٹی شعبِ ابی طالب میں اسیر کیے گئے ۱۳ سنہ نبوی ۲۷ صفر جمعہ کو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت فرمائی۔ ۱۴ دن قبا میں قیام فرما کر دوشنبہ ۲۲ ربیع الاوّل کو نور افزائے مدینہ منورہ ہوئے۔

۱ سنہ ہجری میں مسجدِ نبوی کی بُنیاد رکھی۔ پانچ نمازیں معراج میں فرض ہو چکی تھیں ۲ سنہ میں اذان کا حکم ہوا۔ روزے فرض ہوئے۔ غزوۂ بدر پیش آیا جس میں حق کو فیصلہ کُن کامیابی نصیب ہوئی۔ ۳ سنہ ھ میں زکوٰۃ فرض ہوئی، شراب حرام ہوئی، غزوۂ اُحد ہوا۔ ۵ سنہ ھ میں پردہ کا حکم ہوا۔ حج فرض ہوا۔ خندق کی لڑائی ہوئی۔ ۶ سنہ ھ میں قریش کے ساتھ حدیبیہ کا معاہدہ ہوا۔ ۷ سنہ ھ میں سلاطینِ عالم کو خطوط کے ذریعہ دعوتِ اسلام دی۔ ۸ سنہ ہجری میں مکہ فتح ہوا، غزوۂ حنین و طائف پیش آیا۔ ۹ سنہ ھ میں تبوک کے لیئے روانہ ہوئے مگر رومی شہنشاہیت کو مقابلہ کی ہمّت نہ ہوئی۔ ۱۰ سنہ ھ میں ایک لاکھ چوبیس ہزار فرزندانِ اسلام کے ساتھ حجۃ الوداع ادا فرمایا۔ ۱۱ سنہ ھ ۲۸ صفر بدھ کے دن راستہ میں دردِ سر سے مرضِ وفات کا آغاز ہوا۔ ۶۳ سال ۴ دن کی عمر میں ۱۲ ربیع الاوّل پیر کو چاشت کے وقت حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ ۱۳۔ ربیع الاوّل کو رات کے وقت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تدفین عمل میں آئی۔ اور حضور صلعم آسودۂ رحمت ہوئے۔

اِس طرح آپؐ نے اِس عالم میں ولادت سے لے کر وصال تک ۲۲۳۳۰ دن ۶ گھنٹے قیام فرمایا۔ ×۱۰ سنہ نبوی میں طائف کا تبلیغی سفر فرمایا اور اسی سال ماہ رجب دوشنبہ ۲۷ ویں شب کو معراج ہوئی۔

نسب نامہ

سلسلۂ پدری

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سلسلۂ مادری

عبداللہ ← عبدالمطلب ← ہاشم ← عبدمناف ← قصی ← کلاب

آمنہ ← وہب ← عبدمناف ← زہرہ ← کلاب
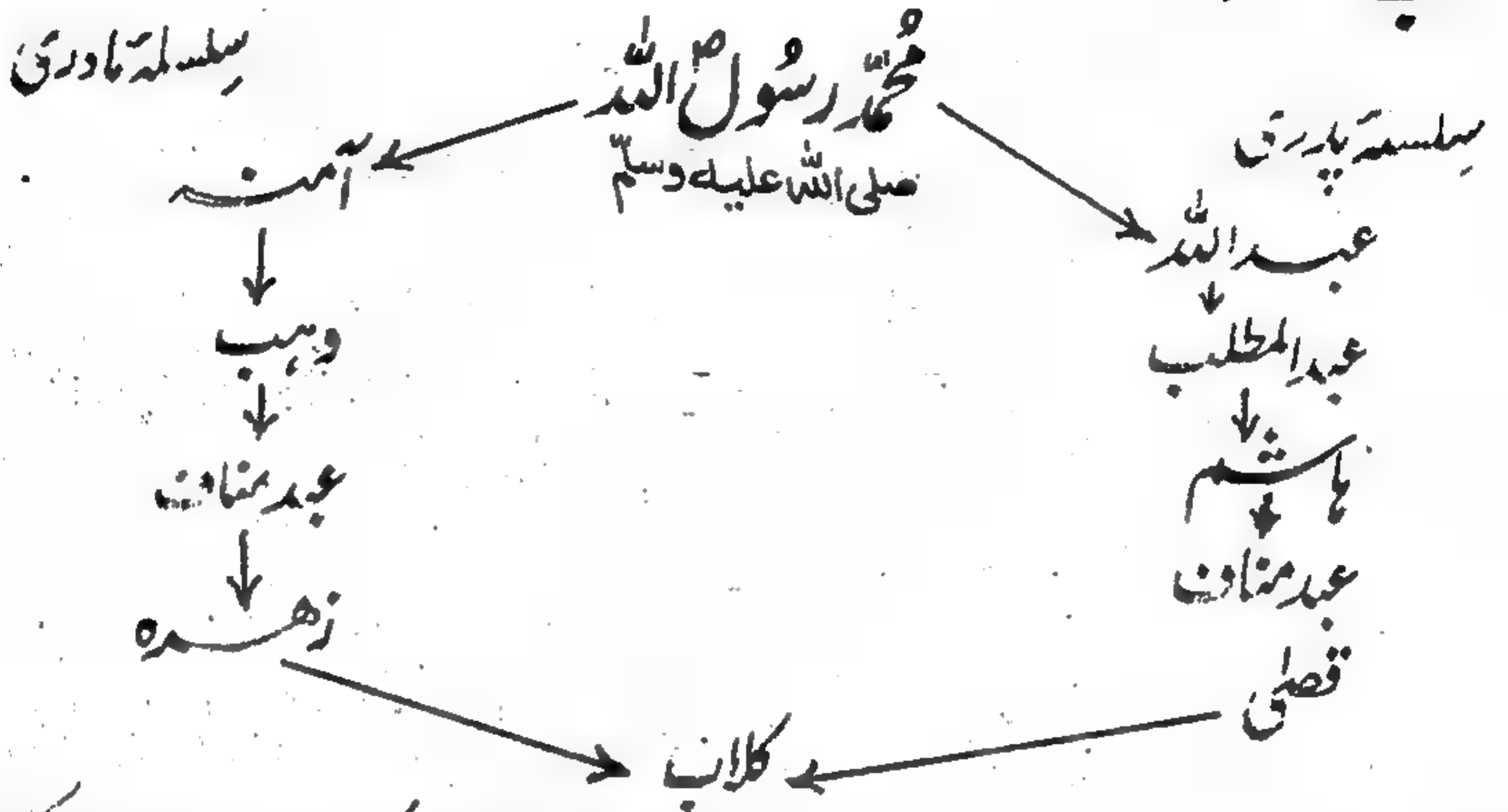
بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

عدنان چالیسویں پشت میں حضرت اسمٰعیل ع کے نامور فرزند تھے حضرت اسمٰعیل حضرت ابراہیم علیہ السّلام کے بڑے صاحبزادے تھے۔

سیرتِ مقدسہ

انتقالِ والدِ ماجد: قبل ولادتِ مبارکہ

ولادتِ محمدیہ میں۔ ۶ سنہ ۔ والدہ کا انتقال۔ آپ کی عمر ۶ سال تھی۔

۹ سنہ ۔ عبدالمطلب کا انتقال۔ یہ حضورؐ کے دادا تھے۔

۱۲ سنہ ۔ پہلا سفرِ شام بغرضِ تجارت۔ ابوطالب کی معیّت میں۔

۱۵ سنہ ۔ حربِ فجار میں شرکت، اس جنگ کا مقصد کعبہ کی حرمت کا قیام تھا۔

۲۲ سنہ ۔ دوسرا سفر بغرضِ تجارت۔ حضرت خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ۔

۲۶ سنہ ۔ خدیجہؓ بنتِ خویلد سے نکاح، عمر شریف ۲۵ سال ۲ ماہ ۱۰ یوم، خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال۔

۳۵ سنہ۔ خانہ کعبہ کی تعمیر میں ایک معمار کی حیثیت سے حصّہ لیا۔ اور حجرِ اسود کے مسئلہ میں عرب قبائل کے باہمی اختلاف کا تاریخی فیصلہ کیا۔

۳۶ سنہ سے ۴۰ سنہ۔ زیادہ وقت غارِ حرا میں گزرا۔

ازواجِ مطہّرات

۱۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ

۲۔ اُمّ المومنین حضرت زینب رضؓ بنت جحش

۳۔ اُمّ المومنین حضرت سودہ رضؓ

۴۔ اُمّ المومنین حضرت جویریہ رضؓ

۵۔ اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضؓ

۶۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ حبیبہ رضؓ

۷۔ اُمّ المومنین حضرت حفصہ رضؓ

۸۔ اُمّ المومنین حضرت میمونہ رضؓ

۹۔ اُمّ المومنین حضرت زینب رضؓ بنت خزیمہ

۱۰۔ اُمّ المومنین حضرت صفیہ رضؓ

۱۱۔ اُمّ المومنین حضرت اُمِّ سلمہ رضؓ

۱۲۔ اُمّ المومنین حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ

چچا

۱۔ حضرت حمزہ رضؓ — ۲۔ حضرت عبّاس رضؓ — ۳۔ ابُوطالب — ۴۔ ابُولہب

۵۔ زبیر — ۶۔ مقوم — ۷۔ ضرار — ۸۔ حارث

۹۔ مغیرہ

پھوپھیاں

۱۔ حضرت صفیہ رضؓ — ۲۔ اُمِ الحکیم البیضا (یہ حضرت عثمان غنی رضؓ کی نانی تھیں)

۳۔ اروی — ۴۔ عاتکہ — ۵۔ برّہ — ۶۔ امیمہ

صاحب زادے

۱۔ حضرت قاسم رضؓ — ۲۔ حضرت عبداللہ رضؓ — ۳۔ حضرت ابراہیم رضؓ

صاحبزادیاں

۱۔ حضرت زینبؓ ۲۔ حضرت رقیہؓ ۳۔ حضرت اُمِ کلثومؓ ۴۔ حضرت فاطمہؓ

مکی و مدنی زندگی

اکتالیسویں سال کے پہلے دن اعلانِ نبوت فرمایا۔ وحیِ الٰہی کا نزول ہوا۔
۱ سنہ نبوی میں اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ، سیدنا علی مرتضےٰؓ، سیدنا ابوبکر صدیقؓ،
اور حضرت زیدؓ نے اسلام وایمان کی سعادت حاصل کی۔
دارِ ارقم میں جو کوہِ صفا کے دامن میں تھا، دینی تعلیم کا پہلا مدرسہ قائم کیا گیا۔ یہاں ۳ سنہ نبوی
تک چپکے چپکے اسلام کی تعلیم دی گئی۔
۴ سنہ نبوی سے کھلم کھلا دین سکھلایا جانے لگا۔ آزمائشوں کا دروازہ کھلا۔ ساحر و
کاہن کے نام سے پکارے گئے۔ حقیقی چچی اُم جمیل زوجہ ابولہب نے راہ میں کانٹے بچھائے
نماز پڑھتے ہوئے گردن مبارک میں چادر ڈال کر بل دیئے گئے۔ حضرت سمیہؓ کی ران میں نیزہ
مار کر شہید کیا گیا۔ حضرت زبیرؓ کو کھجور کی چٹائی میں لپیٹ کر کوٹھڑی میں بند کر کے دھواں دیا
گیا۔ بلال حبشیؓ کو گرم پتھروں پر لٹایا گیا۔ پیروں میں رسی ڈال کر گھسیٹا گیا۔

تعداد غزوات و سرایا (۳ سنہ ھ سے ۹ سنہ ھ تک)

جن غزوات میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی اُن کی تعداد
بالترتیب ۲۷ ہے۔

۱۔ غزوہ ودان یا ابوا	۲۔ غزوہ بواط	۳۔ غزوہ سفوان
۴۔ غزوہ ذوالعشیرہ	۵۔ غزوہ بدر الکبریٰ	۶۔ غزوہ قینقاع
۷۔ غزوہ السویق	۸۔ غزوہ قرقرہ الکدر	۹۔ غزوہ غطفان یا انمار
۱۰۔ غزوہ اُحد	۱۱۔ غزوہ حمرہ الاسد	۱۲۔ غزوہ بنو نضیر

۱۳۔غزوۂ بدر الاخریٰ ۱۴۔غزوۂ دومۃ الجندل ۱۵۔غزوۂ بنو مصطلق
۱۶۔غزوۂ احزاب یا خندق ۱۷۔غزوۂ بنو قریظہ ۱۸۔غزوۂ بنو لحیان
۱۹۔غزوۂ ذی قردہ یا غابہ ۲۰۔غزوۂ حدیبیہ ۲۱۔غزوۂ خیبر
۲۲۔غزوۂ وادی القریٰ ۲۳۔غزوۂ ذات الرقاع ۲۴۔غزوۂ مکہ
۲۵۔غزوۂ حنین ۲۶۔غزوۂ طائف ۲۷۔غزوۂ تبوک

مجموعی نقصان

اکیاسی غزوات وسرایا میں شہید اور قتل ہونے والوں کی تعداد ایک ہزار اٹھارہ ہے اوسط فی جنگ ۱۲½ افراد۔

نقشہ مجموعی نقصان

نام فریق	اسیر	زخمی	مقتول	تعداد
مسلمان	۱	۱۲۷	۲۵۹	۳۸۷
مخالف	۶۵۶۴	نامعلوم	۷۵۹	۷۳۲۳
میزان	۶۵۶۵	۱۲۷	۱۰۱۸	۷۷۱۰

کون ہے ___ ؟

کون ہے، وُہ سب سے پہلے دیں کیا جس نے قبول؟
کون ہے، وُہ جس نے کی تصدیقِ معراجِ رسولؐ؟

کون ہے جس کی فضیلت میں نہیں کوئی کلام؟
کون ہے بعد از رسولِ پاکؐ ہے جس کا مقام؟

کون ہے، خیر البشرؐ کا مُعتمد، نائب، رفیق؟
کون ہے، جس کو عرب کہتے ہیں "صدیقؓ و عتیقؓ"؟

کون ہے، وُہ دوش پر جس کے محمدؐ ہیں سوار؟
کون ہے، وُہ جس کو کہتا ہے زمانہ "یارِ غار"؟

کون ہے، وُہ جو بنا بعد از نبیؐ پہلا امیر؟
کون ہے، جو سرورِ کونینؐ و مکاںؐ کا ہے وزیر؟

کون ہے، جس نے کیا ہے دین کا پرچم بلند؟
جو امیرِ حج بنا، پایا مقامِ ارجمند؟

کون ہے، حق جانثاری کا کیا جس نے ادا؟
کون ہے، رب نے جسے قرآن میں "صاحب" کہا؟

کر دیا کس نے "اثاث البیت" سب کا سب نثار؟
کون ہے، جس کی اعانت باعثِ صد افتخار؟

کون ہے، وُہ "ثانیٔ اثنین" در غارِ اماں؟
کون ہے، قرآن میں جس کی فضیلت ہے بیاں؟

کون ہے، جس کو بنایا ہے محمدؐ نے اِمام؟
کون ملّت کے لئے ہے قابلِ صد احترام؟

زیبِ تن کس نے کئے پیوند والے پیرہن؟
ہے وصیت کس کی بوسیدہ رداؤں کا کفن؟

کون ہے، جس کو ملا صدیقِ اکبرؓ کا خطاب؟
کون ہے پہلوئے سرکارِ جہاںؐ میں محوِ خواب؟

سید عارف معین بلّے عفی عنہ

حضرت خلیفۃ الرسول امیر المومنین ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سایۂ مصطفےٰ مایۂ اصطفٰے عزّ و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام
یعنی اُس افضل الخلق بعد الرسل ثانی اثنین ہجرت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین
چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

آپ بوڑھوں میں ایمان لانے والے اوّل، خلیفۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اوّل، خسرِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم، اور آپ کا خطاب "صدیق" آسمانی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدّث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تصوّفِ صدیقی پر ایک طویل بحث میں ثابت کیا ہے کہ کمالِ طریقت کے لیئے جن اوصاف اور ملکاتِ نفسانی کی ضرورت ہے مثلاً توکّل، ورع، احتیاط، تواضع، کفِ لسانی، شفقت بر خلقِ خدا، رضا، نفی ارادہ، زہد، خشیّت، عبرت، عجز و انکسار، رقّت قلب، تحمّل، فقر و درویشی، یہ سب کچھ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں بہ تمام و کمال موجود تھے۔ اور اسی بناء پر آپ طائفۂ اصفیاء اور اپنی طریقت کے سرخیل و امام تھے۔

آپ کا سلسلۂ نسب ساتویں پشت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے جا ملتا ہے آپ کا اسمِ گرامی ابوبکر عبداللہ بن عثمان بن عامر ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سلمٰے اور اُن کی کنیت اُم الخیر بنت صخر بن عمر ہے۔ آپ کی پیدائش سنہ فیل سے تقریباً دو سال چار ماہ بعد ہوئی۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے مختلف احادیث میں آپ کی توصیف کی ہے۔ مثلاً

۱۔ کوئی چیز ایسی اللہ تعالےٰ نے میرے دل میں نہیں ڈالی جس کو میں نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سینہ میں نہ ڈال دیا ہو۔ (حضرت ابوہریرہؓ)

۲۔ اگر میں اپنے پروردگار کے سوا کسی اور کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا۔ (صحیح بخاری، مسلم، ترمذی)

۳۔ قسم خدا کی پیغمبروں اور رسولوں کے بعد ابوبکرؓ سے کسی اور بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوتا۔ (ابوداؤد)

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے مرض الموت کے دوران حضرت بلالؓ کو اذان اور حضرت

ابوبکر صدیقؓ کو امامت کرنے کا حکم دیا اور بعد ازاں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد جب حضرت عمرؓ جذبات سے مغلوب ہو گئے اور ننگی تلوار لے کر دھمکی دی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی وفات کا ذکر کرنے والے کا سر تن سے جُدا کر دیا جائے گا تو صدیق اکبرؓ نے آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جسدِ اطہر کو بوسہ دیا اور چھوا اور یہ آیت شریفہ پڑھی۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ (بے شک تو ایک دن اس جہان سے پردہ کرے گا اور سب لوگ بھی مر جائیں گے) اِس سے لوگوں نے جان لیا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسّلام اِس جہان سے پردہ کر گئے۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ابوبکر صدیقؓ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور خلافت کے لیئے آپ کو تجویز کیا کہ کلامِ پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی شان میں ایسے تین کلمے فرمائے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (سورۂ توبہ) ان دو میں سے وُہ دُوسرا شخص ہے جس کے واسطے غارِ ثور میں اس کے صاحب نے فرمایا تھا کہ غم نہ کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

ایک موقعہ پر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں آپ نے تمام اثاثہ قربان کر دیا اور جواباً عرض کیا۔

پروانے کو چراغ ہے بُلبُل کو پھُول بس
صدّیقؓ کے لیئے ہے خُدا کا رسُولؐ بس

حدیث مُبارکہ ہے۔ "اگر ابوبکرؓ کے ایمان کا تمام جن و انس کے ایمان کے مقابلہ میں موازنہ کیا جائے تو ابُوبکرؓ کے ایمان کا پلّہ زیادہ ہو گا۔ (بیہقی) یعنی باستثناء ایمانِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسّلام۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ان کے والد یعنی ابوبکرؓ مردوں میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ نیز آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن حضرت ابُوبکرؓ سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ اور وُہ بغیر حساب جنّت میں داخل ہوں گے۔ نیز اللہ تعالیٰ صدیق اکبرؓ کو رضوانِ اکبر کا مقام عطا فرمائیں گے۔

ایک مرتبہ صدیق اکبرؓ نے اسّی ہزار دینار بلکہ سب مال متاع راہِ خدا میں دے دیا

اور درویشی اختیار کر کے کملی بھی بی جسے کانٹے لگا کر سیا گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم متعجب ہوئے اور معاً جبریل امین علیہ السلام ویسا ہی لباس پہنے حاضر ہوئے اور بتایا کہ فلک پر تمام ملائکہ نے صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع میں ایسا لباس پہنا ہے اور اللہ تعالیٰ نے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سلام بھیجا ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ کسی شخص کا مجھ پر احسان باقی نہیں ہے جس کا میں نے معاوضہ نہ ادا کر دیا ہو سوائے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کہ اُس کا مجھ پر ایسا احسان ہے جس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ ہی دے گا۔ (ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپؓ نہایت حسین و جمیل تھے اور عتیق کے لقب سے ملقّب ہوئے۔

آپؓ نے دین کے مخالفین کی بیخ و بنیاد اُکھیڑ دی۔ آپؓ کی خلافت میں اسلامی لشکر شام و عراق وغیرہ تسخیر اور تاراج کرنے میں مصروف رہے۔ صدقہ، زکوٰۃ، جزیہ بدستور تمام ملک عرب سے وصول ہوتا رہا مسیلمہ کذّاب جس نے نبوّت کا جھوٹا دعوےٰ کیا تھا اور اسود عنسی جو خدائی کا مدعی ہوا تھا آپؓ کی ہی تیغ بے دریغ سے فنا فی النّار ہوئے۔

حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ صدّیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات پر صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اختلاف تھا کہ کہاں دفن کیا جائے اسی دوران ان پر غنودگی طاری ہوئی اور انہوں نے سنا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے ھَتُّوا الحَبِیْبَ اِلَی الحَبِیْبِ دوست کو دوست کے پاس پہنچا دو۔ وہ بیدار ہو گئیں تو معلوم ہوا کہ سب لوگوں نے اس آواز کو سُن لیا تھا۔

ابو بکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وصال کے وقت وصیت فرمائی کہ ان کے تابوت کو روضۂ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم پر لے جائیں اور عرض کریں السّلام علیک یا رسول اللہ یہ ابو بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) آپؐ کے آستانہ پر آیا ہے۔ اگر بات قبول ہو گئی تو دروازہ کھل جائے گا ورنہ مجھے وہیں دفن کر دینا ورنہ بقیع میں لے جانا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دروازہ کھل گیا اور آواز آئی کہ حبیب کو حبیب کے پاس لے آؤ آپؓ کی وصیت کے مطابق آپؓ کی بیوی اسماء بنت عُمیس (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) نے آپؓ کو

غسل دیا۔ چونکہ آپؓ انبیاء علیہما السّلام کے بعد افضل ترین انسان ہیں اس لیے آپؓ کی تاریخ وفات کلمہ احد میں نکلتی ہے۔ (۲۲۔ جمادی الآخر ۱۳ھ)

الٰہی بحرمتِ صاحبِ رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے مقرب اصحاب میں سے ہیں۔ ان کے حق میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اَلسَّلْمَانُ مِنَّا اَھْلُ الْبَیْتِ (سلمانؓ میرے اہل بیت میں سے ہے) آپؓ اصحاب صُفّہ میں سے ہیں۔

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی صحبت کے باوجود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے طریقہ اخذ کیا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے ساتھ بھی صحبت رکھی۔ آپؓ کی عمر شریف بعض کے نزدیک دو سو پچاس سال اور بعض کے نزدیک تین سو پچاس سال ہے۔

مروی ہے کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قبیلہ بنی کندہ کی ایک عورت سے شادی کی تھی جس سے دو لڑکے پیدا ہوئے اور آپ کی نسل کافی حد تک چلی چنانچہ اس ملک میں آج تک آپ کی نسل کافی حد تک چلی۔ چنانچہ اس ملک میں آج تک آپ کی نسل موجود ہے اور سب اہلِ علم اور صاحبِ کمال ہیں۔

آپؓ کی کنیت ابوعبداللہ اور وطن اہالی اصفہان ہے۔ ان کے والد مجوسی یعنی آتش پرست تھے آپ نے آتش پرستی سے بیزار ہو کر دینِ موسوی اختیار کیا۔ پھر حضرت عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے دین میں آئے جس راہب کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے تھے اس نے انتقال کے وقت آپ کو خبر دی کہ عرب کے شہر مکہ معظمہ اور مدینہ منوّرہ میں پیغمبر آخر الزمانؐ مبعوث ہو گا تو اس کے دین کو اختیار کر لینا اور میری طرف سے السّلام علیکم عرض کر دینا اور گزارش کرنا کہ میں بھی غائبانہ ان کے دین کو اختیار کیے ہوئے انتظارِ دید میں دنیا سے رخصت ہوتا ہوں۔ چنانچہ آپؓ نے بعد ازاں مدینہ منوّرہ پہنچ کر حضرت محمدؐ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دین کو اختیار کیا اور تمام عمر اسی جگہ بسر کر دی۔ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں دس ماہ رجب ۳۴ھ کو شہر مدائن میں رحلت فرمائی۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ

ایک رات میں مدینہ منورہ سے مدائن تشریف لے گئے اور آپ کو غسل دے کر اسی شب مدینہ طیبہ واپس تشریف لے آئے۔ آپ کا مزار مبارک مدائن میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں تربیت پائی۔ اور حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فیضِ حقیقی حاصل کیا۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ کے فقہائے سبعہ میں سے ہیں۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے مدینہ منورہ میں امام قاسم رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر علم و عمل، فضل و فقہ، حدیث و تفسیر اور علومِ طریقت و حقیقت میں کسی کو نہیں دیکھا۔ یومِ وفات ۴ یا ۲۴ جمادی الاوّل سنہ ۱۰۶ھ ہے۔ آپ کی عمر مبارک سو سال سے زائد تھی۔

الٰہی بحرمتِ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت امام جعفر بن محمد بن علی بن حسین بن حضرت علی رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین آپ رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبداللہ اور ابو اسمٰعیل اور آپ رضی اللہ عنہ کا لقب صادق ہے۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام فروہ بنت امام قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہ اماماں اہل بیت میں سے چھٹے امام ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ میں آپ کو دونوں طرف سے فیض اور نسبت حاصل ہے یعنی پہلی حضرت امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے ہیں یعنی اپنے نانا کی طرف سے اور دوسری اپنے آباد اجداد یعنی حضرت امام محمد باقر و امام زین العابدین و امام حسین و حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی طرف سے۔ آپ رضی اللہ عنہ مدینہ سکینہ میں تیرھویں ماہ ربیع الاوّل سنہ ۸۰ھ میں دوشنبہ (سوموار) کے دن پیدا ہوئے۔ اور دوشنبہ (سوموار) کے دن پندرھویں رجب سنہ ۱۴۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہی انتقال فرمایا۔ آپ کا مزار پُرانوار جنت البقیع میں اپنے باپ دادا کے

روضہ مبارک کے دامن میں ہے۔

آپؓ نے فرمایا کہ وَلَدَنِی اَبُوْ بَکْرٍ مَرَّتَیْنِ۔ یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے میں دوبارہ پیدا ہوا۔

الٰہی بحرمتِ سلطان العارفین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کا اِسمِ گرامی طیفور بن عیسٰی ابن آدم بن سروشان اور آپؒ کا لقب سلطان العارفین ہے۔ آپ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اجل اور اکمل خلیفہ تھے۔ اور اپنے زمانہ کے تمام اولیاء سے افضل اور اعلیٰ تھے۔ آپؒ کے جدِ امجد آتش پرستی کو چھوڑ کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ ہمارے درمیان ایسے ہیں جیسے فرشتوں کے درمیان جبرائیل علیہ الصلوٰۃ والسّلام۔

"تذکرۃ الاولیاء" میں منقول ہے کہ آپ نے ایک سو تیرہ (۱۱۳) پیروں کی خدمت کی اور سب پیروں سے فیوض و برکات حاصل کئے۔

آپؒ کو حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ظاہری صحبت نصیب نہیں ہوئی بلکہ آپؒ کو اُن سے رُوحانی اور اویسی نسبت ہے۔ کیونکہ آپؒ کا ظہور امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے انتقال کے کئی سال بعد ہوا ہے۔ آپؒ قصبہ بسطام میں ۱۳۶ھ میں پیدا ہوئے اور پندرھویں شعبان ۲۶۱ھ کو جمعہ کے دِن انتقال فرمایا۔ مزار پُرانوار بسطام میں ہے۔

آپؒ نے فرمایا۔ میں چاہتا ہوں کہ قیامت کا دن آئے اور میں اپنا خیمہ دوزخ کے کنارے لگاؤں جب دوزخ مجھ کو دیکھے گا تو اُس کی آگ کم ہو جائے گی۔ اور میں مخلوق کی راحت کا سبب بن جاؤں گا۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کا اِسم مبارک علی ابن جعفر ہے۔ آپؒ کو

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رُوحانی نسبت ہے جو اُن کے انتقال سے کئی سال بعد حاصل ہوئی۔ آپؒ قصبہ خراسان میں پیدا ہُوئے۔ آپ بالکل اَن پڑھ تھے۔ کئی سال تک حضرت بایزید علیہ الرحمۃ کے مزارِ مبارک پر جو خرقان سے چالیس کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے جاتے رہے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر تشریف لے جاتے اور صبح کی نماز کو واپس آجاتے مزارِ مبارک جب تک سامنے رہتا اُس کی طرف پُشت نہ کرتے بلکہ پس پا لوٹتے۔ جب دُور نکل آتے تب سیدھے ہو جاتے۔ ایک دن قبر سے غیبی آواز آئی کہ اَے ابُوالحسنؒ جا خلقت کو اللہ تعالےٰ کی طرف بُلا۔ عرض کی کہ میں اَن پڑھ ہوں۔ آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ تم کو علم دے دے گا چنانچہ اسی دن خرقان تک واپس آتے تمام علوم دِل پر منکشف ہو گئے۔ آپ اپنے زمانہ کے غوث اَور قطب تھے۔ آپؒ کے معارج کا حال اَور محبت آمیز اَور پُرراز و ناز کلمات جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہُوئے جا بجا کتابوں میں درج ہیں۔

شیخ عطار قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ شیخ ابُوالحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے بادشاہ اَور قطب اوتاد اَور ابدالِ عالم اَور اہلِ نظر طریقت کے سُلطان اَور کوہِ تمکین تھے۔ آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ کبھی ہرگز ایسے آدمی کے ساتھ صحبت مت رکھو کہ تم اللہ اللہ کرو اَور وُہ باتیں کرے ؎

با کسے صحبتے مدار اَے دیدہ ور
تو خدا گوئی و او چیزے دِگر

سلطان محمُود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ جو بقول لین پول ۳۸۸ھ (سنہ ۹۹۸ء) میں سریر آرائے سلطنت ہوا) آپؒ کا مُریدِ خاص تھا اَور ہندوستان پر حملوں کے پیچھے ان کے پیرِ طریقت کی اِجازت اَور راہنمائی اَور رُوحانی اِمداد کار فرما تھی۔ آپؒ نے شب عاشورہ ۱۰ محرم الحرام ۴۲۵ھ کو اِس جہان سے رِحلت فرمائی۔ مزارِ پُرانوار خرقان میں ہے۔

اِلٰہی بحُرمتِ حضرتِ ابُوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت ابُوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ قصبہ گورگان کے رہنے والے تھے۔ اَور خواجہ ابُوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مُرید تھے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

آپ کے مرید اور خلیفہ تھے بعضوں کے نزدیک شیخ ابوالفضل ختلی داتا صاحب علیہ الرحمۃ کے پیر بیعت ہیں۔ اور شیخ گورگانی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے شیخ صحبت یا شیخ تربیت۔ اسی طرح خواجہ بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ بھی جو کہ شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے باقاعدہ آپ کے حلقۂ بیعت و ارادت میں شامل تھے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بوعلی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی فضیل ابن محمد ہے۔ آپ قصبہ فارمد میں جو شہر طوس کے مضافات میں ہے ۴۳۴ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ حضرت امام ابوالقاسم قشیری رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۶۵ھ) کے شاگرد اور خراسان کے شیخ الشیوخ ہیں۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے باطنی نسبت اور علوم حقیقت کا استفادہ فرمایا تھا۔ آپ کو طریقت میں دونوں طرف سے نسبت حاصل ہے۔ ایک شیخ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ وہ بھی خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے دوسرے شیخ المشائخ حضرت ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ علیہ الرحمۃ نے شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ (وفات ۴۴۰ھ) سے استفادہ اور خرقہ بھی حاصل کیا۔ شیخ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی صاحبزادی کا عقد خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ کر دیا۔ آپ نے چوتھی ربیع الاول ۴۷۷ھ میں وفات پائی۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ یوسف علیہ الرحمۃ کے والد محترم کا اسم گرامی ابن ایوب اور کنیت ابویعقوب ہے آپ امامِ اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پیرو تھے۔ آپ نے فقہ۔ حدیث۔ تفسیر کی کتابیں مولانا ابواسحاق بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اور شیخ اسحاق شیرازی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی استفادہ فرمایا اور شیخ عبداللہ جوینی اور شیخ حسن سمنانی، خواجہ معین الدین چشتی اجمیری اور حضرت غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ عنہم اجمعین سے بھی مستفیض

ہوتے۔ ایک روز آپ نے فرمایا کہ سماع ایک سفیر ہے خدائے پاک کی طرف سے فتوحات کا مورد اور عالمِ غیب کا ذریعہ، عالمِ اجسام کی دوا اور ارواح کی غذا اور قلوب کی زندگی اور اسرار کی بقا اور اسرارِ الٰہی کے کشف کا ذریعہ ہے۔ وہ ایک درخشندہ تجلی ہے اور تابانِ آفتاب اور ارواح کا سماع۔ سماعِ قلوب کے ساتھ بساطِ قربِ الٰہی سے متعلق ہے۔

سماع کے متعلق طریقِ نقشبندیہ میں مشہور قول ہے کہ مبتدی را مضر، متوسط را مفید و منتہی را ضرورتِ آں نیست۔

آپ نے اوّل خرقۂ خلافت شیخ عبداللہ جوینی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیا اور حضرت بوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں پہنچ کر کمالات کی تکمیل فرمائی۔ آپ شہر ہمدان میں ۴۴۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۲۷ رجب ۵۳۵ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کا مزارِ مبارک ہرات کے قریب مرو میں واقع ہے اور مرجعِ خلائق ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و مسکن شہر غجدوان ہے جو بخارا سے چھ فرسنگ (پندرہ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔ آپ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل و اعظم خلیفہ اور خواجگانِ عالیہ نقشبندیہ کے سرِ حلقہ ہیں۔ آپ کا شجرۂ نسب چند واسطوں سے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپ کے والدِ محترم خواجہ عبد الجمیل رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ حضرت خواجہ خضر علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی بڑی محبت اور دوستی تھی اور انہوں نے خواجہ علیہ الرحمۃ کو بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں ایک بہت صالح، نیک اور زاہد فرزند عطا فرمائے گا۔ اس کا نام عبد الخالق ہوگا۔ آٹھ کلمے جن پر خواجگانِ نقشبندیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے طریقہ کی بنا ہے آپ ہی کے استنباط سے ہیں۔ اور وہ یہ ہیں:۔

۱۔ ہوش در دم	(۲) نظر بر قدم	(۳) سفر در وطن	(۴) خلوت در انجمن
۵۔ یاد کرد	(۶) باز گشت	(۷) نگہداشت	(۸) یادداشت

آپ نے بارہ ۱۲ ربیع الاول ۵۷۵ھ میں وفات پائی مزار مبارک غجدوان میں ہے۔
آپ سے بے شمار کرامتیں اور خوارق وابستہ ہیں۔ وفات سے قبل فرمایا کہ دوستو اللہ تعالیٰ نے مجھے رضامندی کی خوشخبری دی ہے۔ تھوڑی دیر کے بعد آواز آئی۔ یَا اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ اصحاب نے دیکھا تو آپ رحلت فرما چکے تھے۔

الٰہی بحرمتِ خواجہ محمد عارف ریوگر ھی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے اکبر و افضل خلیفہ ہیں۔
باطنی نسبت اور روحانی فیض حاصل کرنے کے بعد تاحیات اپنے مرشد کامل کی خدمت میں حاضر رہے۔ اور پیر روشن ضمیر کی وفات کے بعد سجادۂ ارشاد پر بیٹھے اور طالبانِ حق کی ہدایت میں مصروف ہوتے۔ آپ نے یکم شوال ۶۸۶ھ کو انتقال فرمایا۔ مرقد مبارک موضع ریوگر ھی میں ہے جو بخارا سے تقریباً چھ فرسنگ (۵ کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمود رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد عارف رحمۃ اللہ علیہ کے اجل و اکمل خلیفہ ہیں۔
آپ نے مصلحتِ وقت دیکھ کر طالبوں کو ذکرِ جہر کی تعلیم دی۔ ایک روز موضع امکنی میں ذکرِ جہر کی مجلس ہو رہی تھی کہ بخارا کے ایک جید عالم خواجہ حافظ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے حاضر خدمت ہو کر سوال کیا کہ آپ کے طریق میں ذکرِ خفی ہے۔ آپ ذکرِ جہر کیوں کرتے ہیں فرمایا ہم ذکرِ جہر اس لیے کرتے ہیں کہ سوتوں کو جگائیں اور غافلوں کو آگاہ کریں تاکہ خوابِ غفلت چھوڑ کر راہِ راست پر آجائیں نیز ذکرِ جہر مبتدی کے واسطے کافی ہے۔ اور منتہی اور متوسط کے لیے ذکرِ خفی واجب و لازم ہے۔ کیونکہ قاعدۂ اول ذکرِ جہر ہی ہے۔
آپ کا مولد اور مسکن قصبہ انجیر فغنہ ہے جو بخارا سے تین فرسنگ (۱/۲ ۷ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔ آپ نے ۱۷ ربیع الاول ۷۱۵ھ میں وفات پائی مزار مبارک موضع امکنہ میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمود انجیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم اور اکمل خلیفہ ہیں۔ وُہ مذہب حنفی کے پابند تھے اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ جو کوئی ایک روز آپؒ کی صحبت میں بیٹھ جاتا معرفتِ الٰہی تک پہنچ جاتا۔ آپؒ کا مولد شریف قصبہ رامیتن ہے جو بخارا سے دو فرسنگ (پانچ کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپؒ بھی بلحاظِ استعدادِ طالبان طریقت مبتدی کو ذکرِ جہر اور متوسط و منتہی کو ذکرِ خفی کی تعلیم فرماتے۔ آپؒ کے خلفاء میں چار مشہور و معروف ہیں اوّل، محمد کلاہ دوز رحمۃ اللہ علیہ (مزار خوارزم) دُوسرے خواجہ محمد صلاح (مزار بلخ) تیسرے خواجہ محمد یار رحمۃ اللہ علیہ جن کا مزار شریف خوارزم میں ہے۔ چوتھے بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ آپؒ نے ۲۷ رمضان المبارک ۷۲۱ھ میں رحلت فرمائی۔ مزارِ پُر انوار خوارزم میں ہے آپؒ کی عمر ایک سو تیس برس تھی۔

آپؒ فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہو۔ اگر یہ نہ ہو سکے تو کسی مقربِ بارگاہِ الٰہی کی صُحبت میں بیٹھو۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی ہے ؎

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خُدا
او نشیند در حضورِ اولیا

آپؒ فرماتے ہیں کہ بندگی کی شرط یہ ہے کہ بندہ خدا سے سوائے خدا کے اور کچھ نہ مانگے۔ ؎

گر کسے ہست در محبّت چُست
از خدا جُز خُدا نخواہد جُست

الٰہی بحرمتِ حضرت محمّد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ عزیزاں علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ کے اجل و اکمل و اعظم خلیفہ ہیں۔ آپ کا مولد و مسکن موضع سماسی ہے جو بخارا سے تین فرسنگ (۷½ کلومیٹر) کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آپ کے چار مشہور خلیفے تھے اوّل خواجہ محمد صوفی سوخاری رحمۃ اللہ علیہ

جن کی قبر سوخار میں ہے۔ دوسرے خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند خواجہ محمود سماسی رحمۃ اللہ علیہ تیسرے خواجہ دانشمند رحمۃ اللہ علیہ، چوتھے سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ۔ آپؒ نے دس جمادی الآخر ۷۵۵ھ انتقال فرمایا۔ مزار مبارک قصبہ سماسی میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ سیّد امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم و اکمل خلیفہ اور اپنے زمانہ کے مقتدا و پیشوا تھے اور سیّد بھی تھے۔ ایّامِ حمل میں اگر آپؒ کی والدہ مکرمّہ کوئی مشتبہ لقمہ کھا لیتیں تو پیٹ میں درد شروع ہو جاتا جب تک باہر نہ نکل آتا آرام نہ آتا۔ آپؒ نے ۸ جمادی الاوّل ۷۷۲ھ کو بروز جمعرات صبح کی نماز کے وقت وفات پائی۔ مزارِ پُر انوار موضع سوخار میں ہے جو بخارا سے پینتیس (۳۵) فرسنگ (تقریباً ۸۸ کلومیٹر) کے فاصلہ پر ہے۔

حضرت سیّد امیر کلال قدس سرّہٗ کے چار فرزند اور چار خلیفہ تھے۔ سب کے سب صاحبِ حال تھے۔ ہر ایک فرزند کی تربیت ایک ایک خلیفہ نے الگ الگ کی۔

(ا) امیر برہان الدین قدس سرّہٗ کی تربیت حضرت بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

(ب) امیر حمزہ قدس سرّہٗ کی تربیت مولانا عارف دیگ گرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کی (وصال ۸۰۴ھ) آپ سجادہ نشین ہوئے۔

(ج) امیر شاہ قدس سرّہٗ کی تربیت شیخ یادگار رحمۃ اللہ علیہ نے کی۔

(د) امیر عمر قدس سرّہٗ کی تربیت شیخ جمال الدین دہستانی نے کی۔

الٰہی بحرمتِ خواجۂ خواجگان حضرت سیّد شاہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم و اجل خلیفہ ہیں آپؒ کی نسبت و ارادت بظاہر خواجہ امیر کلال علیہ الرحمۃ سے ہے لیکن باطنی اور روحانی طور پر حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ سے فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپؒ اپنے زمانہ میں امامِ طریقت و حقیقت اور مقتدائے شریعت اور پیشوائے اہل سنت والجماعت تھے۔ بچپن ہی سے کرامات و

خوارق عادات اور آثارِ ولایت ظاہر اور نمایاں تھے۔ اور وہ مراتب و مقاماتِ عالیہ جو آپؒ کو حاصل تھے شاید ہی کسی کو حاصل ہوتے ہوں۔

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے سلوک کو انتہا تک پہنچایا اور فنا فی اللہ و بقا باللہ سے مشرّف ہوئے۔ یہ مقام ولایت کا ہے۔ پھر آپؒ مقامِ شہادت پر گئے اور پھر مقامِ صدّیقیّت کی انتہا تک پہنچے۔

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارا روزہ ماسوی اللہ کی نفی ہے اور ہماری نماز خدا کا دیدار ہے۔ چنانچہ یہ رُباعی آپؒ ہی کی ارشاد کردہ ہے۔

تا رُوئے تو دیدہ ام من اے شمع طراز نے کار کنم نہ روزہ دارم نہ نماز

چوں با تو بوم مجاز من جملہ نماز چوں بے تو بوم نمازِ من جملہ مجاز

(ترجمہ) جب تک تیرا دیدار پیشِ نظر ہے نہ کوئی کام ہو سکتا ہے اور نہ کسی صوم و صلوٰۃ کی ادائیگی تیری جناب میں حضوری ہی میری نماز ہے اور تیری جدائی میرے لئے گناہِ عظیم ہے)

آپؒ کے خلفاء میں خواجہ علاء الدین غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ، سراج الدین پیرستی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا سیف الدّین مناری قدس سرّہٗ اور مولانا سیف الدین شیخ خوشخواں بخاری قدس سرّہٗ خواجہ علاؤ الدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ شامل ہیں۔

آپؒ کو نقش بند اس لئے کہتے ہیں کہ آپؒ تاجر تھے۔ قالین بافی کا کارخانہ تھا جس میں قالینوں پر طرح طرح کی نقشبندی یعنی نقش و نگار کا کام کرتے اور کراتے تھے۔ آپؒ کا شجرۂ نسب پچیس واسطوں سے امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ ۱۸ محرم الحرام ۷۲۸ھ کو پیدا ہوئے اور ۳۔ ربیع الاوّل ۷۹۱ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار شریف موضع قصرِ عارفاں میں ہے جو بخارا سے ایک فرسنگ (۴½ کلومیٹر) کے فاصلے پر ہے۔

حضرت خواجہ حافظ شیرازی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں:۔

بہاؤ الدّینؒ طالب منزلاہ امامِ سنّت و شیخ جماعت

چو می رفت از جہاں ایں بیت میخواند براہلِ فضل ارباب بلاغت

بطاعت قرب یزداں می تواں یافت قدم در نہ گرت ہست استطاعت

بدیں دستور تاریخ وفاتش
برُوں آر از حرُوفِ "قربِ طاعت" ۷۹۱ھ

الٰہی بحُرمتِ حضرت خواجہ علاؤالدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ علاؤالدین عطّار رحمۃ اللہ علیہ کا اسمِ گرامی محمّد بن محمّد بن محمّد بخاری ہے۔ آپؒ ساداتِ بُخارا میں سے ہیں۔ آپؒ کا شجرۂ نسب امیر المؤمنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مِلتا ہے۔ آپؒ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم خلیفہ اور سجّادہ نشین ہیں۔ اور نسبتِ خلافت و ارادت کے علاوہ آپؒ کو خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں نسبتِ دامادی بھی حاصل تھی آپؒ روزِ دوشنبہ (پیر) ماہِ رجب ۸۰۲ھ کو بیمار ہوئے اور چہار شنبہ کی رات کو بعد از نمازِ عشأ انتقال فرمایا اور ۲۰۔ رجب ۸۰۲ھ کو مدفون ہوئے۔ مزارِ پُرانوار دہِ نوچغابیاں میں ہے۔

مادۂ تاریخ وفات ملاحظہ ہو۔

مقرّبِ بارگاہِ باری بُودہ
۸۰۲ھ

الٰہی بحُرمتِ حضرت خواجہ مولٰنا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ بہاءالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے بزرگ احباب اور اصحاب میں سے ہیں۔ حضرت نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے بیعت فرما کر آپؒ کو خواجہ علاءالدّین عطار رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کر دیا۔ جہاں سے آپؒ نے کمالات و فیوض و برکات حاصل کیے۔ آپؒ ظاہری و باطنی علوم میں علّامۂ دہر تھے۔ آپؒ نے علومِ ظاہری یعنی فقہ، حدیث، تفسیر و اصول وغیرہ ہرات اور مصر میں حاصل کیے۔ آپؒ کا مولد و مسکن موضع چرخ ہے جو غزنی کے نزدیک واقع ہے۔ آپؒ نے ۵۔ ماہ صفر ۸۵۱ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک شہر بلغنور میں ہے۔

آپؒ نے ایک مرتبہ یہ شعر پڑھا ؎

چو غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ ناصر الدین عبیداللہ بن محمود بن شہاب الدین نقشبند قدس سرّہٗ ہیں جو خواجہ محمد باقی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کی اولادِ بزرگوار میں سے ہیں۔ وُہ پہلے ولایتِ شاش میں سکونت رکھتے تھے۔ خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی والدہ ماجدہ خواجہ محمود شاشی کی دُختر نیک اختر ہیں جو شیخ عمر باغستانی قدس سرّہٗ کی اولاد میں سے ہیں جن کا سلسلہ نسبت سولہ واسطوں سے حضرت عبداللہ بن امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ خواجہ احرار قدس سرّہٗ نے بہت سے مشائخ و خواجگان سے فیض حاصل کیا۔ مگر طریقت و سلسلہ بیعت میں نسبت خاص آپؒ کو خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل ہے

آپؒ کی رُوحانی استمداد سے سمرقند پر اسلام پسند سُلطان نے فتح پائی۔ کبھی میرزا عبداللہ نے شکست کھائی اور قتل ہوا اور کبھی بابر کے ایک لاکھ جرّار سواروں کا لشکر پسپا ہو گیا۔

آپؒ ماہ رمضان ۸۰۶ھ میں پیدا ہوئے اور بروز شنبہ (ہفتہ) ۲۹ ربیع الاوّل ۸۹۵ھ میں وفات پائی۔ مزار پُر انوار سمرقند میں ہے۔

مولانا نور الدین عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کا درج ذیل قول حضرت خواجہ احرار قدس سرّہٗ کی تعریف میں ہے۔ ع امانت دار او یعقوبؒ چرخی

آپؒ اپنے وقت میں صاحب آیتِ عظمےٰ اور کراماتِ کبریٰ اور قطب الاقطاب تھے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد زاہد وخشی رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد زاہد علیہ الرحمۃ خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ کے نواسے ہیں نسبتِ ارادت و بیعت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی اور ان کی توجّہ سے مراتب و کمالات اور خلافت و کرامت سے فیض یاب ہوئے۔ آپؒ کو فقر، تفرید، تجرید، ورع و تقویٰ و زُہد میں نہایت اعلیٰ اور بلند مقامات و مراتب حاصل تھے۔ جب خواجہ قدس سرّہٗ کو خبر پہنچی کہ سُلطان محمود میرزا نے اپنے بھائی سُلطان احمد میرزا سے جنگ کرنے کی خاطر سمرقند کے محاصرہ کا ارادہ

کیا ہے تو آپؒ کو تہدیدی خط لکھا کہ اکابر اولیاء اللہ نے سمرقند کو بلدۂ محفوظہ کے نام سے یاد فرمایا ہے مگر وُہ باز نہ آیا اور آپؒ کی کرامت سے حیرت انگیز طور پر شکست کھائی اور گرفتار ہو کر مقتول ہوُا۔ آپؒ نے یکم ربیع الاوّل ۹۳۶ھ میں رحلت فرمائی۔ مزار مبارک موضع وخش میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ درویش محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ درویش محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمدؒ زاہد رحمۃ اللہ علیہ کے بھانجے ہیں نسبتِ ارادت و خلافت اپنے ماموں یعنی خواجہ محمدؒ زاہد علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ آپ علومِ ظاہری و باطنی کے جامع اور رموزِ طریقت و حقیقت کے واقف اور سخاوعطا میں مشہور تھے بیعت ہونے سے پہلے پندرہ سال زہد و ریاضت میں بسر کئے۔ آپؒ نے ۱۹ محرم الحرام ۹۷۰ھ میں وفات پائی۔ مزار مُبارک موضع استقرار (قریۃ الضرار) میں ہے جو شہر تستر آباد کے متّصل ہے اور شہرِ سبز کا مشہور موضع ہے

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ مولٰنا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت مولٰنا خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند اور خلیفہ حق پسند ہیں۔ آپؒ کا طریق خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ کے قدم بقدم تھا آپؒ کی عمر نوّے سال کے قریب تھی۔ آپؒ نے ۲۲ شعبان ۱۰۰۸ھ میں وفات پائی۔ مزار مبارک امکنگ میں ہے جس کو امکنہ بھی کہتے ہیں جو سمرقند کے قریب ایک موضع ہے۔

جناب مولانا قدس سرّہٗ نے وفات سے قبل اپنے خلیفۂ اکمل حضرت خواجہ محمدؒ باقی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خط لکھا جس میں بعد از اظہارِ اشفاق و اشتیاق یہ دو شعر لکھے تھے ؎

زجاں تا زماں مرگ یاد آمدم — ندانم کنوں تا چہ پیش آمدم
جدائی مبادا مرا از خُدا — دگر ہر چہ پیش آیدم شایدم

ترجمہ۔ جب مجھے موت یاد آتی ہے پتہ نہیں کیا پیش آئے۔ تمنّا ہے کہ مجھے خدا سے جُدائی نہ ہو اور جو کچھ پیش آنا ہے آجائے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت سیّد رضی الدّین المعروف خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

حضرت محمّد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اصل میں سمرقند و کابل کے رہنے والے تھے۔ آپؒ کا سلسلہ شیخ عمر باغستانی رحمۃ اللہ علیہ سے جاملتا ہے جو خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کی والدۂ ماجدہ کے آباؤ اجداد میں سے ہیں۔ آپؒ علوم ظاہری میں مولانا صادق حلوائی کے شاگرد ہیں طریقت میں ظاہری نسبت وارادت مولینا خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے لیکن باطنی اور رُوحانی تربیت آپؒ نے خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ سے پائی اور حضرت خواجہ امکنگی رحمۃ اللہ علیہ کے حکم سے دہلی میں تشریف لائے۔ ہندوستان میں سلسلہ نقشبندیہ کا آغاز آپؒ سے ہوا۔ آپؒ کی توجہ نہایت درجہ کی تاثیر رکھتی تھی۔ آپؒ نے بروز شنبہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ میں انتقال فرمایا مزار مبارک دہلی میں شاہجہان آباد کے باہر صدر میں ہے۔ آپؒ کی تصانیفِ لطیفہ اور مکاتیبِ شریفہ بہت ہیں۔

باوجود کمال و تکمیل کے آپؒ ہمیشہ اپنی نایافت کا اظہار فرماتے تھے عین دریائے وصال میں ہمیشہ خشک لب اور تشنہ رہتے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے فرمایا ہے۔ رُباعی ؎

در راہِ خُدا جُملہ ادب باید بُود   تا جان باقی است در طلب باید بُود
دریا دریا اگر بکامت ریزند   کم باید خورد و خشک لب باید بُود

ترجمہ۔ خدا کی راہ میں ادب اختیار کرنا چاہیئے جب تک جان باقی ہے خدا کی طلب میں رہے۔ اگر دریا بھی حلق میں ڈال دیئے جائیں تو وہ کم سمجھنے چاہئیں۔ اور طلب حق میں خشک لب رہنا چاہیئے۔

الٰہی بحرمتِ امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

جہانے را سرُودِ جاودانی   بیانش کاشفِ سرِّ نہانی
چہ خوش افزود رسمِ لَا اِلٰہَ را   تعالی اللہ مجدّد الف ثانیؒ

حضرت خواجہ محبوبِ سُبحانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فارُوقی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا

شجرۂ نسب ۲۸ واسطوں سے امیر المومنین حضرت عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ حنفی مذہب کے پابند اور اعتقادات میں مجتہد تھے۔ شہنشاہِ اکبر اور جہانگیر سے ٹکر لی۔ اکبر آپؒ کی توجہ سے ہلاک ہو گیا اور جہانگیر تائب ہوا۔ آپؒ کے "مکتوبات شریف" علمِ معرفت اور طریقت کا شاہکار ہیں۔ آپؒ نے بعض علوم اپنے والدِ ماجد شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے علمائے سرہند سے حاصل کیے۔ پھر سیالکوٹ جا کر معقول کی کتابیں مولانا کمال کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے اور حدیث کی کتابیں شیخ یعقوب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں اور قاضی بہلول بدخشانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی حدیث اور تفسیر کی سند حاصل کی۔ تصوف کی کتابیں بھی اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔ اور بعض سلسلوں میں بیعت و اجازت بھی اپنے والدِ بزرگوار رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کی۔ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں آپؒ کی بیعت اور ارادت خواجہ باقی باللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے۔ سلسلہ قادریہ میں شاہ سکندر کیتھلی رحمۃ اللہ علیہ سے اور سلسلہ صابریہ چشتیہ اور سہروردیہ میں اپنے والدِ محترم شیخ عبد الاحد رحمۃ اللہ علیہ سے۔ آپؒ ظاہری و باطنی علوم و مقامات و معارف میں یکتا تھے۔ آپؒ کے خوارق و کرامات بے شمار ہیں۔ آپؒ کے مجدد الف ثانی ہونے کے بارے میں تمام مکاتیب کے علماء نے اتفاق کیا ہے۔

آپؒ کے سات فرزندِ ارجمند ہوئے:۔

۱۔ خواجہ محمد صادقؒ۔ آپؒ عالمِ شباب میں داغِ مفارقت دے گئے۔

۲۔ شیخ محمد سعید خازن الرحمۃؒ۔ آپؒ مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسندِ خلافت پر قائم مقام ہوئے۔

۳۔ خواجہ محمد معصوم عروۃ الوثقیٰؒ۔ آپؒ بھی مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد مسندِ خلافت پر قائم مقام ہوئے۔

۴۔ محمد اشرفؒ۔ عالمِ شیر خوارگی میں رحلت فرما گئے۔

۵۔ شیخ محمد فرخؒ۔ ۱۸۔ برس کی عمر میں انتقال فرمایا۔

۶۔ شیخ محمد عیسےٰؒ۔ ۸۔ سال کی عمر میں وفات پائی۔

۷۔ خواجہ محمد یحییٰؒ۔ آپؒ کی اولاد بھوپال میں ہے۔

روضۂ اقدس حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرّہ العزیز

بمقام سرہند شریف (بھارت)
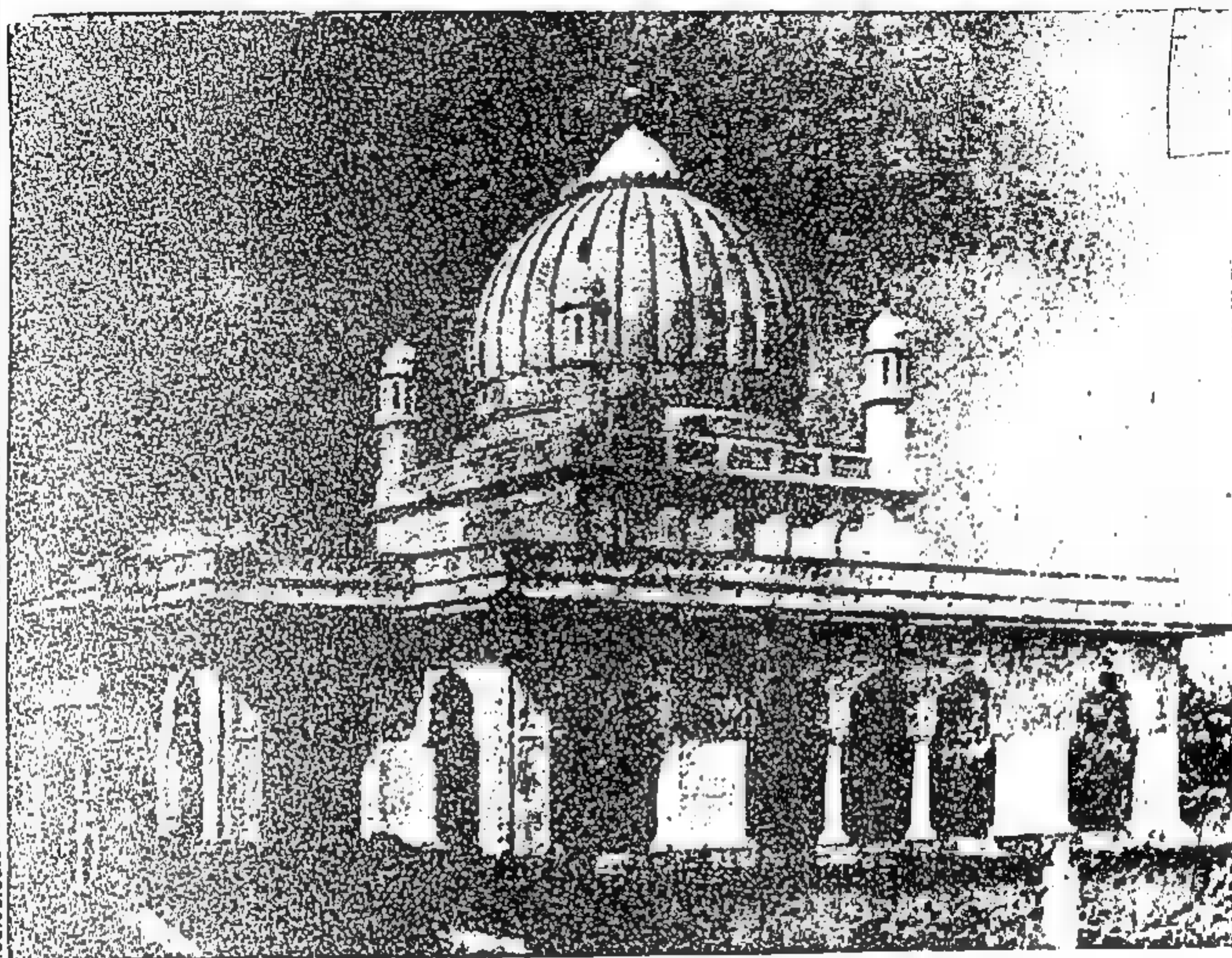
حضرت قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ صفاتِ مجدّدیہ کا آئینہ تھے اور آپؒ کو حضرت مخدومنا امام ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ سے والہانہ عشق تھا اور حضرت مجدّد صاحب علیہ الرحمۃ بھی آپؒ پر بہت مہربان تھے۔ جوانی کے زمانے میں قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ سالانہ عرس مبارک میں شرکت کے لیے باقاعدہ سرہند شریف تشریف لے جاتے تھے۔ آخری عمر میں بوجہ علالت اور نقاہت آپؒ سفر کرنے کے ناقابل تھے۔ اور فرماتے تھے کہ اب قرب و بعد کا فرق مٹ گیا ہے۔ گویا ہمہ وقت روحانی حضوری رہتی ہے۔

جہانے را سرودِ جاودانی	بپایش کاشفِ سرِّ نہانی
چہ خوش افزود رسمِ لاالٰہ را	تعالیٰ اللہ مجدّد الف ثانی

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ ۹۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور بروز سہ شنبہ بوقت صبح ۲۸ ماہ صفر ۱۰۳۴ھ میں انتقال فرمایا۔ علامہ اقبالؒ نے آپؒ کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا ہے۔ ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجددؒ کی لحد پر — وہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار
اس خاک کے ذرّوں سے ہیں شرمندہ ستارے — پوشیدہ ہے اس خاک میں وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے — جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیِ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

آپؒ کا مزارِ پُر انوار سرہند شریف میں ہے۔ مشہور ہے کہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ میں امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھوں قلعہ سرہند اور شہر کی بنیاد رکھی گئی جو کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مورثِ اعلیٰ تھے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ المعروف عروۃ الوثقیٰ (قیوم ثانی)

حضرت شیخ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے تیسرے فرزندِ ارجمند ہیں۔ ابھی تین سال کے تھے کہ توحیدِ وجودی کی باتیں آپؒ سے سرزد ہونے لگیں۔ آپؒ نے ایک ماہ میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ سولہ برس کی عمر میں تمام ظاہری اور باطنی علوم سے فارغ ہو گئے۔ پندرہ برس کی عمر میں ذکر و مراقبہ کا طریق اپنے والدِ ماجد رحمۃ اللہ علیہ سے سیکھ کر طریقۂ مجددیہ کی اشاعت میں مصروف ہوئے۔ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر آپؒ ہی کا مرید تھا۔ آپؒ ۱۰۰۹ھ میں پیدا ہوئے اور ۹ ربیع الاوّل ۱۰۷۹ھ میں رحلت فرمائی۔ مزارِ پُر انوار سرہند شریف میں ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شان میں اپنی زبانِ الہام ترجمان سے بیان فرمایا ؎

مورِ مسکیں ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست بر پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

ترجمہ۔ عاجز چیونٹی کو نہا نہ کعبہ جانے کی آرزو ہوئی۔ اس نے کبوتر کے پاؤں کو پکڑ لیا جو وہاں

جا رہا تھا تو یہ بھی فوراً وہاں پہنچ گئی۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ (نقشبند ثانی)

حضرت خواجہ حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند اور خلیفہ حق پسند ہیں۔ آپؒ کا لقب نقشبند ثانی ہے۔ آپؒ ظاہری اور باطنی علوم میں لاثانی تھے اور زہد و تقویٰ میں نہایت ثابت قدم تھے۔ رات دن ذکرِ الٰہی میں بسر کرتے تھے۔ آپؒ نے انتیس ۲۹ محرم الحرام ۱۱۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ آپؒ کا مزارِ پُرانوار سرہند شریف میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ حضرت خواجہ حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے پوتے ہیں۔ ظاہری و باطنی علوم و اجازت و خلافت کا استفادہ اپنے دادا بزرگوار یعنی خواجہ نقشبند ثانی حضرت خواجہ حجۃ اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے کیا۔ آپؒ کو خدا تعالےٰ نے دین و دُنیا کی دولت عطا فرمائی تھی۔ پادشاہِ وقت اور تمام اُمراء وُزراء آپؒ کے مُرید و معتقد تھے۔ آپؒ آدھی رات کو تہجّد کے لئے اُٹھتے اور نمازِ تہجّد میں کبھی چالیس بار اور کبھی ساٹھ بار سُورۂ یٰسین شریف پڑھتے۔ بعد از نمازِ شام اوّابین ادا کر کے دس ہزار بار ذکرِ نفی اثبات کرتے۔ پھر مردوں کا حلقہ فرماتے اور اُن کو توجہ دیتے۔ عشاء کی نماز پڑھ کر آپؒ بادشاہی محلّوں میں تشریف لے جا کر عورتوں کا حلقہ فرماتے۔ آپؒ کے حلقۂ ذکر میں ہزار ہزار مرد اور دو دو تین تین سو عورتیں ہوا کرتی تھیں۔ فجر سے چاشت تک آپؒ مراقبہ میں مشغول رہتے۔ پھر مردوں کا حلقہ کرتے اور ان کی طرف متوجّہ ہوتے۔ آپؒ کا ہمیشہ معمول تھا کہ حبسِ دم کے ساتھ تمام دن میں چوبیس ہزار مرتبہ نفی اثبات اور پندرہ ہزار مرتبہ اسمِ ذات کا ذکر کرتے۔ آپؒ نے چہار شنبہ کے دن ۴ ذیقعدہ ۱۱۵۹ھ میں انتقال فرمایا۔ پہلے آپؒ دہلی میں مدفون ہوتے بعد ازاں آپؒ کا تابوت وہاں سے لا کر سرہند شریف دفن کیا گیا۔

الٰہی بحرمتِ حضرت قطب الدین حیدر خواجہ محمد اشرف مدنی رحمۃ اللہ علیہ (قانی سہرسلہ)

خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ کا اِسمِ مبارک قطب الدین بخاری اور لقب حیدر حسین ہے

آپؒ کا اصلی وطن ماوراء النہر ہے۔ ظاہری و باطنی علوم میں بڑے کامل و یکتا تھے۔ سرہند شریف آکر علومِ باطنی و نسبتِ ارادت و فیوض و برکات کا استفادہ خواجہ محمد زبیر رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اور تا زیست مرشدِ کامل سرہند شریف میں رہے اور اُن کے وصال کے بعد مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے اور ایک عرصہ سرہند شریف میں قیام فرمایا۔ جب حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد آپؒ سے بگڑ گئی اور آپؒ سے دشمنی کرنے لگی تو آپؒ بارھویں صدی ہجری کے آغاز میں ہجرت کر کے مدینہ منورہ چلے گئے اور آپؒ کی غیرت سے سرہند ویران ہو گیا۔ اسی واسطے امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کو بانی سرہند کہتے ہیں اور خواجہ قطب الدین رحمۃ اللہ علیہ کو فانی سرہند۔ عرصہ چھ سال تک سرہند شریف میں وہ تباہی رہی کہ شہر کی اینٹ سے اینٹ بج گئی اور سکھوں کے ہاتھوں اسلام کا یہ گہوارہ اُجڑ کر رہ گیا۔

خواجہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ آدم بنوری رحمۃ اللہ علیہ کی قبریں جنت البقیع میں امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزارِ اقدس کے دامن میں ہے۔ اور ماضی میں حضرت ﷺ کے روضہ مبارک کا پانی ان قبروں پر گرتا تھا لیکن اب سعودی حکومت نے تمام قبّے مسمار کر دیئے ہیں۔ آپؒ کی تاریخ وفات ۱۱ رجب ۱۱۸۰ھ ہے۔

الٰہی بحرمتِ خواجہ سیّد جمال اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ

حضرت خواجہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب حضرت امیر المومنین علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ ظاہری علوم میں بڑے علّامہ اور حافظِ قرآن مجید تھے۔ آپؒ کا اصلی وطن بخارا ہے۔ وہاں سے بحالت مجذوبی سرہند شریف میں تشریف لائے اور خواجہ شاہ محمد اشرف رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی اور فیوض و برکات کا استفادہ فرمایا۔ سرہند شریف کے تاخت و تاراج ہو جانے کے بعد آپؒ نے رام پور میں قیام فرمایا۔ آپؒ کے تین خلیفے جانشین اور صاحبِ ارشاد تھے۔ اوّل شیخ صحرائی رحمۃ اللہ علیہ جو جنگل کی طرف نکل گئے اور پھر واپس نہ آئے۔ دوسرے خواجہ درگاہی شاہ رام پوری رحمۃ اللہ علیہ جو قصور کے رہنے والے تھے تیسرے شاہ محمد علیسے رحمۃ اللہ علیہ گونڈا پوری۔ آپؒ نے تمام عمر تجرید میں بسر کی اور شادی نہیں کی۔

آپ نے ۹ ماہ صفر سنہ ۱۲۰۹ھ کو انتقال فرمایا۔ مزار مبارک رام پور میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ کا شجرۂ نسب حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہٗ سے جا ملتا ہے۔ آپؒ ظاہری و باطنی علوم میں یکتائے زمانہ تھے۔ آپؒ کا اصل وطن موضع چوڑہ ضلع ملتان میں ہے۔ خواجہ جمال اللہ رحمۃ اللہ علیہ سے باطنی نسبت و ارادت کا استفادہ فرمایا اور خلافت پاکر موضع گونڈا پور ضلع بنوں میں قیام فرمایا۔ آپؒ کے تین فرزندِ ارجمند تھے۔ ایک خواجہ پیر محمدؒ دوسرے خواجہ جان محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ، تیسرے خواجہ علی محمد رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کی وفات کے بعد خواجہ جان محمد رحمۃ اللہ علیہ مسند خلافت پر بیٹھے۔ آپؒ نے ۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۲۰ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک موضع گونڈا پور ضلع بنوں میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مولد و مسکن تیراہ (علاقہ کابل) ہے آپ فاروقی النسب ہیں آپؒ کا شجرہ چند واسطوں سے امام رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ بانیٔ سرہند سے جا ملتا ہے آپؒ نے فیوضِ حقیقی اور علومِ باطنی حضرت محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے اور خلافت بھی عطا ہوئی۔ آپؒ نے ۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۵ھ یا ۱۲۴۵ھ میں وصال فرمایا۔ مزار مبارک تیراہ شریف میں ہے۔

الٰہی بحرمت خواجہ نور محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ نور محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ خواجہ محمد فیض اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ ارجمند اور خلیفہ حق پسند ہیں آپؒ نے ظاہری و باطنی علوم کا اپنے والدِ محترم سے استفادہ فرمایا اور بعد ازاں مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔

پنجاب کے دوستوں کی تکلیف دیکھ کر جو انہیں پہاڑی راستوں اور پٹھانوں سے

پہنچتی تھی آپ تیراہ سے ہجرت فرما کر موضع چورہ ضلع اٹک میں اقامت گزیں ہو گئے۔ آپ کے چار فرزندِ ارجمند تھے۔ ایک خواجہ احمد گل رحمۃ اللہ علیہ جو تیراہ شریف میں اپنے دادا بزرگوار کے روضہ مبارک پر قائم مقام رہے۔ دوسرے خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ تیسرے خواجہ دین محمد رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ چوتھے خواجہ شاہ محمد رحمۃ اللہ علیہ۔ آپ کے انتقال کے بعد خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور خواجہ دین محمد رحمۃ اللہ علیہ مسندِ خلافت پر متمکن ہوئے۔ آپ کے چار مشہور و معروف خلیفے تھے۔ ایک خواجہ اللہ نور ختکی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے خواجہ شاہ محمد نامدار تھیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔ تیسرے خواجہ محمد منیر ہوشیار پوری رحمۃ اللہ علیہ چوتھے خواجہ عبد اللطیف رحمۃ اللہ علیہ سکنہ قصہ خوانی۔ آپ نے ۲۱ شعبان ۱۲۸۸ھ میں انتقال فرمایا۔ آپ کی عمر ایک سو ساٹھ سال ہوئی مزار مبارک چورہ شریف میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ حضرت خواجہ فقیر محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ

خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ خواجہ نور محمدؒ رحمۃ اللہ علیہ کے دوسرے فرزند ارجمند اور خلیفہ برحق ہیں آپ ظاہری باطنی علوم و فیوض میں کمال دستگاہ رکھتے تھے۔ آپ کی توجہ میں کیمیائی تاثیر تھی۔ اکثر طالبوں کو ایک ہی توجہ میں صاحبِ ارشاد و خلافت بنا کر رخصت فرما دیتے۔ آپ کے خوارق و کرامات بے حد و بے شمار ہیں۔ آپ نے ۱۳۱۵ھ میں چورہ شریف میں انتقال فرمایا۔ آپ کے مفصلہ ذیل خلیفے بہت مشہور و معروف ہیں:۔

اوّل۔ قبلہ عالم حضرت خواجہ حافظ عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ عیدگاہ راولپنڈی شریف

دوم۔ حافظ فتح الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مزار مبارک موضع رنگ پورہ متصل سیالکوٹ) آپ نے تمام عمر تجرید میں بسر کی۔ کمال درجہ کے متقی متورع اور منکسر المزاج تھے

سوم۔ حضرت خواجہ سیّد حافظ جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔

چہارم۔ حضرت خواجہ سیّد جماعت علی شاہ ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ علی پور سیداں ضلع سیالکوٹ۔

پنجم۔ سیّد اکبر شاہ رحمۃ اللہ علیہ ساکن کرتو ضلع سیالکوٹ۔

ششم۔ راجہ شیر باز خاں رحمۃ اللہ علیہ ساکن ترڈھکی متصل گوجر خاں ضلع راولپنڈی۔

ہفتم۔ مولوی محمد حسین رحمۃ اللہ علیہ ساکن پسرور ضلع سیالکوٹ۔ آپؒ کی بیعت حافظ فتح الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی لیکن اجازت و خلافت حضرت فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔

ہشتم۔ صاحبزادہ صاحب خواجہ غلام محی الدین رحمۃ اللہ علیہ سکنہ باولی شریف ضلع جہلم

نہم۔ مولوی غلام محمد صاحب بگوی رحمۃ اللہ علیہ سابق امام بادشاہی مسجد لاہور

دہم۔ مولوی محمد حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن گجرات

یازدہم۔ مولوی غلام نبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سکنہ چاک قریشی

دوازدہم۔ صاحبزادہ نواب علی رحمۃ اللہ علیہ۔ آپؒ نے ۲۹۔ محرم الحرام ۱۳۱۴ھ میں انتقال فرمایا۔ مزار مبارک چورہ شریف میں ہے۔

الٰہی بحرمتِ محبوبِ سبحانی، قطبِ ربانی، غوثِ صمدانی، شیخی و امامی
غوثِ اعظم حضرت خواجہ حافظ محمد عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ

کریما! کر کرم بہرِ کریمی
رحیما! رحم کر بہرِ رحیمی
کریما! بس کرم کا واسطہ ہے
کہ نسبت ہے مری عبد الکریمیؒ

حضرت خواجہ خواجگان خواجہ حافظ عبد الکریم قدس سرہٗ حضرت خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے اعظم و اکمل خلیفہ ارجمند و جانشین حق پسند ہیں۔ آپؒ کا مولد اور مسکن شہر راولپنڈی شریف محلہ شاہ چراغ صاحب ہے۔ بعد ازاں سید پوری روڈ پر نیا مکان بنا کر اقامت اختیار کر لی جو کہ اب محلہ حضرت صاحب کے نام سے مشہور ہے۔ آپؒ ذات کے مغل ہیں اور شہنشاہ بابر کی اولاد ہیں۔ ابتدا میں چھاپہ گری (رنگریزی) کی دوکان کر کے وجہ معاش حاصل کیا کرتے تھے۔ لیکن بعد میں حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی نظرِ عنایت سے دوکان کو ترک کر کے یادِ الٰہی اور طالبانِ حق کی رشد و ہدایت میں مصروف ہو گئے۔ مرشد اور مرید میں بلند پایہ محبت اور شفقت و عقیدت تھی۔ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "حافظ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) میرے بیٹے ہیں۔ جو کوئی ان کے ساتھ دشمنی کرے گا وہ میرا دشمن ہے اور جس نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اس نے میرے ہاتھ پر بیعت کی۔"

حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کو ہی اپنی وفات کے وقت خاص طور پر طلب فرما کر آخری دیدار و ملاقات و فیض و برکات سے سرفراز و ممتاز فرمایا تھا۔

ایسے ہی خواجہ خواجگان حضرت خواجہ دین محمد المعروف حضرت ملّا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو حضرت باواجی خواجہ فقیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین تھے اپنے وصال سے پہلے عام دوستوں میں فرمایا تھا کہ یہ شخص (حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت باواجی رحمۃ اللہ علیہ کے دوستوں میں سے سچا شخص ہے۔ جو کوئی میری اولاد میں سے یا حضرت باواجی صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے اس کے ساتھ حسد یا عداوت کرے گا وہ جھوٹا ہے۔

آپؒ حافظِ قرآن تھے۔ قرآن مجید اس ترتیل اور تجوید سے پڑھتے تھے کہ دلوں پر بے انتہا رقّت طاری ہو جاتی۔ غیر مسلم بھی آپؒ کی آواز پر فریفتہ تھے۔ ابتداء زمانہ میں جس مسجد میں آپؒ نے نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنانا ہوتا تھا خلقت کا بے پناہ ہجوم ہو جاتا تھا۔ حضرت خواجہ رحمۃ اللہ علیہ بھی آپؒ کی قرأت پر فریفتہ تھے۔ جب جماعت کا وقت آتا تو فرماتے کہ حافظ صاحبؒ جماعت کرا دو یا نماز پڑھا دو۔ آپؒ طبعاً خلوت پسند تھے اور اوقاتِ شب و روز میں سے بیشتر حصہ عیدگاہ میں بسر کرتے تھے۔ جہاں آپؒ نے ایک خلوت خانہ اور ایک کنوآں بھی بنوایا۔ اس کنوئیں کا پانی ٹھنڈا، شیریں اور ہاضم تھا۔ اکثر بیمار اس کا پانی پی کر شفا پاتے تھے۔ بعد ازاں عیدگاہ کے گرد اگرد کی زمین بھی اللہ تعالیٰ نے حضورؒ کے قبضہ میں دے دی۔ اس زمین میں سب سے پہلے صاحبزادہ مولوی عبدالعزیز صاحب مرحوم نے یارانِ طریقت کے آرام کے لیے کوٹھی کی طرز کا ایک مکان بنوایا اور ایک کنواں بھی اور لگوایا جس سے باقی مزروعہ زمین کو پانی دیا جاتا تھا۔ اس زمین کی زراعت کا کام چند مخلص دوستوں کے سپرد تھا۔

آپؒ کا حلقۂ ارادت بہت وسیع تھا اور دُور دراز سے دوست حصولِ فیوض و برکات کے لیے آتے تھے۔ ۱۸۹۹ء میں آپؒ نے القائے ربّانی سے ۸۔ جون کو درگاہ شریف میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا سالانہ عرس شروع کیا کیونکہ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کی شمسی تاریخ ہے۔ اس کے علاوہ دیگر انبیاء کرام اور مشائخ عظام کے اعراس بھی منائے جاتے تھے۔ آج کل عیدگاہ شریف راولپنڈی میں دو سالانہ عرس منائے جاتے ہیں۔ ایک تو حسبِ سابق ۸۔ جون کو اور دوسرا ۱۲۔ جنوری کو حضرت عبدالرحمٰن عرف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس منایا جاتا ہے جو حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندِ دلبند اور سجادہ نشین تھے۔

حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کا طریق کار بعینہٖ سلف صالحین کا سا تھا۔ آپؒ کی مجلس کبھی ذکرِ الٰہی سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ آپؒ تہجد سے لے کر اشراق تک اور بعض دن چاشت تک دروازہ بند کیے ذکر و مراقبہ میں مشغول رہتے۔ بعد ازاں طالبانِ حق کو شرفِ ملاقات بخشتے اور ان کے حال پر توجہ فرماتے اور بیماروں اور حاجت مندوں کے لیے دُعا وغیرہ سے کام لیتے۔ دوپہر کو

قیلولہ فرماتے ظہر کی نماز کے بعد کبھی قرآن مجید کے معانی و اسرار اور کبھی تصوّف کی کتابوں کا مطالعہ اور کبھی "حکایات الصالحین" اور مثنوی مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کا تکرار ہوتا رہتا۔ عصر سے مغرب تک اکثر آپؒ مراقبہ میں مشغول رہتے۔ نماز مغرب کے بعد ہر روز ختم خواجگان رضوان اللہ علیہم اجمعین پڑھا جاتا۔ سفر و حضر میں کبھی ناغہ نہ ہوتا۔ اس کے بعد حلقۂ ذکر ہوتا۔ رات کا کھانا آپؒ نمازِ عشاء سے فارغ ہو کر تناول فرماتے۔ آپؒ کا لنگر اتنا طیب اور منزّہ، لذیذ اور پُرفیض ہوتا تھا۔ راقم الحروف فقیر عاجز انیس احمد نے ۱۹۳۴-۳۵ء میں حضرت حافظ جی قدس سرّہٗ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی جب کہ میں ساتویں، آٹھویں جماعت کا طالب علم تھا۔ کم عمری کے باوجود مجھے اِس بات کا شعور ہے کہ لنگر کی دال روٹی اِس قدر لذیذ اور پُرکیف تھی کہ آج بھی مجھے اس کی لذّت زبان پر محسوس ہوتی ہے۔ آپؒ کے خوارق عادات و کرامات بے حد و بے شمار ہیں۔ جن کا مختصر ذکر بعد میں آئے گا۔ آپؒ ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء کو بروز آخری چہار شنبہ بتاریخ ۲۸ صفر ۱۳۵۵ھ انتقال فرما گئے۔

آپؒ کے پانچ فرزند ارجمند تھے جن میں سے مولوی عبدالعزیز صاحبؒ، مولوی عبدالرحیم صاحبؒ، مولوی عبدالحی صاحبؒ اور مولوی محمد شریف صاحبؒ یکے بعد دیگرے عین عالمِ شباب میں انتقال کر گئے۔ منجھلے صاحبزادے مولوی عبدالرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ آپؒ کے بعد مسندِ ارشاد پر فائز ہوئے۔

مولانا مولوی عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ محکمہ چونگی میں اچھے عہدہ پر ملازم تھے۔ باوجود دُنیاوی مصروفیات کے فرائضِ طریقت و شریعت یعنی نمازِ پنجگانہ، تہجّد و نوافل، تلاوتِ قرآن مجید، اور ذکر و مراقبہ میں نہایت مستغرق رہا کرتے تھے۔ تہجّد کے وقت سے اشراق تک تنہا مراقبہ میں مشغول رہتے۔ آپؒ کی توجہ میں برقی تاثیر تھی۔ پہلی توجہ میں دوستوں کا حال متغیر ہو جاتا تھا۔ آپؒ تخلقوا باخلاق اللہ کا مجسم نمونہ تھے۔ دوست و دشمن کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے تھے۔ عوام و خواص اور ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ حُسنِ سلوک اِس قدر تھا کہ ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ جو محبت مولوی صاحبؒ کو اس کے ساتھ ہے کسی اور سے نہیں۔ آپؒ کا چہرہ ہمیشہ ہشاش بشاش اور خنداں رہتا تھا۔ تنگ دست، غریب اور محتاج دوستوں کی خدمت پوشیدہ اور درپردہ طور پر فرماتے تھے۔ اِصلاح بین النّاس میں آپؒ کو کامل مہارت تھی۔ اور لوگ اپنے لڑائی جھگڑوں میں آپؒ کے فیصلے کو

دل و جان سے تسلیم کرلیا کرتے تھے غرض دینی اور دنیاوی معاملات میں نہایت متدین، پاکباز، متقی، راست رَد، خوش خلق، عادل و منصف غرض بہمہ صفت موصوف تھے۔

آپ نے عالمِ شباب میں داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ آپ نے ایامِ مرض میں اپنی اہلیہ محترمہ کو فرما دیا تھا کہ آپ کو عالمِ جاودانی کی طرف سے بلاوا آگیا ہے اور آپ کے کانوں میں آوازیں آرہی ہیں کہ مرحبا، خوش باش جلدی آؤ۔ آپ نے وصیت فرمائی کہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ان کا جو مالی حصہ ہے اُس سے مسجد تعمیر کی جائے تاکہ اس کا ثواب مجھے پہنچتا رہے جب سکراتِ موت اور نزع کی حالت طاری ہوئی تو فرمایا کہ راستہ چھوڑ دو اور جگہ خالی کر دو کہ جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم تشریف مبارک لائے ہیں اور آپ کے ہمراہ اور بھی بہت سے عربی لوگ ہیں۔ چنانچہ اسی اثناء میں وُہ جگہ خوشبو سے معطّر ہوگئی۔ اور کلمہ طیبہ پڑھتے جاں بہ جاناں تسلیم کی۔ اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیْہِ رَاجِعُون۔

آپ نے بیالیس ۴۲ سال کی عمر میں بروز چہار شنبہ ۳۰ شوال ۱۳۴۲ھ مطابق ۴ جون ۱۹۲۴ء بوقت عصر سوا چھ بجے انتقال فرمایا اور ۵ جون بروز جمعرات یکم ذیقعدہ کو سپردِ خاک کر دیا گیا۔ آپ کے مزارِ مبارک کے لیے جو جگہ منتخب کی گئی وُہ وُہی تھی جس کی نسبت جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے جناب خواجہ حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کو بشارت دی تھی کہ ان کی قبر وہاں ہوگی اور آپ کی قبر کو اللہ تعالیٰ زندہ رکھے گا۔ چنانچہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی نشان کے موافق ایک کھڑہ بنوایا ہوا تھا اور اس جگہ کی حد بندی کر دی گئی تھی۔ اب اس پر ایک بلند عالیشان گنبد بنایا گیا ہے۔ اس جگہ کی مٹی میں جناب مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے روضۂ منورہ کی خاکِ پاک کے آثار نمودار ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

صاحبزادہ مرحوم کی کوئی اولاد نہ تھی۔ کوٹھی اور کنواں دوستوں کے آرام کے لیے آج بھی موجود ہیں۔ مرحوم کی وصیت کے مطابق عید گاہ کے سامنے برلب سڑک ایک عمدہ مسجد تعمیر کی گئی ہے جس کے دروازے پر یہ شعر کندہ ہے ؎

اے دوست بیا کہ ما ترا ایم
بیگانہ مشو کہ آشنا ایم

مولوی عبدالرحیم صاحبؒ جناب حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے چھوٹے فرزند تھے۔ بہت ہی نیک، دیندار، خدا یاد، جفاکش، متواضع اور بردبار تھے۔ دوستوں کے ساتھ بڑے مؤدّب رہا کرتے تھے۔ سادہ طبیعت اور خاموشی پسند تھے۔ آپؒ کے ایک فرزند ارجمند منظور الٰہی مرحوم تھے جن کا ۱۹۷۷ء میں انتقال ہو گیا۔ مولوی صاحب مرحوم نے بائیس سال کی عمر میں ۴ ربیع الاوّل ۱۳۳۸ھ کو انتقال فرمایا۔

الٰہی بحرمتِ قطب الاقطاب غوث الاعظم حضرت خواجہ حافظ عبدالرحمٰن المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الحاج خواجہ حافظ عبدالرحمٰن قدس سرہٗ قبلہ حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کے دُوسرے فرزندِ ارجمند اور مسندِ ارشاد کے جانشین تھے۔ آپ بروز دوشنبہ ۸ جون ۱۸۹۶ء مطابق ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۲۳ھ بوقت صبح صادق پیدا ہوئے۔

آپؒ نے ابتدائی تعلیم اسلامیہ سکول راولپنڈی میں حاصل کی۔ پھر دینیات اور صرف و نحو کی کتابیں راولپنڈی شریف ہی میں بعض اساتذہ سے پڑھیں۔ ازاں بعد لاہور کے مدرسہ نعمانیہ میں تعلیم پاتے رہے پھر دارالعلوم دیوبند میں مولانا مولوی محمود الحسن صاحبؒ کی خدمت میں حدیث اور فقہ کی سند حاصل کی اور دیگر اساتذہ کرام سے بعض علوم و ادبیات کا استفادہ فرمایا۔

خواجہ خواجگان حافظ عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی مبارک میں ہی آپؒ اجازت و خلافت سے سرفراز تھے۔ ۱۳۳۳ھ میں تحصیلِ علم سے فارغ ہونے پر قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کو قرآن مجید کے درس کے لئے مامور فرمایا تاکہ دوستوں کو قرآن مجید کی تفسیر سے واقفیت حاصل ہو۔ چنانچہ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ روزانہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ درس دیتے رہے آپؒ قرآن مجید کی تلاوت خوش الحانی سے کرتے اور معرفت کے اسرار و رموز بھی خوب واضح کرتے۔ لطف کی بات یہ کہ دیوبندی مکتب فکر کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا بلکہ وہ معرفت روحانی اور تصوّف کے پہلے سے زیادہ داعی بن گئے۔ اپنے دو جوان بھائیوں کی جوانا مرگ سے آپؒ کو بے حد ذہنی صدمہ ہوا۔ دیگر خانگی امور کی وجہ سے آپؒ کی طبع نازک پر کافی اثر پڑا۔ بایں ہمہ آپؒ نے مسندِ ارشاد سنبھالتے ہی تمام فرائض بخوبی سرانجام دیئے۔ ثانوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت ہی متّبع شریعت تھے بدعات

سے انہیں سخت نفرت تھی۔ ولایت کے آثار ان کے ظاہر و باطن سے نمایاں تھے خصوصاً حضرت مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض و برکات کا اثر آپؒ پر غالب تھا۔ قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے حینِ حیات میں ہی آپؒ نے سنہ ۱۳۳۳ھ سے نمازِ جمعہ کی امامت کے فرائض انجام دینے شروع کیے۔ آپؒ بلند پایہ مناظر تھے اور معترض حضرات کو نہایت مدلّل اور شافی جواب دیتے۔ آپؒ نے حج بھی کیے اور دیگر مقاماتِ مقدّسہ کا سفر بھی کیا۔ آپؒ کا وصال ۲ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء بمطابق ۱۳۔ رجب سنہ ۱۳۸۰ھ بروز سوموار ہوا۔ مزار مبارک راولپنڈی عیدگاہ شریف میں ہے۔ اور مرجعِ خلائق ہے۔

مزارِ پُرانوار قطبِ ربّانی محبوبِ سُبحانی، غوثِ صمدانی حضرت حافظ محمّد عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی
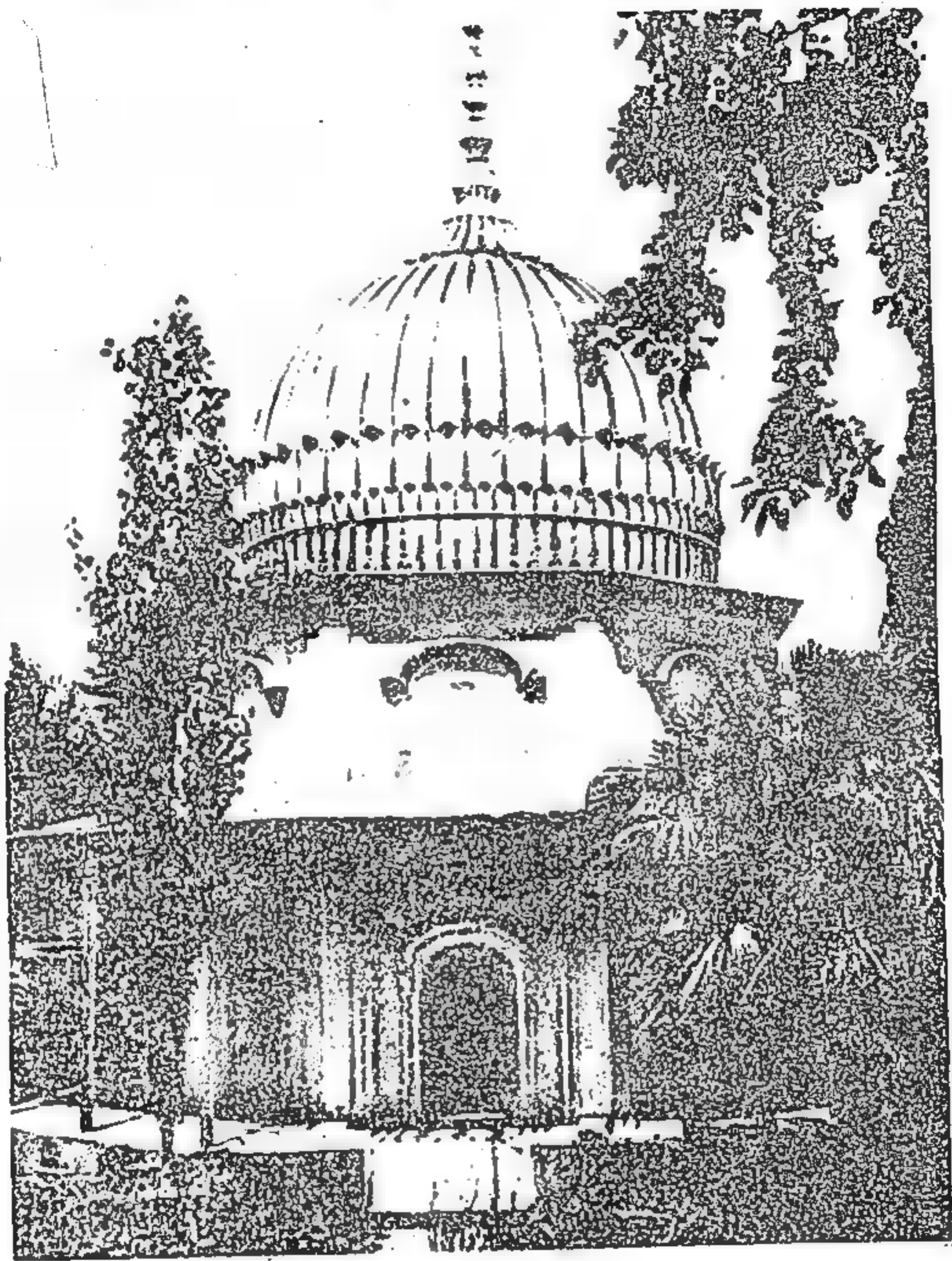
سنہ ۱۹۱۱ء میں حج بیت اللہ شریف کے بعد قیامِ مدینہ منوّرہ کے اثنا میں جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے قبلہ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کو اُن کی قبر کی جگہ دِکھلائی گئی۔ سنہ ۱۹۱۵ء میں قبلہ عالم صاحب علیہ الرحمۃ نے اُس جگہ پر چبوترہ بنوا دیا۔ پچیس ۲۵ سال بعد سنہ ۱۹۳۶ء میں آپؒ کے وصال کے بعد آپؒ کو اُسی جگہ دفن کیا گیا۔ آپؒ کو بشارت دی گئی تھی کہ اللہ تعالیٰ آپؒ کی قبر کو زندہ رکھے گا۔ آپؒ سے روایت ہے کہ یہ مزار شریف ایک مرتبہ تباہ ہوگا اور پھر گجرات کے کسی دوست کے ہاتھوں اس کی نئی تعمیر ہوگی۔ واللہ اعلم بالصّواب

آیاتُ الکریم

مِرے گُناہ زیادہ ہیں یا تِری رحمت
کریم تُو ہی بتا دے حِساب کر کے مجھے

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حافظ محمد عبد الکریم تعالیٰ فرد

عکسِ دستخط مبارک قبلۂ عالم حافظ محمد عبد الکریم صاحب قدس سرہٗ

الحمد للہ رب العالمین

حمد بے حد مر خدائے پاک را
آں کہ ایماں داد مشتِ خاک را

اللہ کریم کا بندۂ عاجز پر ایک یہی احسان بے حد و بے اندازہ ہے کہ الرّحمٰن الرّحیم کی رحمت بے پایاں نے اس مشتِ خاک کو نورِ ایمان سے نوازا اور مسلمان بنایا پھر ملّتِ ابراہیمی علیہ السّلام میں پیدا کر کے افضل الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر الاُمّۃ کا فرد بنایا یہ وہ نعمتِ عظمیٰ ہے کہ انسانی تصوّر اس کا حق شکر ادا کرنے سے عاجز ہے ؎

بریں نازم کہ ہستم اُمّتِ او گنہ گارم و لیکن خوش نصیبم

اور اس عنایتِ بے غایتِ الٰہی کا شکر کس طرح ادا ہو کہ بندۂ عاجز کو اُمّتِ محمدیہ کے بہترین سلسلۂ سلوک سے وابستہ کیا ؎ نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند
کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی قدس سرّہٗ فرماتے ہیں کہ میں کس زبان سے حق سبحانہٗ تعالےٰ کی اس نعمتِ عظمےٰ کا شکر بجا لاؤں کہ مجھے اہلِ سُنّت والجماعت کے صحیح عقیدے کے مطابق سلسلۂ نقشبندیہ کے طریقۂ سلوک سے نوازا کہ فقیر کے نزدیک اس طریقہ کا ایک قدم دوسرے طریقے کے ہزار قدم کے برابر ہے۔ اور انبیاء علیہم السّلام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نقشِ قدم پر ہے۔

"ہدایت الانسان" میں ہے کہ :۔

"بعض ابنائے زماں تصوّرِ شیخ کو شرک کہتے ہیں۔ حالانکہ اس پر شرک کی تعریف صادق نہیں آتی۔ بزرگانِ دین میں اکابر عن اکابر اس کی تعلیم چلی آتی ہے اور مشائخ علیہم الرحمۃ نے اس کو ایک وسیلہ ہدایت و رہنمائی سمجھا ہے۔ طالب صادق تصوّرِ شیخ کو معبود نہیں سمجھتا نہ شیخ کا ذکر کرتا ہے نہ اس کا نام لیتا ہے نہ یہ سمجھتا ہے کہ شیخ میرے حالات کو دیکھ رہا ہے بلکہ وہ ذکرِ خدا کرتا ہے اور مرشد کو درمیان اپنے اور ہادیِ برحق کے

ایک رابطہ اور واسطہ سمجھتا ہے جیسے کہ کعبہ درمیان عابد و معبود کے ایک رابطہ ہے۔
اور نعمتِ ہدایت یا فیض فقط اللہ جل شانہٗ کی طرف سے ملتی ہے۔"

"ارشادِ رحیمیہ" میں حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب ابو حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہم فرماتے ہیں:۔

"طریقِ سوم رابطہ است بہ پیرکہ بمقامِ مشاہدہ رسیدہ باشد و بہ تجلیاتِ ذاتیہ متحقق گشتہ باشد۔ دیدار وے بمقتضائے ھُمُ الَّذِیْنَ اِذَا رَءُوْا ذُکِرَ اللّٰہُ فائدہ ذکر دہد و صحبت وے بموجب ھُمْ جُلَسَآءُ اللّٰہِ نتیجہ صحبتِ مذکور دہد۔"

خود حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنی پیاری کتاب قرآن مجید و فرقان الحمید میں ارشاد فرماتا ہے کہ وَابْتَغُوْٓا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ یعنی اللہ سے ملنے کے واسطے وسیلہ اختیار کرو۔ اور یہ بھی ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ یعنی کہہ دو (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) یہ میرے خدا کا راستہ ہے۔ میں اپنے آپ کو اور اُن کو جو میرے پیرو ہیں راہِ ہدایت کی طرف بلاتا ہوں اور رسولِ اکرم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ۔ یعنی شیخ اپنی قوم میں مثل نبی کے ہے اپنی اُمت میں۔ اور آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا کہ مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ لَا دِیْنَ لَہٗ۔ یعنی جس کا کوئی شیخ نہ ہو وہ بے دین ہے۔ نیز آپ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ مَنْ لَّا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہٗ اِبْلِیْسُ۔ یعنی جس کا کوئی شیخ نہ ہو اُس کا مرشد شیطان ہے۔

طالبانِ ہدایت کے لئے ایسے شیخ کامل کی اشد ضرورت ہے جو اللہ تعالیٰ کی راہ کی طرف رہبری فرماتے۔ اور اُس کی نسبت بالواسطہ یا بلاواسطہ شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے متصل ہو۔ اور حبیب ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے اتّباعِ کامل سے آراستہ ہو اور مریدین اور سالکینِ طریقت کے لئے بھی لازم ہے کہ اسے اپنے سلسلہ کی اسناد کا علم ہو اور وہ اپنے سلسلہ کے بزرگانِ دین کے حالات، کرامات اور تعلیمات سے پورے طور پر واقف ہو۔ چنانچہ شجرۂ طیّبہ کا پڑھنا اسی سلسلے کی کڑی ہے۔ سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حکایات المشائخ جندٌ من جنود اللہ تعالیٰ۔ کہ شیوخ کی حکایت اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔

مولانا عبدالرحمٰن جامی علیہ الرحمۃ اِسی قول کو یُوں پیش کرتے ہیں ؎

ہجومِ نفس و ہوا کز سپاہِ شیطانند — چو زور بر دلِ مردِ خُدا پرست آورد
بجز جنودِ حکایاتِ رہنمایاں را — چہ تاب آنکہ بریں رہزناں شکست آورد

یعنی کہ نفسانی خواہشات و خیالات شیطان کا لشکر ہیں۔ جب وُہ کسی اللہ کے بندے کے دل پر حملہ کرتے ہیں تو شیوُخ کی حکایات کے لشکر کے سوا کسی کو یہ طاقت نہیں کہ ان رہزنوں کو شکست دے سکے اور تو اور خود کلامِ پاک انبیائؑ کے قِصّوں سے بھرا ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو مخاطب کر کے فرماتا ہے:۔

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ یعنی ہم تم سے نبیوں علیہم السّلام کے حالات بیان کرتے ہیں تاکہ اس سے تمہارے دِل کو ہم جمعیت بخشیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے۔ تَتَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِيْنَ۔ کہ صالحین کے ذِکر کے وقت رحمت نازل ہوتی ہے۔ چُنانچہ اِس امر پر اُمّتِ محمّدیہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا اجماع ہے کہ تفسیرِ قرآن اور احادیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلّم کے بعد اولیاء اللہ اور علمائے دین کے اقوال بہترین کلام ہیں۔ مولانا رُوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؎

بر مُریدِ صادق و صاحب تمیز — ہست ذِکرِ سیرتِ پیراں عزیز
ذِکرِ پیراں تازہ ایمانش کُند! — قِصّۂ آں جلوہ بر جانش کند

ایک اور کامل و اکمل بزرگ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونا وُہ سعادتِ عظیم ہے جس کا الفاظ میں حق ادا نہیں ہو سکتا۔ بقول مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ ؎

قال را بگذار مردِ حال شو — پیشِ مردِ کاملے پامال شو
تا نیفتد بر تو مردے را نظر — از وجُودِ خویش کَے یابی خبر
ہیچ نکُشد نفس را جُز ظلِّ پیر — دامنِ آں نفس کُش را سخت گیر

گر تُو سنگِ خارہ و مرمر شوی
چُوں بصاحبِ دِل رسی گوہر شوی

یعنی جب تک کسی کامل کی نظر تجھ پر نہ پڑے تجھے اپنی اصلیّت کی خبر نہیں ہو سکتی۔

شیخ کے سوا کوئی اپنے نفس کو مار نہیں سکتا۔ پس تو ایسے نفس کُش کا دامن مضبوطی سے تھام لے۔ اگر تُو سنگِ خارا ہوگا تو صاحبِ دل کے پاس جا کر موتی بن جائے گا۔

سیّدنا امام ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ "مکتوبات شریف" میں فرماتے ہیں۔ کہ فنافی الشّیخ ہونے کے بغیر فنافی الرّسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) اور فنافی اللہ کا مقام حاصل نہیں ہو سکتا۔

زاں رُوئے کہ چشمِ تست احول　　　معبُودِ تو پیرِ تست اوّل

مولانا رُوم علیہ الرحمۃ مزید ارشاد فرماتے ہیں ۔

آں کہ خواہد ہم نشینی با خُدا　　　او نشیند در حضورِ اولیاء

حقیقت تو یہ ہے کہ ۔

خاصانِ خُدا، خُدا نہ باشند　　　لیکن از خُدا جُدا نہ باشند

اور اولیاء اللہ کی رُوحانی اعانت اور استمداد کے بغیر ہمارا نامۂ اعمال سیاہ کا سیاہ ہی رہے گا ۔

بے عنایاتِ حق و خاصانِ حق　　　گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت اور اہل اللہ کی نظرِ عنایت کے بغیر اگر فرشتہ بھی ہو تو اُس کا نامۂ اعمال سیاہ ہی ہوگا۔

وَمَا عَلَیْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

اَلَآ اِنَّ اَولِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوفٌ عَلَیھِم وَلَاھُم یَحزَنُونَ

انبیاء علیہم السلام کے بعد مخلوقاتِ الٰہی میں سب سے افضل اور اعلیٰ مرتبہ اولیاء اللہ کا ہے کیونکہ یہ نفوسِ قدسیہ بمصداق آیت یحبھم ویحبونہ خدا تعالیٰ کے سچے عاشق بھی ہیں اور محبوب بھی۔ اولیائے کرام کی جماعت ہر زمانہ میں موجود رہی ہے اور موجود رہے گی۔ کیونکہ دنیا کا قیام انہیں کے مبارک وجود سے قائم ہے۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے کشف المحجوب میں فرمایا ہے کہ خدا تعالےٰ کسی وقت بھی زمین کو بے حجت نہیں رکھتا اور اس امت کو بغیر ولی کے نہیں رکھتا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارکہ ہے کہ میری امت میں ہمیشہ ایک ایسا گروہ رہے گا جو نیکی پر قائم رہے گا۔ اور میری امت کے چالیس آدمی سنتِ ابراہیمی پر ہمیشہ قائم رہیں گے۔"

حضرت ذوالنون مصری اور ابوتراب نخشبی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندہ سے ناراض ہوتا ہے اس کی زبان کو اولیاء اللہ پر طعن وتشنیع اور اعتراضات و انکار کرنے میں دراز فرما دیتا ہے۔

ابراہیم قصار رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ دنیا میں دو چیزیں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں۔ ایک فقیروں کی صحبت، دوسرے اولیاء اللہ کی محبت اور ان کی خدمت۔

ابوالعباس عطا علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر تو ان کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتا تو کم از کم ان کے دوستوں سے تعلقات اور محبت پیدا کر۔ وہ تیری شفاعت کریں گے۔

محمد بن سماک قدس سرہٗ نے اپنے وصال سے قبل دعا فرمائی کہ اے خدا تجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میں تیری نافرمانی کرتے وقت تیرے فرماں برداروں سے محبت کرتا تھا۔ آج تو ان کی دوستی کو میرے گناہوں کا کفارہ کر دے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ مشائخ کے دیدار و ملاقات کو غنیمت جاننا چاہیئے۔ کیونکہ اگر ان پیرانِ کامل کا دیدار نہ حاصل نہ ہو تو پھر اس کی تلافی ممکن نہیں۔ محرومی ہی رہے گی۔ شوقِ دیدار تو

ہمہ وقت ہوتا ہے لیکن ہر وقت دیدار ممکن نہیں۔

ابُو عبداللہ سنجری علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ سب سے زیادہ مفید چیز نیکوں کی صحبت ہے۔ اور افعال واقوال میں اُن کی پیروی اور اولیاء اللہ کے مزاراتِ مقدسہ کی زیارت اور حاضری۔

خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ کا بیان ہے کہ نیکوں کی صحبت میں بیٹھنا نیکی کرنے سے زیادہ بہتر اور مفید ہے۔ اسی طرح بُروں کی صُحبت میں بیٹھنا گناہ کرنے سے زیادہ نقصان دہ ہے مثل مشہور ہے کہ ؂

صُحبتِ صالح ترا صالح کُند　　صحبتِ طالح ترا طالح کُند

مولانا رُوم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں ؂

یک زمانہ صحبتے با اولیاء　　بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت سُلطان ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ علیہ اور فرشتے کی مُلاقات کا واقعہ مشہور ہے حضرتؒ نے فرشتہ سے کہا کہ اگر میرا نام خدا کے دوستوں میں نہیں ہے تو مجھے اہل اللہ کے دوستوں میں شمار کرلو۔ دُوسری شب وُہ فرشتہ ان لوگوں کی فہرست لے کر آیا جسے اللہ نے اپنا محبُوب دوست قرار دیا تھا اور حضرت ابراہیم بن ادھم رحمۃ اللہ کا نام سرِ فہرست تھا۔

سیّد الطائفہ حضرت جنید بغدادی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اگر کسی کو پاؤ کہ اس میں ایمان ہے اور اولیاء اللہ سے خلوص و عقیدت رکھتا ہے تو اس سے دُعا کی درخواست کیا کرو۔

حسین بن منصُور حلّاج رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ جو شخص اولیاء کی باتوں کو تسلیم کرے اور اُن کو حق سمجھے اور اُن سے فیض اُٹھائے میرا سلام اُن کو پہنچا دو ؂

بآں گروہ کہ از ساغرِ وفا مستند　　سلامِ ما برسانید ہر کجا ہستند

حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؂

شنیدم کہ در روزِ اُمّید و بیم　　بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

شیخ شروانی علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے کہ ایسے شخص سے سلوک کرو جو اولیاء اللہ کو دوست رکھتا ہے آپؒ نے اولیاء اللہ کے دوستوں کا امتحان لینا، سوالات یا کرامات کا مطالبہ کرنے سے منع فرمایا۔

سہیل بن عبداللہ تستری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بدنصیبی اور محرومی کی علامتوں میں سے ہے کہ اولیاء اللہ کی صحبت اور زیارت سے احتراز کرے اور ان کی باتوں اور نصیحتوں کو قبول نہ کرے بلکہ دل سے ان کا انکار کرے۔

ابوعبداللہ مغربی قدس سرہٗ کا قول ہے کہ درویش مخلوقِ خدا کی رحمتِ الٰہی ہیں۔ ان کی برکت سے مصیبتیں دور ہوتی ہیں۔

حضرت غوث الثقلین محبوب سبحانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے کہ گروہِ اولیاء دنیا اور آخرت کے بادشاہ ہیں شیخ ابوالحسن غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اولیاء جہان کے مالک ہیں۔ آسمان سے بارش اور رحمت ان کے قدموں کی برکت سے نازل ہوتی ہے اور ان ہی کے صفائے قلبی اور اخلاصِ عمل کی بدولت زمین سے نباتات اگتی ہے۔

علّامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ؎

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو
ید بیضا لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں
جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا رکھا ہے اہلِ دل کے سینوں میں
تمنّا دردِ دل کی ہو تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

شیخ الاسلام حضرت خواجہ عبداللہ انصاری قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے "خدایا! یہ عجیب بات ہے جس نے اولیاء کی جستجو کر لی اس نے تجھے پا لیا اور جب تک تیری معرفت نہیں حاصل ہو گی — اولیاء شناسی ممکن نہیں۔

شیخ ابوالخیر چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جواں مرد کو چاہیئے کہ جواں مرد کی جستجو کرے۔ اور جس نے جواں مرد کی جستجو کر لی گویا وہ خدا تک پہنچ گیا۔

علّامہ اقبال علیہ الرحمۃ نے فرمایا ؎

قدم در جستجوئے آدمے زن
خدا ہم در تلاشِ آدمے ہست

حسین یادیں

پھول کی پتّی سے کٹ سکتا ہے ہیرے کا جگر
مردِ ناداں پہ کلامِ نرم و نازک بے اثر

رات یُوں دل میں تری کھوئی ہُوئی یاد آئی — جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آجائے
جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے بادِ نسیم — جیسے بیمار کو بے وجہ قرار آجائے

سُبحان اللہ! "انوار الکریم" کی تالیف و تصنیف کے سِلسلے میں عاجز کو آثار الکریم کا نسخہ دیکھنے کا اِتفاق ہُوا۔ دورانِ مطالعہ سیّدنا و مولانا اِمامِ ربّانی حضرت مجددؒ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے وُہ اشعار نظر پڑے جن کا آغاز اِس شعر سے ہوتا ہے ؎

ہر روز باشی صائماً، ہر لیل باشی قائماً — در ذِکر باشی دائماً، مشغول شو در ذِکرِ ھُوْ

اور پھر عاجز کے کانوں میں دُور سے آتی ہُوئی ایک طویل ھُوْ کی آواز رس گھولنے لگی۔ اور عاجز کے ذہن پر سے عُمر بھر کا پڑا ہُوا سیاہ نقاب اُٹھ گیا اور اچانک ہی اس بھُولی بسری نورانی مجلس کی یاد دِل میں چٹکیاں لینے لگی جس کا اِن گنہگار آنکھوں نے آج سے پینتالیس سال پہلے مسجد عید گاہ شریف راولپنڈی میں مشاہدہ کیا تھا۔ اور آج گویا پھر چشمِ تصوّر سے ؎

یُوں اُن کی بھری بزم کو ہم دیکھ رہے ہیں
جیسے کوئی تصویرِ ارم دیکھ رہے ہیں

ایک انجانا سا کیف عاجز کے روئیں روئیں میں سرایت کر گیا ہے۔ عاجز کے حواس مختل ہو گئے ہیں اور عاجز کی زبان بے خودی کے عالم میں وُہی شعر گنگنا رہی ہے ؎

ہر روز باشی صائماً، ہر لیل باشی قائماً — در ذِکر باشی دائماً، مشغول شو در ذِکرِ ھُوْ

اور پھر اقبال علیہ الرحمۃ کا یہ شعر والدِ مرحوم کی مانُوس آواز میں عاجز کی رُوح کے کانوں کے ساتھ ٹکرایا۔

مٹا دیا مرے ساقی نے عالمِ من و تو — پِلا کے مجھ کو مئے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ ؎

اللہ کریم کی لاکھ لاکھ رحمتیں ہوں والدِ محترم، اُستاذ المکرم الحاج شیخ نصیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ پر، جنہوں نے جہاں بطور والد دُنیاوی آسائشوں سے نوازا اور بطور اُستاد دُنیاوی علوم سے بہرہ ور کیا وہاں عاقبت اور رُوحانی نجات کے لیئے بھی اقدام کر گئے۔ اور ۱۹۳۳ء یا ۱۹۳۴ء میں جب کہ عاجز چھٹی یا ساتویں جماعت کا طالب علم تھا محبُوبِ سُبحانی، قُطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی، مقبولِ بارگاہِ رب الرحیم حضرت خواجہ حافظ محمد عبد الکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں پیش کر دیا۔

زباں پہ بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مرے زباں کے لیئے

اور یُوں اس بندۂ عاجز کو حضرت قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت کا شرف حاصل ہوا۔ آج عمرِ عزیز کے سینتالیس بیش قیمت سال برباد ہو جانے کے بعد بھی اس حسین یاد نے عاجز کے دِل میں ایک عجیب قسم کی کیفیتِ اُمید و رجا پیدا کر دی ہے۔

اللہ اللہ! اُس محفلِ ذکر کا منظر آج بھی آنکھوں کے سامنے گھوم رہا ہے۔ اُس وقت عاجز محض طفلِ مکتب تھا۔ اور طریقت کا مطلق شعور نہ تھا۔ لیکن عاجز کے ذہن میں وُہ حسین نقش بجنسہٖ آج بھی محفوظ ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ گذشتہ سینتالیس سالوں میں ذہن میں بھول کر ایک مرتبہ بھی یہ خیال نہیں آیا۔ اور اب اچانک پُوری کی پُوری داستان آنکھوں کے سامنے اُبھر آئی ہے۔

مسجد عید گاہ شریف کا کھلا صحن تھا۔ مسجد کے سامنے کی تعمیرات ابھی وجُود میں نہیں آئی تھیں۔ حضرت قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ سر جھکائے مصلّے پر رونق افروز تھے۔ آپؒ کے گرد اگرد کثیر مجمع تھا سب لوگ باریش اور درویش صُورت نظر آتے تھے۔ اور سب ہاتھ باندھے، گردنیں جھکائے خاموش کھڑے تھے۔ وسط میں بے شمار لوگ مؤدب حضورؒ کے قدموں میں بیٹھے تھے۔ وُہ محفل گویا زمانہ سلف کے اولیاء اللہ کی محفل کی نشانی تھی۔ ہائے کہاں گئے وُہ لوگ اور کہاں گئیں وُہ صُورتیں۔ قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبانِ مُبارک سے فرمایا کرتے تھے کہ جیسے دوست مجھے ملے ہیں کسی کو نہیں ملے۔ دِل میں اِک ہُوک سی اُٹھتی ہے۔ قبلۂ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کا مشفقانہ انداز اور متبسم چہرہ عاجز کو آج بھی یاد ہے۔ اور جب جامع مسجد روڈ والے مکان شریف سے قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پاپیادہ دوستوں کو جلو میں لیئے اَللہ ھُو کے آہنگ کے ساتھ نمازِ عصر کے قریب

عیدگاہ شریف لے گئے، اُس منظر کا نقشہ بھی عاجز کی آنکھوں کے سامنے پھر رہا ہے۔

گئے دِنوں کا سُراغ لے کر کدھر سے آئے کِدھر گئے وُہ
عجیب مانوس اجنبی تھے مجھے تو حیدان کر گئے وُہ
شکستہ پا راہ میں کھڑا ہُوں گئے دِنوں کو بُلا رہا ہُوں
جو بھرباں میرے ہم سفر تھے مثالِ گردِ سفر گئے وُہ

اور پھر ایک قاری نے خوش اِلحان پیرائے میں متذکرہ بالا اشعار پڑھنے کا آغاز کیا۔

ہر روز باشی صائماً، ہر لیل باشی قائماً — دار ذکر باشی دائماً مشغول شو در ذکرِ ھُو

اور ھُو کے لفظ پر تمام حاضرین ایک لمبی لَے کے ساتھ ھُو کا وِرد کرتے جب نظم ختم ہو گئی تو اللہ ھُو کا ذکر شروع ہو گیا۔ اور گویا رقص بسمل کا سماں بندھ گیا۔ لوگ ماہیِٔ بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور پھر

نمے دانم چہ منزل بُود آں جائے کہ من بُودم — سراپا رقص بسمل بُود آں جائے کہ من بُودم
پری پیکر نگارے، سرو قدے لالہ رخسارے — سراپا آفتِ دل بُود آں جائے کہ من بُودم

خدا خود میرِ مجلس بُود اندر لامکاں خسروؔ
محمدؐ شمعِ محفل بُود آں جائے کہ من بُودم
(بہ تصرف قلیل)

پرانے لوگ آج بھی کہتے ہیں کہ قبلہ عالم حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر جلال اور جمال کی وُہ تجلیات نظر آتی تھیں کہ آنکھ نہ ٹک سکتی تھی۔ اور آپؒ کی چشمِ پُر افسوں میں نہ جانے کیا تاثیر تھی کہ شقی القلب سے شقی القلب انسان کا دِل موم ہو جاتا۔

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا — نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دِلبری کیا ہے

آج بھی اس اللہ ھُو کا تیر عاجز کے سینے میں پیوست ہے۔ ایک عمر گزرنے کے بعد بھی اس ھُو کی یاد نے عاجز کے دل میں ہیجان بپا کر دیا ہے۔ اور سینے میں پھر وُہی درد انگڑائی لے رہا ہے۔

کوئی میرے دِل سے پُوچھے ترے تیرِ نیم کش کو
یہ خلش کہاں سے ہوتی جو جگر کے پار ہوتا

نمازِ مغرب کے بعد ختم خواجگان رضوان اللہ علیہم اجمعین ہوا۔ اور پھر لنگر خانے میں کھانا کھانے کے لیے گئے۔ وہاں ایک لمبی صف بچھی ہوئی تھی جس پر دو درویش بیٹھے ہوئے تھے۔ آدمی کس کس کو یاد کرے اور دل کس کس کو روئے۔ بابو کرم الدین صاحب، سائیں کریم بخش صاحب، مولوی حاجی فیروز الدین صاحب، حاجی نظام الدین صاحب، سیّد غلام شبّیر صاحب، سائیں نور الحسن صاحب، مولوی ثناء اللہ صاحب، صوفی محمد نیاز الدین صاحب، مولوی محمد شریف صاحب، مولوی حکیم خادم علی صاحب، مولوی فضل احمد صاحب، قاضی عالم الدین صاحب، حاجی رحمت اللہ صاحب، حافظ دین محمد صاحب، صوفی میراں بخش صاحب، مولوی حافظ محمد اکبر صاحب، مولوی محمد یوسف صاحب، مولوی دیوان علی صاحب، سیّد حاکم شاہ صاحب، سیّد فضل شاہ صاحب، سیّد راجن شاہ صاحب، صوفی حاکم دین صاحب، مولوی نور حسین صاحب اور بالخصوص صوفی عبدالرحمٰن صاحب رضوان اللہ علیہم اجمعین اور میاں عبداللطیف جج صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اِسی کہکشاں کے تابندہ ستارے تھے۔ آج بھی عید گاہ شریف بدستور برادرانِ طریقت کی آماجگاہ ہے لیکن آہ ؎

وُہی زندگی، وُہی مرحلے، وُہی رہگذر، وُہی راستے
مگر اپنے اپنے مقام پر، کبھی تم نہیں، کبھی ہم نہیں

وُہ منظر بھی قابلِ دید تھا۔ ہر طرف دربارِ عالیہ کے خادمین اَللّٰہ ھُوْ کا وِرد کرتے پھرتے نظر آتے تھے اور اَللّٰہ ھُوْ کے وِرد کے ساتھ ہی سادہ دال روٹی سب کے سامنے رکھ دی گئی۔ والدِ محترم نے اِشارہ کیا اور عاجز نے بے دِلی کے ساتھ روٹی کا پہلا لقمہ منہ میں ڈالا۔ اور پھر..... اللہ اکبر! کیا لذّت تھی۔ فقط زبان کو ہی لذّت نہیں آئی بلکہ ایک قسم کا ایسا مفرّح طور پر سرور وارد ہوا، جو زبان سے دِل اور رُوح کی گہرائیوں میں اُتر گیا۔ اِس لذّت کی کیفیّت کے واسطے کہاں طاقت ہے۔ مگر ہاں عاجز اِتنا ضرور کہہ سکتا ہے کہ اُس وقت سے پہلے اور بعد جتنی عُمر گزر چکی ہے۔ اور جس قدر کھانے کھائے ہیں۔ اور کھانا کھانے کا اِتفاق کئی اُونچی محفلوں اور دعوتوں میں بھی ہوا ہے مگر حاشا للہ ایسی لذّت جو اُس سفید گندم کی سادہ، تازہ تنوری روٹی اور دال میں تھی اُس کے مشابہ تو کیا اُس کا عشرِ عشیر بھی کبھی محسوس نہیں ہوا ؎

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم اَے بے خبر زِ لذّتِ شُربِ دوامِ ما

والدِمحترم وفُورِ لذّت سے زبان چاٹنے لگے اَور فرمانے لگے کیسا طیّب رزق ہے۔ اَللّٰہ ھُوْ کے وِرد کے ساتھ عید گاہ شریف سے ملحقہ کھیت میں ہل جوتا گیا۔ اَللّٰہ ھُوْ کے وِرد کے ساتھ بیج بویا گیا۔ اَور اَللّٰہ ھُوْ کے وِرد کے ساتھ فصل کاٹی گئی اَور گندم چھانٹی گئی۔ پھر اَللّٰہ ھُوْ کے وِرد کے ساتھ آٹا پسوایا گیا اَور گوندھا گیا۔ اَور پھر اَللّٰہ ھُوْ کے ذِکر کے ساتھ روٹیاں پکائی اَور تقسیم کی گئیں۔ واقعی اس دال روٹی میں اَللّٰہ ھُوْ کا کیف بھرا ہوا تھا۔

اُس دَور کا جو ذِکر کیا تونے ہم نشیں　　وُہ تیر میرے سینے میں مار کہ ہائے ہائے

عاجز کے والدِ مرحوم کو اُس زمانے میں گویا اپنے مُرشدِ کامل سے عشق ہو گیا تھا۔ ہر ہفتے راولپنڈی شریف جانا اَور اتوار کی مجلس میں شرکت کرنا ان کا معمول تھا۔ اپنی کم سنی اَور ناپختہ ذہن کی وجہ سے عاجز ان اسرار سے نابلد تھا۔ والدِ مرحوم کی سیمابی کیفیت کا اندازہ عاجز کو اَب جا کر ہوا ہے وُہ راتوں کا گریہ، دلوں کا سوز و گداز اَور شب و روز ذِکر و فکر کی محفلیں اَور قبلہ مولوی فضل احمد علیہ الرحمۃ اَور صوفی میراں بخش علیہ الرحمۃ کا اکثر چکوال تشریف لانا اَور ملک علی حیدر ریٹائرڈ ایس۔ڈی۔او چکوال اَور ماسٹر سجاول خان جیسے درویش صفت اَور متدیّن حضرات کے ساتھ مل کر اَللّٰہ ھُوْ کا طویل ذِکرِ جہر جس کی کڑک سے اہلِ خانہ کے دِل دہل جایا کرتے تھے۔ مولوی فضل احمد صاحب رحمۃ اللّٰہ علیہ کی آواز میں وُہ گرج اَور کڑک تھی کہ سُبحان اللّٰہ!

والدِ محترم اکثر لَے سے یہ شعر گنگنایا کرتے تھے ؎

وُہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزُو ہے یارب　　میرے دونوں پہلوؤں میں دِل بے قرار ہوتا

اَور

دِل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار　　جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

اِس پس منظر میں والدِ محترم علیہ الرحمۃ کی بیاض میں ان کے اپنے دستِ مُبارک سے لکھے ہوئے شعر آج گویا خود عاجز پر وارد ہو رہے ہیں اَور بے تابی اَور بے قراری کا مظہر ہیں ؎

کبھی مستِ ناز کا ہے عبث انتظار سو جا　　کہ گزر گئی شب آدھی، دِلِ بے قرار سو جا۔
نہ تڑپ نہیں یہ خالم، تجھے گود میں اُٹھالوں　　تجھے سینے سے لگالوں، تجھے کر لوں پیار سو جا

یہ تیری صدائے نالہ تجھے متّہم نہ کر دے
میرے پردہ دار سو جا، میرے راز دار سو جا
یہ نسیم ٹھنڈی ٹھنڈی، یہ ہوا کے سرد جھونکے
تجھے دے رہے ہیں لوری، میرے غم گسار سو جا
تجھے پہلا سابقہ ہے، شبِ غم بُری بلا ہے
کہیں مر مِٹے نہ ظالم، دلِ بے قرار سو جا

اور نمازِ عشاء کے بعد والدِ محترم بلند آواز سے تین مرتبہ "حزب البحر" پڑھا کرتے تھے اور اکثر غنودگی آجانے کی وجہ سے بار بار نقطۂ آغاز کی طرف لَوٹ جایا کرتے۔ عاجز اور دیگر اہلِ خانہ کو تو "حزب البحر" سُن سُن کر حفظ ہو گئی۔ ایسے دَور کے فیوض و برکات کا تصوّر کون کر سکتا ہے۔

قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیضان عام تھا کہ عوام الناس کھچے چلے آتے تھے چنانچہ صُوفی حافظ عبدالرشید اعوان صاحب جو پہلے گورنمنٹ ہائی سکول چکوال کے دفتر سے منسلک تھے اور بعد میں گورنمنٹ کالج چکوال میں تعینات ہو گئے۔ والدِ محترم کے زمانہ میں جناب مولوی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہُوئے۔ عاجز کے خط کے جواب میں ان کا تحریر کردہ مُرسلہ حسبِ ذیل ہے :-

"سکول سروس کے زمانہ میں حضرت مولوی فضل احمد صاحب کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ یہ نوکری اچھی نہیں۔ دُعا فرمائیں کہ کوئی اچھی نوکری مل جائے۔ تو فرمایا کہ "نوکری اچھی ہے۔ اس میں نماز تو پڑھ لیتے ہو۔ ممکن ہے ایسی نوکری ملے کہ نماز بھی نہ پڑھ سکو۔" بس پھر بڑے اطمینان سے نوکری چلتی رہی اور پورے اڑتیس سال سروس کر کے ۱۹۶۸ء میں پنشن حاصل کر لی۔ اب پرانی یادیں ایسی عود کر آتی ہیں لکھنا مشکل ہو گیا۔ مولوی فضل احمد صاحب نے عاجز کی تربیت بڑے خاص طریقہ سے فرمائی۔ پہلے پہل چکوال میں ہی آپ کے والد ماجد صاحب کے پاس اللہ اللہ کرائی۔ جب کہ ۱۹۳۱ء یا ۱۹۳۲ء تھا۔ کہ کلمہ، دُرود پاک کا وِرد فرمایا۔ پھر یٰسین اور مزمّل کی اجازت فرمائی۔ پہلے کلام پاک سوا پارہ تلاوت کرنے کی اجازت فرمائی۔ پھر تین پارہ روزانہ فرمایا۔ یہاں تک کہ کئی ایک سال اعتکاف میں روزانہ ایک ختم شریف ہوتا رہا۔ مگر افسوس کہ جب سے آپ کا انتقال ہُوا پھر کوئی توفیق نہ ہُوئی۔ اچھا مولا کریم اپنا فضل و کرم شاملِ حال فرمائے۔ آمین!" اس خط کے پیچھے عاجز کو قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستِ شفقت کارفرما نظر آتا ہے۔ اور یہ خط زبانِ حال سے ایک رُوحانی دستاویز ہونے کا

ثبوت دے رہا ہے۔

اسی زمانے کا ذکر ہے قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رُوحانی تصرّف کا یہ حال تھا کہ ایک دِن والد صاحب کا دل پھل کھانے کو چاہا لیکن جیب خالی تھی۔ کتابوں کی الماری کھول کر تصوّف کی کوئی کتاب پڑھنے کے لیئے کھولی تو اس میں ایک روپیہ کا نیا نوٹ رکھا ہوا تھا والدِ محترم نے کتاب بند کر دی اور نوٹ جوں کا توں رہنے دیا۔ دُوسرے دن جب کتاب دوبارہ کھولی تو نوٹ غائب تھا۔

والدِ محترم نے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی روشن ضمیری کے بارے میں ایک لطیفہ سُنایا۔ کسی دوست نے عرض کی کہ حضورؒ میرے بیلوں کی جوڑی کھو گئی ہے اور میرا کام کاج بند ہو گیا ہے۔ آپؒ نے اُسے کھانے کے لیئے جمال گوٹہ کی گولی منگوا کر دے دی۔ وُہ گھر واپس چلا گیا رات اس کو اسہال شروع ہو گئے اور رفع حاجت کے لیئے بار بار اُٹھنا پڑا۔ ایک مرتبہ جب وُہ سڑک کے کنارے بیٹھا ہوا تھا کہ وہاں سے کوئی شخص بیل لے کر گزرا۔ اس کو شک پڑا کہ یہ بیل اُس کے ہیں۔ اُس نے شور مچا دیا۔ چور بیل چھوڑ کر بھاگ گئے۔ بعد میں دیکھا تو سچ مچ اس کے اپنے ہی بیل تھے۔

والدِ محترم شیخ نصیر الدین صاحب مرحوم کے ساتھ قبلۂ عالم حضرت عبد الرحمن صاحب المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک محیّر العقول واقعہ پیش آیا۔ قبلہ حضرت حافظ جی صاحب علیہ الرحمۃ کا وصال ۲۰ مئی ۱۹۳۶ء کو ہوا۔ اور یہ واقعہ ۳۹-۱۹۳۸ء کا ہے۔ انگریزی حکومت کا دور تھا۔ والدِ محترم گورنمنٹ ہائی سکول چکوال میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ آپ تقریباً ہر ہفتے قبل دوپہر بذریعہ ریل گاڑی راولپنڈی شریف چلے جاتے اور اتوار کی مجلس میں شرکت کے بعد واپس چکوال لوٹ آتے۔ چونکہ اتوار رخصت کا دِن ہوتا تھا۔ والد صاحب نے مقامِ تعیّناتی کو چھوڑ کر جانے کی محکمانہ اجازت طلب کرنے کی کبھی ضرورت محسوس نہ کی۔ بہر حال یہ ایک کوتاہی تھی۔ اور خطرے کو خارج از امکان قرار نہیں دیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ ایک مرتبہ والدِ محترم حسبِ معمول راولپنڈی شریف گئے۔ اور جیسے ہی وُہ حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوتے، آپؒ نے فرمایا فوراً واپس

واپس چلے جاؤ۔ بلا آرہی ہے۔" والدِ محترم نے عرض کی کہ "حضور ابھی ابھی تو میں آرہا ہوں۔" مگر آپ نے فرمایا "نہیں، فوراً واپس لوٹ جاؤ۔"

والدِ مکرم بھاگم بھاگ اسٹیشن پر پہنچے۔ وُہی گاڑی جو انہیں لائی تھی چکوال جانے کے لیے تیار تھی۔ والد صاحب نے گاڑی میں قدم رکھا ہی تھا کہ گاڑی چل پڑی اور والد صاحب رات دس بجے واپس گھر پہنچ گئے۔ گھر والے سخت حیران ہوئے کہ یا الٰہی خیر! یہ کیا معاملہ ہے۔ بہرحال والد صاحب کھانا کھا کر لیٹ گئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد دروازے پر دستک ہوئی۔ بورڈنگ ہاؤس کا چوکیدار ہاتھ میں لالٹین لئے دروازہ پر کھڑا تھا۔ اُس نے والدہ محترمہ کو بتایا کہ بورڈنگ ہاؤس میں ایک لڑکا بشیر احمد قتل ہو گیا ہے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب تو راولپنڈی گئے ہوئے ہیں اب کیا کیا جاتے؟ اللہ اللہ ۔

اولیا را ہست قدرت از اِلٰہ — تیر جستہ باز گردانند ز راہ

خدانخواستہ اگر والدِ بزرگوار قتل کی جائے واردات پر بروقت نہ پہنچ جاتے تو ان کی بلا اجازت غیر حاضری کے خطرناک ترین نتائج برآمد ہو سکتے تھے۔

یہ قبلہ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے رُوحانی تصرف کا اثر تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت والدِ محترم کے سینہ میں جاگزین ہو گئی۔ اور وُہ اکثر یہ شعر پڑھتے اور اُن کی آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ؎

جو مدینہ ہم بھی جاتے تو کچھ اور بات ہوتی — وہیں راہ بھول جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
مری زیست کے عناصر رہِ مصطفٰے پہ چل کے — مِرا ساتھ چھوڑ جاتے تو کچھ اور بات ہوتی
مئے عشقِ مصطفٰے ہم وہیں پی کے مست رہتے — سرِ حشر لڑکھڑاتے تو کچھ اور بات ہوتی

یہ ستاروں کا تبسّم ہے نظر نواز لیکن
جو حضورؐ مسکراتے تو کچھ اور بات ہوتی

الحمدُ للہ! والدِ محترم کی یہ دیرینہ حسرت بھی ۱۹۶۴ء میں پوری ہو گئی اور یکم دسمبر ۱۹۶۸ء کو انہوں نے داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ :-

ان من العلم کھیئات المکنون لا یعلمہ الا اھل المعرفۃ باللہ تعالیٰ فاذا نطقوا بہ لم یجھلہ الا اھل الاغترار باللہ تعالیٰ ولا تحقروا عالما اتہ اللہ تعالیٰ علما منہ فان اللہ تعالیٰ لم یحقرہ اذ اتہ العلم۔

یعنی بے شک ایک حصہ علم کا وُہ ہے جو بطور اسرارِ مخفیہ رکھا گیا ہے جس کو صرف اللہ تعالیٰ کے عارف ہی حاصل کر سکتے ہیں۔ جب وُہ لوگ اس علم کو الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں تو صرف جاہل اور مغرور آدمی اِس کا انکار کیا کرتے ہیں۔ تم ایسے عالم کی تحقیر مت کرو جس کو خداوند کریم نے یہ علم دیا ہو۔ کیونکہ جب خداوند کریم نے اس کو علم دیا تو اس کو حقیر نہیں رہنے دیا۔

اخی المکرم میاں عبد اللطیف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سیشن جج ریٹائرڈ مقیم گلبرگ لاہور مرشد کامل و اکمل قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے ہیں۔ ذیل میں ان کی زبانی "آثار الکریم" میں منقول ایک واقعہ پیشِ خدمت ہے۔ بایں ہمہ ؎

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم ۔۔۔ چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

ایک دفعہ میں حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حسب معمول صبح کی مجلس شروع ہوئی۔ رخصت کا دن تھا۔ اطراف سے کافی دوست جمع ہو گئے۔ اس وقت ایک دوست "شجرۂ معرفت" پڑھ رہا تھا۔ اور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ اس کی تشریح فرماتے جاتے تھے۔ اللہ اللہ وُہ وقت بھی کیا عجیب تھا۔ جب یہ صحبتیں یاد آتی ہیں اور حضورِ عالی رحمۃ اللہ علیہ کے الطافِ کریمانہ پر نظر جاتی ہے تو بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

متذکرہ بالا مجلس میں "شجرۂ معرفت" کا مضمون یہ تھا کہ حضرت داؤد علیہ السّلام کے وعظ میں ایسی تاثیر تھی کہ کئی سامعین شہید ہو جاتے تھے۔ ایک شخص "وہابی" اس وقت مجلس میں

موجود تھا۔ وُہ معترض ہوا۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وعظ سُنتے سُنتے شہید ہو جاتے۔ یُونہی یہ الفاظ اُس کی زبان سے نکلے۔ میری نگاہ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر پڑی آپؒ کے چہرۂ مبارک پر ایسا رُعب و جلال پیدا ہو گیا کہ دیکھنے کی تاب نہ تھی۔ آپؒ نے فرمایا "خبردار اس کلام میں شک مت کر۔ حضرت داؤد علیہ السّلام جب وعظ فرمایا کرتے تھے تو پرندے آپؑ کے سر پر سایہ کیا کرتے تھے۔ وحشی جانور اپنے اپنے حال میں مدہوش، خاموشی سے وعظ سُنا کرتے تھے جب وحشی اپنے حال سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ شیر بکری یکجا جمع ہو جاتے تھے۔ تو ذی فہم انسان پر یہ حالت وارد ہو جائے تو شہادت کون سی بڑی بات ہے۔ حضرت پیران پیر شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرّہٗ کے وعظ میں بھی ایسی ہی تاثیر تھی کہ لوگ شہید ہو جاتے تھے تمہیں کیا معلوم میں اس وقت حضرت داؤد علیہ السّلام کی رُوحِ مُبارک کو مُشاہدہ کر رہا ہُوں۔ وُہ اِس مجلس میں حاضر ہے اور مجھے بتا رہی ہے کہ یہ جو واقعہ ہے اور جو میں بیان کر رہا ہُوں۔ بالکل صحیح ہے اور اس میں ذرا بھر شک نہیں" یہ الفاظ تھے جو اتنے مؤثر تھے کہ تمام دوستوں کی زبان گنگ اور حواس مختل تھے۔ مگر ان میں سے ایک شخص غلام علی نے جو لب کُشائی کی جرأت کی اور عرض کی۔ کہ جو حضرت صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے فرمایا ہے حق ہے حق ہے حق ہے۔ اور کہتے ہی بے ہوش ہو گیا۔ حضور عالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ لو دیکھ لو۔ حضرت داؤد علیہ السّلام کی رُوح مُبارک کام کر گئی ہے یہ شخص اب نہیں بچے گا۔ اِسے فوراً گھر پہنچاؤ۔ موضع ہمک شہر راولپنڈی کے قریب ہی ہے۔ بہت جلد اس دوست کو ان کے گھر پہنچا دیا گیا۔ گھر پہنچنے کی دیر تھی کہ اُس کی رُوح قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جب یہ خبر سُنی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ شخص شہادت کے درجہ کو پہنچ گیا ہے۔ دوستوں کو خیال رکھنا چاہیئے کہ ادب کو نگاہ رکھیں۔ اور کوئی بات خلافِ ادب اپنے منہ سے نہ نکالیں۔ یہ بات یاد رکھو کہ اللہ کے دوست مرا نہیں کرتے۔ بعد وصال ان کی رُوح بہت زیادہ کام کرتی ہے جیسا کہ تم نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیا ہے۔

قرونِ اولیٰ کے مسلمانوں کی طرف خیال کرو۔ وُہ ہر وقت خدا سے ڈرتے تھے اُس کی عبادت کرتے تھے۔ خدا اُن سے خوش تھا۔ جو دُعا مانگتے قبول ہو جاتی۔ جانور تک اُن کے حکم

کی اتباع کرتے ؎

تو ہم گردن از حکمِ داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد ز حکمِ تو ہیچ

پھر آپؒ نے حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو کہ حضرت رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کے غلام تھے قصّہ بیان فرمایا کہ کس طرح وُہ ایک دفعہ جنگل میں راستہ بھُول جانے کی وجہ سے شیر سے دوچار ہو گئے۔ شیر کو دیکھ کر وُہ بالکل نہ گھبرائے۔ بلکہ یُوں ارشاد فرمایا کہ اَے ابُوالحارث تو جانتا ہے کہ میں کون ہُوں میں اپنے آقا حضرت محمدّ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا غلام ہُوں۔ اپنے لشکر سے جُدا ہو گیا ہُوں۔ راستہ بھُول گیا ہُوں۔ تُو اس جنگل سے واقف ہے میری رہبری کر۔ شیر یہ الفاظ سُن کر حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آ گیا۔ اپنا جسم آپؓ کے ساتھ مَلا اور آگے آگے روانہ ہو گیا۔ جنگل کے ختم ہونے پر سامنے اِسلامی لشکر نظر آیا۔ شیر واپس چلا گیا اور آپؓ لشکر میں جا ملے۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ کے غلاموں کا حال ہے۔ ایک ہم ہیں کہ ہمارا کہنا ہمارا نفس نہیں مانتا۔ ہم مُسلمان کہلاتے ہیں محض اس وجہ سے کہ ہم مُسلمانوں کی اَولاد ہیں۔ ورنہ ہماری ہر عادت مُسلمانوں سے جُدا ہے۔ خُدا کی عبادت سے کوسوں دُور بھاگتے ہیں ؎

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مُسلماں ہونا

اگر کرتے بھی ہیں تو عادت کے طور پر۔ اخلاص بالکل نہیں رہا۔ خُدائے بزرگ و برتر فقیر کے دوستوں کو اخلاص سے عبادت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وُہ صُورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں[1]
اَب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

---

[1] اَور یہ الفاظ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

رشتۂ آئینِ حق زنجیرِ پاست
پاسِ فرمانِ جنابِ مصطفےٰ ست
ورنہ گردِ تربتش گردیدمے
سجدہ ہا بر خاکِ او پاشیدمے

شجرۂ نسب حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ المعروف باباجی نقشبندی مجددی

ظہیر الدین بابر شہنشاہِ ہندوستان

کامران

سلطان ابوالقاسم

عبدالصمد

محمد زمان

خوشحال خان

عبدالغنی

مرزا فتح دین

غلام مصطفیٰ خاں

اللہ داد خان — حسین خان المعروف شاہ حسین سائیں

اللہ رکھا خان صاحب

شاہ درگاہی صاحب

نذر محمد صاحب — میاں پیر بخش صاحب

حضرت حافظ عبدالکریم صاحب رح

المعروف باباجیؒ

مولانا حافظ عبدالعزیز صاحبؒ — حضرت عبدالحق صاحبؒ — حضرت محمد شریف صاحبؒ — حضرت مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ المعروف ثانی صاحبؒ — حافظ عبدالرحیم صاحبؒ

محبوب الرحمٰن صاحب سلمہ — قبلۂ عالم حضرت حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ سجادہ نشین درگاہِ عالیہ

نجیب الرحمٰن سلمہ — نقیب الرحمٰن سلمہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

منقبت

پیرِ ما سرتاجِ جملہ اولیا ست | ظاہر و باطن پُر از نورِ خدا ست
گام بر گامِ نبیِ مصطفےٰ ست | منبعِ صدق و صفا و ہم سخاست
دِل پُر از رُعب و جلالِ ذوالجلال | چشم پُر نور از جمالِ لایزال
سر بسر در عشقِ احمدؐ فانی است | فیضِ او فیضِ مجددؓ ثانی است
طالباں را چوں توجہ مے دہد | پرتوِ طور از دِل و جاں سرزند
دافعِ شرکِ خفی ہست و جلی | درمیانِ مجلسش نایدِ شقی
صحبتش چوں پارس آں دارد اثر | قلبِ مُردہ را کُند تابندہ زر
فیضِ پیرم در جہاں چوں آفتاب | ہر دم و ہر لحظہ رخشاں بے حجاب
سینۂ اش گنجینۂ علمِ لدن | جملہ گفتارش بہ از دُرِّ عدن
در ثنائے حق گذارد روز و شب | جُز بحمد و ذکر بکشاید نہ لب
از دمِ و ہوشش مے آید بدم | وز نگاہش از نظر بر تر قدم
خلوتش در انجمن آراستہ | در وطن دارد سفر پیراستہ
یاد کردش را نہ باشد بازگشت | از وقوفِ قلب چوں دِل بر گذشت
بر دلِ سالک نظر چوں افگند | غرقِ نورِ وحدتش یکسر کند
گاہ سوزِ عاشقی جوش آورد | نازِ معشوقی گہے جاں پرورد
گاہ محبّ و گاہ محبوب است او | گاہ طالب، گاہ مطلوب است او
از دِلِ پُر درد چوں آہے زند | ولولہ در قدسیاں مے افگند
صورت و سیرت بدارد چوں نبیؐ | ہر کہ بیند گویدش ہٰذا ولی
الغرض چوں پیرِ من اندر جہاں | کس نکردہ سرِّ وحدت را عیاں

اِسم دارد با مسمّٰی اے فہیم
ہست محبوبِ خدا عبدالکریمؒ

(قاضی عالم الدین صاحبؒ)

تعارف

زُبدۃ الاولیا، سراج السالکین قطبُ الاقطاب محبُوبِ سُبحانی، قطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی، مقبُولِ بارگاہِ ربّ الرّحیم حضرت خواجہ حاجی محمّد عبد الکریم نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ سکنہ راولپنڈی کی ذاتِ گرامی کے تصوّر سے اُن نفوسِ قدسیہ کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے جنھوں نے ظلمت کدۂ ہند میں شمعِ توحید روشن کی اور لاکھوں بندگانِ خدا کو تاریکی سے نکال کر نورُ و ہدایت کا راستہ دکھایا۔

ایسی عظیم اور منزّہ ہستیاں مشیّتِ ایزدی کے تحت ہی دُنیا میں تشریف لاتی ہیں۔ یہ لوگ ظاہر و باطن میں رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے اخلاقِ حسنہ کا عملی نمونہ ہوتے ہیں یہی لوگ صادقین کے زمُرہ میں شامل ہیں اور حقیقی اور اصلی توحید کے ظاہری پیکر۔ ان کا کلام خفتہ دلوں کے لیے بانگِ درا کا کام دیتا ہے۔ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ ایسے ہی لوگوں کی شان کے بارے میں آتا ہے۔ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے مُرشدِ کامل حضرت فقیر محمّد قدس سرّہٗ سکنہ چُورہ شریف (جو کہ نقشبندیہ سلسلہ کے اعاظم بزرگوں میں شمار ہوتے ہیں) کے کامل و اکمل خلیفہ اور اُن کی طرف سے ظاہری و باطنی نسبت اور رُوحانی فیوض و برکات سے سرفراز ہونے کے علاوہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے اویسی اور رُوحانی نسبت رکھتے تھے۔ اور یہ نسبت اِس قدر غالب اور شدید تھی کہ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سراپا کمالاتِ مجدّدیہ اور اخلاقِ محمّدیہ کے مظہر بن گئے تھے۔ اور حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے اِتّباع کے باعث عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم میں اِس قدر مستغرق تھے کہ کشفی نظر میں آپ ایک ہی وجُود دکھائی دیتے تھے۔ فرق صرف تابع اور متبُوع کا تھا ؎

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی
تاکس نہ گوید بعد ازاں، من دیگرم تو دیگری

ترجمہ:۔ میں تو ہو جاؤں اور تو میں ہو جائے۔ میں جسم بن جاؤں تو تُو جان بن جائے۔ تاکہ

اُس کے بعد کوئی یہ نہ کہے کہ تُو اَور ہے اَور مَیں اَور ہُوں۔

چُنانچہ اِسی عشقِ حقیقی کی نِسبت سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم آپؒ کو بحالتِ مراقبہ و خواب کمال شفقت اَور اپنے دیدارِ فیض آثار سے نوازتے رہتے تھے اَور لوگوں کے پوچھنے پر فرماتے تھے کہ یہی ہیں میرے دیوانے حافظ راولپنڈی والے۔

جناب صوفی غلام حسین صاحب اویسی نقشبندی سکنہ اچھرہ لاہور جو ایک صاحب کشف و حال بزرگ ہیں فرماتے ہیں کہ قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا رُخِ انور صفاتِ جلال و جمال کا مظہر تھا کہ آنکھ نہیں ٹھہرتی تھی۔ دیکھنے والے کا حال متغیّر ہو جاتا اَور آپؒ ایک نظر میں ماسوی اللہ کو جلا کر خاک کر دیتے اَور عشقِ الٰہی کی چنگاری دِل میں بھڑک اُٹھتی۔

آں دِل کہ رَم نمودے از خُوب رُو جواناں
یک پیرِ سالخوردہ بُردہ بہ یک نگاہے

ترجمہ:- (وُہ دل جو کہ خُوب صُورت نوجوانوں سے بھی گریز کرتا تھا ایک عُمر رسیدہ بزرگ نے ایک نظر میں لُوٹ لیا)

اللہ اللہ وُہ کیا زمانہ تھا جب انبالہ شریف میں حضرت سائیں توکّل شاہ نقشبندی مجدّدی رحمۃ اللہ علیہ، شرق پور شریف میں حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ، علی پُور سیّداں میں حضرت سیّد جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، گولڑہ شریف میں حضرت پیر مہر علی شاہ چشتی رحمۃ اللہ علیہ جیسی برگزیدہ ہستیاں جلوہ افروز تھیں۔ یہ تمام بزرگ قبلۂ عالم حضرت حافظ محمد عبد الکریم رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر تھے اَور آپؒ کی رُوحانی عظمت اَور باطنی فضیلت کے دِلی معترف تھے۔

ہم عصر اَولیاءُ اللہ کی نظر میں

مثل مشہور ہے "ولی را ولی مے شناسد"۔ سچ تو یہ ہے

آنکھ والا تیرے جوبن کا تماشا دیکھے
دیدۂ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

قبلۂ عالم حضرت حافظ محمد عبد الکریم صاحب قدس سرّہٗ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ کی آیات

ہیں سے ایک آیت تھے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی درخشندہ نشانی ۔ شیرِ ربّانی حضرت مولانا میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ شرق پوری ہندوستان کے اولیاء اللہ میں ایک مایۂ ناز مقام رکھتے ہیں اور نقشبندی مجدّدی سلسلے کے روشن چراغ اور عظیم برگزیدہ ہستی ہیں ۔ آپؒ فرمایا کرتے تھے کہ "حضرت حافظ محمد عبد الکریم صاحبؒ کا وجود اِس زمانہ میں خدا کی نعمتوں میں سے ایک اعلیٰ نعمت ہے ۔" آپؒ کے جو مُرید راولپنڈی میں تھے آپؒ انہیں حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں حاضر ہونے کی تلقین بلکہ تاکید فرمایا کرتے تھے ۔

اخی محترم میر عبد العزیز صاحب اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل (ریٹائرڈ) پارک لین لاہور فرماتے ہیں کہ جب بھی قبلۂ عالم حافظ صاحب قدس سرّہٗ لاہور تشریف لاتے ، حضرت میاں شیر محمدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کی زیارت کے لئے ضرور لاہور آتے ۔ ایک مرتبہ آپؒ کو اطلاع دیر سے ملی ۔ قبلۂ عالم حافظ صاحب قدس سرّہٗ گھر کے باہر واپس جانے کے لئے تانگے پر سوار تھے کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے دُور سے ہی تانگے والے کو آواز دی اُسے تانگہ روکو ۔ اور پھر قریب آکر نہایت ادب سے مصافحہ کیا اور آپؒ کے دستِ مبارک کو چوما اور دیر کے لئے معذرت کی کہ اطلاع دیر سے ملی ۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب چشتی رحمۃ اللہ علیہ ساکن گولڑہ شریف جب کبھی راولپنڈی تشریف لاتے تو بڑے خلوص اور حُسنِ عقیدت سے حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کو آیا کرتے تھے اور اپنے مُریدوں اور دوستوں کو بھی حاضر ہونے کی تاکید فرمایا کرتے تھے ۔

ایک مرتبہ قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سائیں توکل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ انبالوی کی ملاقات کا ارادہ کیا ۔ حضرت سائیں صاحب قدس سرّہٗ کے بارے میں عوام النّاس میں یہ بات مشہور تھی کہ ہندوستان میں اس وقت آپؒ کے پایہ کا فقیر چراغ لے کر ڈھونڈنے سے بھی نہ ملے گا ۔ چنانچہ جب قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں جانے کا قصد کیا تو حضرت سائیں صاحب قدس سرّہٗ کے ایک مُرید مسمّی اللہ دیا صاحب نے جو اس وقت انبالہ شریف میں حاضرِ مجلس تھے بیان کیا کہ حضرت سائیں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تمام دوستوں کو فرمایا کہ پوُرہ شریف کے ایک کامل ولی کا اکمل خلیفہ آرہا ہے جب وہ تشریف

لائیں تو سب ان کی تعظیم کو کھڑے ہو جائیں جب حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں پہنچے تو قبلہ سائیں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا "بلّے بلّے کیا نور دا دریا ٹھاٹھاں پیا مار دا اے" (واہ واہ! کیا نور کا دریا موجیں مار رہا ہے) سبحان اللہ!

قبلہ امی والد محترم شیخ نصیر الدین صاحب مرحوم سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چکوال ضلع جہلم بیان کرتے تھے کہ جس دن حضرت سید حیدر شاہ جلال پوری رحمۃ اللہ علیہ کا انتقال ہوا اس وقت قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ راولپنڈی میں مجلس میں عالم مراقبہ میں بیٹھے تھے اچانک ہی آپؒ نے زانو پر ہاتھ مارا اور فرمایا "جلال پور رنڈا ہو گیا"۔ کچھ دیر بعد جب آپؒ مراقبہ سے فارغ ہوئے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے اس جملے کے بارے میں سوال کیا آپؒ نے فرمایا کہ حضرت سید حیدر شاہ علیہ الرحمۃ کا وصال ہو گیا ہے۔ ان کی روح مبارک ابھی آئی تھی اور جاتے وقت فقیر کو فرمایا ہے کہ حافظ صاحبؒ ہم اب جاتے ہیں۔ آپؒ ابھی ہمارے بعد کچھ مدت رہو گے اور جاتی دفعہ ایک ٹوپی بھی عنایت کی ہے۔" ایسے ہی جب میاں محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن کھڑی ضلع جہلم (مصنف سیف الملوک) اور قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ ساکن آنی اعوان شریف بھی بوقت وصال آپؒ سے روحانی ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ اور قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے وصال کی خبر مجلس میں بیٹھے ہوئے دوستوں کو دے دی۔

آستانہ عالیہ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر

قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اولیاء اللہ کے مزارات پر ضرور حاضری دیتے۔ آپؒ جب کبھی لاہور شریف تشریف لاتے تو حضرت علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے آستانہ عالیہ پر ضرور حاضر ہوتے۔ ایک مرتبہ آپؒ بمعہ چند احباب بروز جمعرات بوقت تہجد دربار شریف میں تشریف لے گئے اور کافی دیر تک مراقبہ میں بیٹھے رہے۔ جب آپؒ رخصت ہونے لگے تو حضرت داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "آج ہماری مہمانی کھا کر جانا"۔ آپؒ نے دوستوں سے اس بات کا تذکرہ کیا اور فرمایا "دیکھیے کیا کھلاتے ہیں؟"۔ ابھی تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ دو مجاور صاحبان خطائیاں اور چائے لے کر آ گئے اور دوستوں کی خوب خاطر تواضع کی۔ آپؒ فرمانے لگے۔

"عجب دربارِ گوہر بار ہے۔ ظاہری، باطنی فیوض و برکات کا دریا چل رہا ہے۔" ؎

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل، کاملاں را رہنما

دربارِ عالیہ اجمیر شریف میں

اخیر اکتوبر ۱۹۳۳ء میں قبلۂ عالم حضرت ہما فظ جی رحمۃ اللہ علیہ سلطان العارفین حضرت خواجہ غریب نواز معین الدین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک میں شرکت کے لیئے اجمیر شریف تشریف لے گئے۔ کسی کو آپؒ کی آمد کی اطلاع نہیں تھی لیکن اجمیر شریف کے سجادہ نشین آپؒ کے شاہانہ استقبال کے لیئے خصوصی انتظامات کے ساتھ ریلوے اسٹیشن پر موجود تھے۔ حالانکہ پہلے آشنائی بھی نہ تھی۔

قاضی عالم الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولوی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حاجی محمد تمان صاحب آپؒ کے ہمراہ تھے۔ آپؒ فرماتے تھے کہ خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کی طرف سے اتنی نوازشات ہوئیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ اور ان کے حکم سے آپؒ کو دستارِ فضیلت بندھائی گئی اور آپؒ کے ہمراہی خدام کو بھی علیحدہ علیحدہ عطا ہوئیں۔

حضرت شاہ مونگا ولی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر

ایک بار قبلۂ عالم قدس سرہٗ سیالکوٹ میں تشریف فرما تھے۔ ایک دن بعد از نمازِ عصر حضرت اِمام علی الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبد الحکیم صاحب علیہ الرحمۃ کے مزارات پر حاضری دی۔ بعد ازاں قدیمی عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے جہاں حضرت شاہ مونگا ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا مزار ہے۔ جب قبر کے نزدیک پہنچے اور السلام علیکم کہا تو معاً قبر کو جنبش ہوئی۔ آپؒ نے فوراً دونوں ہاتھ قبر پر رکھ دیئے اور دیر تک اسی طرح جھکے رہے۔ واپسی پر دوستوں نے اِس واقعہ کے متعلق دریافت کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ جس وقت میں نے سلام علیک کہا تو عجب کیفیت طاری ہوگئی۔ صاحبِ قبر آداب و تعظیم کے لیئے کھڑا ہونا چاہتا تھا۔ میں نے فوراً قبر پر ہاتھ رکھ

رکھ دیئے اور انہیں کھڑا ہونے سے روکا۔"

بعینہٖ ایسا واقعہ ماہ اکتوبر ۱۹۶۰ء میں خزینۃ العرفان حضرت مولانا صوفی عبدالحمید صاحب سے پیش آیا۔ وہ سیالکوٹ کے مزارات کی زیارت کرتے کرتے حضرت شاہ مونگا ولی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر پہنچے اور کافی دیر مراقب رہے۔ دُعائے خیر کے بعد فرمایا۔ یہ حضرت شاہ مونگا ولی رحمۃ اللہ علیہ نقشبندی مجددی نسبت کے بڑے عاشق ہیں۔ اس نسبت کا جو صاحب بھی یہاں آجائے یہ اسے باہر نکل کر ملنا چاہتے ہیں۔ ابھی ابھی مجھے فرمایا ہے کہ اگر آپ کے دادا پیر حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ منع نہ فرما گئے ہوتے تو میں ضرور قبر سے باہر نکل کر آپ سے مُلاقات کرتا۔

مزارِ پُرانوار جناب غوث الاعظم پیرانِ پیر حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز

بغداد شریف (عراق)
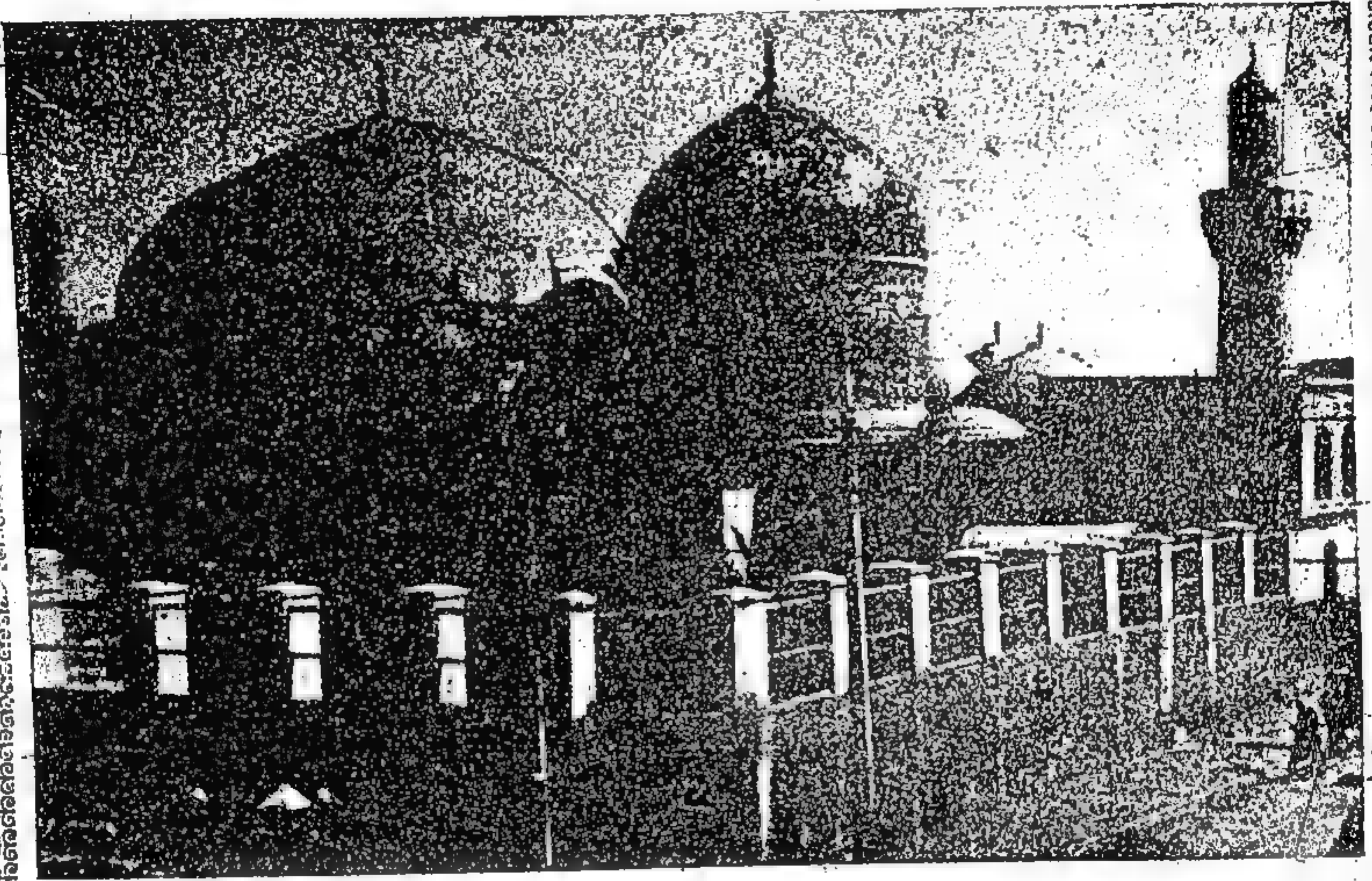
جناب قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ کے زمانۂ طفولیّت میں ایک عابدہ اور شب بیدار صالحہ خاتون نے عالمِ رویاء میں جناب غوث الاعظم پیرانِ پیر دستگیر عالیجناب محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو دیگر بہت سے اولیائے کرام کی معیّت میں سبز جھنڈے پکڑے مزار شاہ چراغ علیہ الرحمۃ (راولپنڈی) کے قریب رونق افروز دیکھا آپؒ نے فرمایا کہ میں حافظ عبدالکریم صاحب (علیہ الرحمۃ) کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے آیا ہوں۔ چنانچہ آپؒ کے مکان شریف پر ایک سبز جھنڈا نصب فرما کر تشریف لے گئے۔

(آثارالکریم صفحہ ۸-۷)

قبلۂ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کو غوث پاک قدس سرّہٗ سے رُوحانی عشق تھا آپؒ کے وصال پر وحید العصر مولانا محمد شریف علیہ الرحمۃ نے مرثیہ میں یہ اشعار کہے ؎

از کلامِ شاہِ جیلانیؒ مدام — شاد فرمودے ہمہ پیر و جواں

"فتح ربّانی" کلامِ غوثِ پاکؒ — زیرِ نظر دے بُدے در ہر زماں

(آثارالکریم صفحہ ۲۸۷)

حالات و واقعات

ع اے آمدنت باعثِ آبادیٔ ما

حضرت قبلہ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت باسعادت بروز سہ شنبہ رجب المرجب ۱۲۶۴ھ بمطابق گیارہ اپریل ۱۸۴۸ء بروز منگل بمقام راولپنڈی ہوئی۔ آپؒ ذات کے مغل تھے۔ آپؒ کا شجرۂ نسب شہنشاہ بابر تک پہنچتا ہے۔

۱۸۵۷ء میں جنگِ آزادی کی ناکام کوشش کے بعد سلطنتِ مغلیہ کا چراغ ہمیشہ کے لئے گُل ہو گیا۔ لیکن قدرت نے اِس خاندان سے اقلیمِ رُوحانیت کے ایک عظیم تاجدار کو پیدا کیا جس نے محلّہ شاہ چراغ راولپنڈی کے ایک گمنام گوشے میں جنم لیا اور (حافظ) محمد عبدالکریم (علیہ الرحمۃ) نام پایا۔ جنہوں نے اپنے لاکھوں ارادت مندوں کے دِلوں پر حکومت کی اور ان کی حکومت ابدالآباد تک قائم رہے گی۔

آپؒ کے والدِ ماجد کا اِسمِ گرامی حضرت نذر محمدؒ تھا۔ آپ نیک صفت، درویش صورت، حلیم الطبع بزرگ تھے اور اخلاقِ حمیدہ کے مالک تھے۔ آپ مہینے میں ایک بار کھانا پکا کر حضرت شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر غرباء میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک گرد آلود مجذوب نے آپ کو ایک لقمہ کھانے کو دیا۔ مگر آپ نے اسے کراہت کی وجہ سے نہ کھایا۔ اس مجذوب نے فرمایا "سخی مرد تو نے میری عطا کو قبول نہ کیا۔ اچھا جا اگر تو نہیں تو تیری اولاد کو ضرور حصّہ ملے گا۔ چنانچہ اس مردِ مجذوب کی وُہ پیش گوئی قبلہ عالم حضرت حافظ عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر پُوری ہوئی۔

بالائے سرت زہوش مندی
می تافت ستارۂ بلندی

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی عمر بمشکل تین ماہ ہو گی کہ والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں اور آپؒ کو

داغِ یتیمی دیئے گئیں اور ابھی صرف دو برس کے ہی ہوئے تھے کہ والد ماجد کا سایہ بھی سر سے اُٹھ گیا۔ اور اس طرح آپؒ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرح شانِ یتیمی سے نوازے گئے۔

اس کے بعد آپؒ کے چچا میاں پیر بخش صاحب اور پھوپھی محترمہ حیات بی بی صاحبہ نے آپؒ کی پرورش کی۔ آپؒ مادر زاد ولی تھے۔ آپؒ کی کرامت سے پھوپھی صاحبہ کو بڑھاپے میں دُودھ اُتر آیا۔ اور انہوں نے آپؒ کو ڈیڑھ سال تک دُودھ پلایا۔ بچپن میں آپؒ جب پھوپھی صاحبہ کو نماز پڑھتے دیکھتے تو عرض کرتے کہ مجھے بھی ایک جائے نماز دو تاکہ نماز پڑھ سکوں۔" پھوپھی صاحبہ نمازِ تہجّد کے بعد آپؒ کے لئے دُعا فرمایا کرتی تھیں۔ چنانچہ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اُس دُعا کی ٹھنڈک اور سرور اَب بھی محسوس کرتا ہوں۔

حضرت سیّدنا غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ کی آمد

مسماۃ حیات بی بی صاحبہ جو کہ ایک شب بیدار، صالحہ، زاہدہ اور عابدہ خاتون تھیں۔ اور محلّہ شاہ چراغ میں مقیم تھیں اپنے عالمِ رُؤیا کا واقعہ بیان کرتی تھیں جب کہ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابھی ایّامِ طفولیّت میں تھے کہ پیرانِ پیر حضرت غوث الاعظم شیخ محی الدّین عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ دیگر بہت سے اولیاء کرام کی معیّت میں تشریف لائے۔ سب کے ہاتھوں میں سبز جھنڈے تھے۔ انہوں نے حضرت شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُرانوار کے پاس آکر قیام فرمایا اور مجلس منعقد کی گئی۔ مسمّاۃ حیات بی بی صاحبہ کے سوال کے جواب میں حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آج میں حافظ محمد عبدالکریم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کو اپنا خلیفہ مقرر کرنے آیا ہوں اور حسبِ دستور اس تقرر کا اعلان اور خوشی کا اظہار ضروری تھا لہٰذا یہ مجلس اِس جگہ قائم کی گئی تھی۔ اس کے بعد ایک سبز جھنڈا جناب قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ کے مکان شریف واقع محلّہ شاہ چراغ پر گاڑ کر سب حضرات تشریف لے گئے۔

تعلیم و تربیت

آپؒ نے آٹھ برس کی عُمر میں قرآن مجید پڑھنا شروع کیا۔ اس کے بعد مشکوٰۃ شریف، احیاء العلوم،

مثنوی شریف اور فقہ اور تفسیر کی بے شمار کتب سے استفادہ کیا۔ بچپن میں اکثر آپؒ پہ بے خودی سی طاری رہتی تھی۔ آپؒ کے اُستاد محلّہ کی مسجد کے امام قاضی محمد زمان تھے۔ انہوں نے اثنائے تعلیم میں حضرت قبلہ عالم علیہ الرحمۃ کے اکثر آسمان کی طرف دیکھتے رہنے کی وجہ سے آپؒ کا نام "آسمانی" رکھ دیا۔ اور تمام طلباء آپؒ کو اسی نام سے پکارتے تھے۔ قبلہ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ خود فرمایا کرتے تھے کہ بچپن کی حالت میں میں اکثر اپنے آپ کو گم پاتا تھا۔

سولہ برس کی عمر میں آپؒ کو قرآن مجید حفظ کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ اور اٹھارہ برس کی عمر میں آپؒ نے اپنی غیر معمولی ذہنی استعداد کی بناء پر قرآن مجید حفظ کر لیا۔ فنِ قرأت میں آپؒ مولانا محمد حسین مکیؒ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے جو کہ اُس وقت اس فن میں یگانہ اور اُستادِ زمانہ تھے۔ اللہ تعالےٰ نے آپؒ کو قرأت کا لب ولہجہ بھی دلکش عطا فرمایا۔ تلاوتِ کلام مجید اس عمدہ ترتیل اور خوش الحانی سے کرتے کہ سامعین فریفتہ ہو جاتے۔ رمضان المبارک میں جس مسجد میں آپؒ نمازِ تراویح میں قرآن مجید سُناتے تھے وہاں لوگ نمازِ مغرب کے بعد ہی سے اپنی جگہ مخصوص کر لیتے تھے۔ کیونکہ عشاء کی نماز کے وقت خلقت کا بے پناہ ہجوم ہو جاتا تھا۔

این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ترجمہ:۔ (یہ خوش نصیبی اپنے بازوؤں کی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی یہ تو خُدا کی دین ہے جسے وہ دے)

مسلمان تو مسلمان غیر مسلم یعنی ہندو اور سکھ بھی آپؒ کی قرآن خوانی پر فریفتہ ہو جاتے۔ اور تلاوتِ قرآن مجید کو سُننے مسجد سے متصل گلی میں جمع ہو جاتے۔ سچ ہے ؎

ہر کجا چشمہ شیریں بود مردم و مرغ و مور گرد آیند

ترجمہ:۔ (ہر کہیں جہاں بھی میٹھے پانی کا چشمہ ہوتا ہے آدمی، جانور اور چیونٹیاں اُس کے گرد جمع ہو جاتے ہیں)

آپؒ کے چچا رنگریزی اور چھاپہ گری کا کام کرتے تھے۔ چنانچہ آپؒ نے ان کا ہاتھ بٹانا شروع کیا لیکن بوقتِ فرصت تعلیم بھی حاصل کرتے۔ بوقتِ کار دیار بھی قرآن خوانی میں مصروف رہتے۔

بیعت، اجازت و خلافت

حضرت فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ چُورہ شریف والوں کے ایک مُرید مستری علیم اللہ صاحب

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خوش الحانی پر فریفتہ تھے۔ اور ان کی دلی تمنا تھی کہ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ آپ کے پیر بھائی بن جائیں۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب حضرت فقیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ راولپنڈی تشریف لائے تو مستری صاحب آپؒ کو ان کی مجلس میں لے گئے۔ اُس وقت آپؒ کی عمر ۱۲ برس کی تھی۔ حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ بھی آپؒ کی صورت، سیرت اور خوش الحانی پر عاشق ہو گئے۔ آپؒ کو بیعت فرما کر نسبتِ خاص سے نوازا اور ذکرِ قلبی سے سرفراز فرمایا۔ آپؒ کی حالت متغیر ہو گئی اور جذبۂ بے خودی کے آثار نمایاں ہو گئے۔ آپؒ کو اپنے شیخ سے اِس قدر محبت تھی کہ ہفتہ میں ایک دو بار ضرور حاضر ہوا کرتے۔ اخی المحترم میر عبدالعزیز صاحب اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل ریٹائرڈ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ تو حضرت قبلہ عالم صاحب رحمۃ اللہ علیہ عالمِ بے خودی میں راولپنڈی سے چورہ شریف پاپیادہ تشریف لے گئے۔ حالانکہ گرمی کا مہینہ تھا اور سفر سخت پُر آشوب ہے

من تو شدم تو من شدی، من تن شدم تو جاں شدی

تاکس نہ گوید بعد ازاں، من دیگرم تو دیگری

ترجمہ:۔ (میں اور تو ایک ہو جائیں۔ میں جسم ہوں تو تُو جان ہو۔ تاکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ تو اور ہے اور میں اور)

عالمِ بے خودی میں دِل پر ذکر و فکر کا غلبہ بے اندازہ ہو گیا۔ آپ صبح و شام خلوت نشینی کے لئے "سر وازاں والا باغ" میں تشریف لے جاتے اور حالتِ مراقبہ میں مشغول رہتے۔ کئی کئی راتیں آپؒ نالہ لئی کے کنارے عبادت و ریاضت میں گذار دیتے اور کبھی قبرستان پیر بدھائی میں جو کہ نالہ لئی کے بیرونی کنارے پر ہے تنہائی میں ذکرِ الٰہی میں مصروف رہتے۔

جب آپؒ کو اجازت و خلافت عطا ہوئی تو حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا خاص ملبوس آپؒ کو عطا فرمایا۔ آپؒ پر بڑی رقت طاری ہوئی اور عرض کیا کہ حضور غلام کو تو جناب کی محبت ہی کافی ہے۔ آپؒ نے فرمایا "میں حکم کا بندہ ہوں اور اِس امانت کو آپؒ کے حوالے کرنے پر مامور ہوں۔ یہ میرا نہیں اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔" آپؒ نے نصیحت فرمائی کہ بیٹا دُنیا کی طرف توجہ نہ کرنا۔ اس کو پیٹھ پیچھے ڈال کر ہمہ وقت اور ہمہ تن یادِ الٰہی میں مصروف رہنا۔ دل کو غیر اللہ سے الگ رکھنا اور سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے سمجھنا۔" یہ سب کچھ سُن کر آپؒ کے دل میں عشقِ الٰہی کی آگ بھڑک اُٹھی

جس نے ماسوی اللہ کو جلا کر راکھ کر دیا۔

مٹا دیا میرے ساقی نے عالمِ من و تُو پلا کے مجھ کو مئے لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ

ترجمہ :۔ (میرے ساقی نے مجھے کلمہ وحدت کی شراب پلا کر من و تُو کا فرق مٹا دیا۔ اور ہم دونوں ایک ہو گئے)

الف اللہ چنبے دی بُوٹی میرے من وِچ مُرشد لائی ھُو
نفی اثبات دا پانی ملیس ہر رگے ھر جائی ھُو
اندر بُوٹی مُشک مچایا جاں پھُلّن تے آئی ھُو
جیوے مُرشد کامل باھُوؒ جِس ایہہ بُوٹی لائی ھُو

جلالیت اور استغنا

شوقِ الٰہی کی چنگاری شعلہ جوّالا بن گئی۔ کاروبار مشکل ہو گیا اور آپؒ دوکان اور گھر بار چھوڑ چھاڑ جنگل کی طرف چل دیئے۔ وہاں مطالعۂ قدرتِ الٰہی میں مشغول ہو گئے۔ اور عجیب مشاہدے اور مکاشفے کا ظہور ہوا۔ پھرتے پھرتے خیال آیا کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے لا رھبانیۃ فی الاسلام کہ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ نیز مشائخِ طریقت کا مقولہ ہے کہ الصوفی ھو الکائن والبائن یعنی صُوفی وُہ ہے جس کا ظاہر خلق کے ساتھ اور باطن ان سے الگ ہو یعنی ان کے ساتھ ہو۔ چنانچہ آپؒ گھر واپس تشریف لے گئے۔ آپؒ کے قدیم دوستوں میں بابو کرم الدین صاحب مرحوم اور مولوی فضل احمد علیہ الرحمۃ نے آپؒ کے جذب و سُکر کے بیشتر واقعات مشاہدہ کیے جو آپؒ کی شانِ ولایت پر دال ہیں۔

قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نام و نمود سے نفرت تھی۔ چنانچہ جب قاضی عالم الدین صاحب نے "آثار الکریم" شائع کی تو آپؒ نے فرمایا کہ یہ ناچیز تو کچھ بھی نہیں دوستوں نے ہی سب کچھ بنا دیا ہے۔

درویشِ دل ریش ناچیز مؤلّف نے ایک قدیمی پیر بھائی کی زبانی سُنا کہ ایک مرتبہ وُہ مسجد عیدگاہ شریف میں داخل ہُوئے تو دیکھا کہ قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے جسم کے اعضا

الگ الگ پڑے ہُوئے ہیں۔ وُہ ذہنی کشمکش میں مبتلا ہی تھا کہ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی اصل صُورت میں ظاہر ہُوئے اور فرمایا کہ میری زندگی میں اِس واقعہ کا کسی سے ذِکر نہ کرنا۔ آپؒ کسی بھی شانِ ولایت کو اپنی ذات سے منسوب کرنے کے اِظہار کو ناپسند فرماتے تھے۔ راجوں، نوابوں، دُنیاداروں اور دولت مندوں کی مجلس اور آمد و رفت کو چنداں پسند نہیں فرماتے تھے۔ فرماتے کہ اَلدُّنیَا جِیفَۃٌ وَّ طَالِبُھَا کِلَابٌ یعنی دُنیا مُردار ہے اور اس کے طالب کُتّے ہیں۔

والیٔ کابل سردار ایُّوب خاں جن دنوں راولپنڈی میں تھے آپؒ کی قرآن مجید کی ترتیل اور خُوش اِلحان قرأت کا شہرہ سنا۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جوانی کے عالم میں تھے لیکن فقر و استغنا کا یہ حال تھا کہ سردار ایُّوب خان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور فرمایا کہ مجھے اِس امر پر مجبُور نہ کریں اور نہ ہی لالچ کے بدلے میں یہ فقیر آپ کے ہاں آئے گا۔ اگر سردار صاحب کو شوق ہے تو خود یہاں آ جائیں۔ چنانچہ وُہ عیدگاہ شریف میں حاضر ہُوئے اور اپنی گُستاخی کی معافی مانگی۔ بعدہٗ آپؒ نے قرآن مجید کا ایک رکُوع پڑھ کر سُنایا۔ سردار ایُّوب خاں آپؒ کا تہِ دل سے معتقد ہو گیا۔

مہاراجہ پرتاپ سنگھ والیٔ کشمیر کے ایک مصاحب غلام محمد نے آپؒ کو خط لکھا کہ مہاراجہ صاحب چند دنوں کے لِیئے راولپنڈی آ رہے ہیں۔ آپؒ درِ دولت پر تشریف رکھیں تاکہ وُہ آپؒ کی زیارت کر سکیں۔ آپؒ خاموش ہو گئے اور جب مہاراجہ پرتاپ سنگھ کا پروگرام بنا تو آپؒ اس سے دو روز قبل گوجرخاں وغیرہ دورے پر تشریف لے گئے اور مہاراجہ کے راولپنڈی سے چلے کے بعد ہی آپؒ واپس عیدگاہ پہنچے۔ بعدیں دوستوں نے مہاراجہ کے شوقِ ملاقات کا تذکرہ کیا تو جنابؒ نے فرمایا کہ ان لوگوں کی مُلاقات اور ان کی مجلس میں بیٹھنا سراسر فتنہ و فساد کا باعث ہوتا ہے۔ ان سے حتی المقدُور بچنا ہی اچھا ہے۔

حُسنِ اخلاق

قبلۂ عالم حافظ جی علیہ الرحمۃ خُوش خلقی اور دوستوں سے مہر و محبت کی جلیتی جاگتی تصویر تھے۔ میر عبدالعزیز صاحب اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب (ریٹائرڈ) بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں رات دیر سے راولپنڈی آپؒ کے درِ دولت پر پہنچا اور دروازے کے سامنے ہی لیٹ

گیا۔ صبح سویرے آپؒ نے دروازہ کھولا اور مجھے دیکھ کر فرمایا "اوئے بچہ! توں ساری رات سردی میں پڑا رہا۔ اچھا چل میں تجھے بسکٹ کھلاؤں۔ چنانچہ ناشتہ کے لیئے کھانا ان کے سامنے رکھا اور اپنے دستِ مبارک سے لقمہ ان کے منہ میں ڈالا۔ میر صاحب کا بیان ہے آپؒ کی شفقت دیکھ کر انہوں نے قبلہ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا دستِ مبارک بے ساختہ چوم لیا تو آپؒ نے فرمایا "اوئے بچہ! تو پورا اُٹواکو ہے۔"

میاں عبداللطیف صاحب سیشن جج (ریٹائرڈ) بیان کرتے ہیں کہ حضرت حافظ جی صاحب کا وصال قریب تھا۔ وہ حاضر خدمت ہوئے۔ اُس وقت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ صاحب فراش تھے اور آپؒ کی بینائی بھی قریب قریب زائل ہو چکی تھی۔ صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب علیہ الرحمۃ آپؒ کے قدموں میں بیٹھے تھے۔ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے مخاطب ہو کر فرمایا "مولوی صاحب! ان کو مُرید نہ سمجھنا۔ ان کو ہمیشہ اپنا بھائی سمجھنا۔" سُبحان اللہ! کیا خاکساری اور ذرّہ نوازی ہے حالانکہ چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک۔

ایک خادمِ دربار ایک مرتبہ آپؒ کے پاؤں داب رہا تھا۔ اُس نے عرض کیا کہ حضور میں بے حد غریب ہوں۔ میرا گاؤں یہاں سے کافی دُور ہے۔ میری دِلی تمنّا ہے کہ حضورؒ میرے غریب خانے پر تشریف لے چلیں۔ آپؒ نے فرمایا "او بچہ! میں تو کئی مرتبہ تمہارے گھر ہو آیا ہوں۔ تو میرے پاس ہے اِس لیئے مجھے تیرے گھر کا خیال ہے۔ دیکھ تیرے گھر کے صحن میں بیری کا درخت ہے۔ اور اُس کے نیچے بکری بندھی ہوئی ہے۔" خادم یہ سُن کر خوشی اور حیرت سے گنگ ہو گیا۔

سفرِ حرمین شریفین

قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ خود ہی ارشاد فرمایا کہ ہمارے تیسرے حج مبارک میں صرف مولوی فیروزدین صاحب مرحوم ہی میرے ہمراہ تھے۔ مکّہ مکرمہ میں حج سے فارغ ہونے کے بعد مدینہ منورہ میں حاضری دینے کی تیاری کی تو بعض وجوہات کی بنا پر حکومت نے حاجیوں کو وہاں جانے سے روک دیا۔ طبیعت سخت بے قرار ہوئی۔ خیال آیا کہ شاید حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فقیر کا یہاں آنا [illegible] ہیں۔ اسی پریشانی میں نیند اُڑ گئی۔ ہر وقت گریہ زاری رہتی ہے

حسرتِ جلوۂ آں ماہِ تمامے دارم　　　دست بر سینہ نظر بر لب بامے دارم

ایک رات تہجّد کے وقت حالتِ مراقبہ میں دیکھا کہ جنابِ رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم تشریف لائے ہیں اور بڑی مہربانی اور شفقت سے فرماتے ہیں کہ "حافظ صاحبؒ گھبرایئے نہیں۔ اِس وقت جانا ہی مناسب ہے اِنشاءاللہ تعالیٰ آپؒ کو پھر بُلائیں گے"۔ اِس سے طبیعت کو سکون و آرام نصیب ہوا اور حسبِ اِرشادِ نبوی صلعم فقیر واپس ہندوستان آگیا۔ کچھ عرصہ بعد حاجی نورالدین صاحب مرحُوم سوداگر چرم ساکن پشاور میرے پاس راولپنڈی آئے اور کہنے لگے کہ ہم حج کے لیئے جا رہے ہیں آپؒ بھی ہمارے ہمراہ تشریف لے چلیں۔ میں نے کہا ابھی میرا ارادہ نہیں ہے۔ جب حضُور پُر نور علیہ الصلوٰۃ والسّلام بُلائیں گے تب حاضر ہوں گے"۔ چنانچہ وُہ دوست بمبئی پہنچ گئے اور وہاں سے دوبارہ مجھے آنے کے لِئے کہا۔ میں نے پھر بھی بذریعہ تار وُہی جواب دیا۔ اسی رات تہجّد کی نماز کے بعد اسی خیال میں سو گیا۔ خواب میں حضُورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نصیب ہُوئی۔ حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم نے نہایت شفقت سے میرے سر پر بوسہ دیا اور فرمایا "یا حافظ تعال" یعنی حافظ صاحب (علیہ الرحمۃ) آجاؤ۔ چنانچہ آپؒ فوراً ہی تیاری کر کے روانہ ہو گئے۔ راستے میں آپؒ کو حضرت شیخ ابُوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ کی طرح کا واقعہ پیش آیا۔

جب جہاز وسطِ سمندر میں پہنچا تو اچانک بڑا سخت طوفان آگیا اور جہاز کے تہ خانوں میں آگ لگ گئی۔ چنانچہ جہاز کھڑا کر دیا گیا۔ سب حجّاج سخت پریشان ہُوئے اور واویلا کرنے لگے۔ قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ نے سب کو مخاطب کر کے فرمایا "اَب مال و دولت اور بال بچوں کو یاد کرنے کا وقت نہیں خدا کو یاد کرو تاکہ غفلت میں جان نہ نِکلے اور خاتمہ بالخیر ہو سکے"۔ بعد میں آپؒ جہاز کی بالائی منزل پر چلے گئے اور نماز میں مشغول ہو گئے۔ پھر مراقبہ فرمایا تو پیرانِ پیر حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم آپؒ کو سلامٌ علیکم فرماتے ہیں اور آپؒ کے آنے کی مُبارک دیتے ہیں"۔ چُنانچہ اس سے آپؒ کو جہاز کی خیریّت کا یقین ہو گیا اور آپؒ نے فرمایا "اَے لوگو! مُبارک ہو۔ آگ بجھ گئی"۔ اُس وقت شعلے بدستور جاری تھے۔ لوگ کہنے لگے "حضُور! آگ اسی طرح ہے"۔ فرمایا "نہیں! بُجھ گئی ہے"۔ آپؒ کا یہ فرمانا ہی تھا کہ یکدم زور سے ایک دھماکہ ہُوا جس سے آگ کے شعلے آسمان کو اُڑ گئے۔ اور جہاز بخیریت منزلِ مقصود پر پہنچ گیا۔

آپؒ کی یہ کرامت دیکھ کر بہت سے لوگ بیعت ہو گئے۔

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مدینہ منورہ پہنچ کر یہ حالت ہو گئی کہ ایک لمحہ کے لئے بھی روضہ مبارک کی جدائی گوارا نہ تھی۔ میں روزانہ یہی دعا مانگتا تھا کہ الٰہی میری موت یہیں واقع ہو تاکہ بروز قیامت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی اٹھوں۔ ایک دن نماز عشاء کے بعد ایک نورانی شکل والے بزرگ تشریف لائے اور فرمایا کہ حافظ صاحبؒ! کیا آپؒ نے ہی یہیں رہنے کی دعا کی تھی۔ آپؒ نے فرمایا "جی ہاں"۔ انہوں نے فرمایا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حافظ صاحب (علیہ الرحمۃ) سے کہہ دو کہ واپس ہندوستان تشریف لے جائیں۔ کیونکہ وہاں ان کے وجود سے بہت سی مخلوق خدا کو فیض ہو گا۔ اور ان کی قبر بھی وہیں ہو گی۔ چنانچہ آپؒ کو قبر کی جگہ بھی دکھا دی گئی۔ جب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ واپس راولپنڈی تشریف لائے تو اپنی قبر کے لئے وہ جگہ وقف کی اور بعد میں اس جگہ چبوترہ بنوا دیا۔ مولانا عبدالاحد اور مولانا محمد اسحاق نے جو اہل حدیث عقیدہ کے مالک تھے یہ بات پھیلانی شروع کی کہ کیا حافظ صاحب (علیہ الرحمۃ) کو غیب کا علم ہے کہ ان کا وصال راولپنڈی ہی میں ہو گا اور وہ اسی جگہ دفن کئے جائیں گے؟"

جب آپؒ کو اس بات کی اطلاع پہنچی تو آپؒ نے فرمایا کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان کبھی غلط نہیں ہو سکتا۔ میں دعویٰ کرتا ہوں کہ میری قبر اسی جگہ ہو گی۔ چنانچہ آپؒ کا مزار اب عین اسی جگہ پر واقع ہے جس کی آپؒ نے اپنے وصال سے پچیس ۲۵ سال پہلے ۱۹۱۱ء میں نشاندہی فرمائی تھی۔

آپؒ ۱۲ مئی ۱۹۳۶ء بروز آخری چہار شنبہ اس دار فانی سے عالم بقا کی طرف تشریف لے گئے۔ آپؒ کے پانچ فرزندان ارجمند ہوئے۔ جن میں سے حضرت محمد شریف صاحب، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب، حضرت عبدالرحیم صاحب اور حضرت عبدالحی صاحب آپؒ کی زندگی ہی میں انتقال فرما گئے۔ آپؒ کے بعد حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسند ارشاد پر فائز ہوئے۔

ے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

کرامات

حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی مقناطیسی شخصیت اتنی پُر کشش اور پُر تاثیر تھی کہ غیر مُسلم بھی آپؒ کے معترف اور مرعوب تھے۔ دوستوں کے لئے آپؒ کی توجہ تیر بہدف ہوتی تھی۔ افسوس کہ ہم میں سے اکثر اصحاب کم عمری یا بے سمجھی کی وجہ سے ان کی عظمتوں سے پُورے طور پر مستفیض نہ ہو سکے۔ تاہم آپؒ کے وصال کے بعد بھی آپؒ کے فیوض و برکات کا سلسلہ جاری و ساری ہے بلکہ زندگی سے بعد از وصال تیز تر ہو گیا ہے۔ ناچیز مؤلف کی استدعا پر بعض اصحاب نے خطوط بھیجے ہیں جن میں سے چیدہ چیدہ اقتباسات پیش خدمت ہیں۔ ان کرامات کو دیکھ کر اہل اللہ کی محبوبیت اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبولیت کا اندازہ ہوتا ہے بقول علّامہ اقبال علیہ الرحمۃ:۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا و کارساز

اخی العزیز سیّد عثمان شاہ صاحب سٹور کیپر کراچی بیان کرتے ہیں کہ میرا لڑکا جو کہ آٹھ نو برس کا تھا کہیں گم ہو گیا اور تلاشِ بسیار کے باوجود اس کا کچھ پتہ نہ چل سکا۔ آخر کار میں انتہائی پریشانی کے عالم میں راولپنڈی شریف آپؒ کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوا اور اپنی مصیبت کا احوال بیان کیا۔ آپؒ نے تسلّی دی اور فرمایا کہ وہ لڑکا زندہ ہے اور ایک شخص کے قبضہ میں ہے۔ خُدا سے دُعا کرتے ہیں کہ وہ اس کا دل پھیر دے۔ چنانچہ جب میں رُخصت ہو کر کراچی واپس پہنچا تو میرا لڑکا خود بخود گھر آ گیا تھا۔

اخی المحترم حافظ محمد اکبر کریمی مرحوم سابق خطیب نیویں مسجد لاہور بیان فرماتے تھے کہ میں ایک رات سویا ہوا تھا۔ ایسا معلوم ہوا کہ کسی نے میرا دایاں ہاتھ دبایا۔ لیکن میں نے خیال نہ کیا۔ پھر کسی نے بایاں ہاتھ دبایا مگر میں نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی اور سو گیا۔ اچانک میرے قبلہ و کعبہ حضرت حافظ صاحب

رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لائے اور میرے ہاتھ کو ایسا پکڑا کہ مجھے سخت گرمی محسوس ہوئی۔ اور میں بے تاب ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ دیکھا تو فرش کی چٹائی کو آگ لگی ہوئی تھی۔ الحمد للہ کہ اپنے مُرشدِ کامل کے باطنی تصرّف اور رُوحانی مدد سے ہم بال بال بچ گئے۔

مؤلّف عاجز درویش کی ایک عزیزہ نے کم عُمری کے زمانہ میں خواب میں قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مُبارک پر بیعت کی تھی۔ آخری عمر میں خیال آیا کہ یہ بیعت شاید حقیقی نہ ہو اس لیے کسی اور مُرشد کی طرف رجُوع کرنا چاہیئے۔ نمازِ مغرب کا وقت تھا اور عزیزہ مصلّے پر بیٹھی تھی کہ قبلہ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہ نفسِ نفیس اس کی نظروں کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اور عزیزہ کی زبان سے بے ساختہ نکلا سُبحان اللہ یہ تو قبلہ حافظ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) ہیں اس پر وُہ شبیہ نظروں سے غائب ہو گئی۔ اور عزیزہ نے نئی جگہ بیعت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

درویش دِل ریش کی اہلیہ کے ساتھ بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ حالانکہ اس نے زندگی میں حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو نہیں دیکھا۔ ہوا یُوں کہ بندۂ عاجز کو ملتان جانے کا اتفاق ہوا جہاں برادرِ طریقت حاجی عبدالستّار مرحُوم موٹر مکینک کے ہاں حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بڑے سائز کی فوٹو نظر آئی جس کی جاذبیّت نے ناچیز عاجز کو مسحور کر دیا۔ اور وُہ فوٹو عاریتاً لاہور لے آیا تا کہ اس کی مزید نقلیں تیار کروائی جائیں مسکین گھر پہنچا تو اہلیہ نے تصویر دیکھتے ہی کہا کہ یہ بزرگ تو گذشتہ رات مجھے خواب میں نظر آئے تھے اور لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا وظیفہ پڑھنے کی تلقین فرما گئے ہیں۔ عقیدت سے قطع نظر دراصل یہ قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے گویا اپنی تصویر کی نقل تھی۔

عزیزم محمد امجد متعلّم ایف۔ اے نجی طور پر درویش دلریش سے انگریزی کے مضمون میں سبق پڑھتا تھا۔ عاجز مسکین کا اس کے گھر آنا جانا تھا۔ اس کے گھر والے سخت وہابی قسم کے لوگ تھے۔ تاہم درگاہ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ راولپنڈی کے فیضان کی وجہ سے مجھ سے متاثر تھے۔ اور از رہِ اشتیاق محمد امجد

کو میرے ساتھ راولپنڈی بھیج دیا کہ جا کر عاجز کے مرشد کو ایک نظر دیکھ آؤ۔ رات دیر سے پہنچے، اِس لیے قبلۂ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے شرفِ ملاقات حاصل نہ ہوا۔ علی الصبح نمازِ فجر کے بعد ہم مزارِ اقدس پر زیارت کے لیے گئے۔ محمد امجد نے تھوڑے سے وقفے کے بعد اچانک کہا کہ مجھے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بیعت کر لو۔ چنانچہ اُسی وقت عزیزم نے قبلۂ عالم جلیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے دستِ حق پرست پر بیعت کر لی۔ عاجز ششدر رہ گیا اور محمد امجد کے گھر والے اس واقعہ سے اتنے متاثر ہوئے کہ سارے کا سارا خاندان ہی حضورؒ کا مرید ہو گیا۔

ع ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

اخی المکرم صوفی بشیر احمد صاحب دربارِ عالیہ عید گاہ شریف راولپنڈی کے ایک معتمد اور مسعود فرد ہیں عشق اور مستی سے سرشار رہتے ہیں اور طریقت کی خدمت پر ہر لحظہ کمربستہ ہیں۔ ان کا بیان ہے کہ قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال سے کچھ عرصہ پیشتر وہ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُر انوار کے سامنے بیٹھے تھے تو توجہ ہوئی کہ جہاں اب بیٹھے ہو یہاں آئندہ بیٹھنا نصیب نہ ہوگا۔ چنانچہ قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد اس جگہ پر آپؒ کی قبر بنا دی گئی۔ اِسی طرح جب قبلۂ عالم ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے والدِ محترم کا ذکرِ خیر کرتے تو بے ساختہ آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑتے اور ساری محفل پر گویا رقت طاری ہو جاتی۔ یہ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی رُوحِ پُر فتوح کا فیض تھا حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی فوٹو میں ایک عجیب فقیرانہ اور شاہانہ امتزاج ہے۔ جو کوئی آپؒ کی فوٹو دیکھ لیتا ہے اس کو آپؒ سے والہانہ عقیدت ہو جاتی ہے ؎

آفاق ہا گردیدہ ام، مہرِ بتاں ورزیدہ ام
بسیار خوباں دیدہ ام، لیکن تو چیزے دیگری

برسبیلِ تذکرہ اتنا عرض کرنا ضروری ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں اصولی طور پر تصویر کھچوانا جائز نہیں لیکن حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس تصویر کے پیچھے ایک داستان ہے جو عاجز مؤلف نے برادرم حاجی عبدالستار مرحوم ساکنہ ملتان کی زبانی سنی اور جس کا قارئینِ کرام تک

پہنچانا بے حد ضروری ہے۔ یہ قیامِ پاکستان سے بہت قبل کی بات ہے۔ قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بمبئی میں ایک سیٹھ کے ہاں مہمان ٹھہرے جو آپؒ کا ارادت مند تھا۔ بنگلے میں کافی گہما گہمی تھی۔ وُہ سیٹھ آپؒ کا چہیتا دوست تھا۔ اس نے قبلہ حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ حضورؒ اَب تو آپؒ نے حج پاسپورٹ کے لیے اپنی فوٹو کھنچوا ہی لی ہے تو ہمیں بھی اجازت دیجیئے کہ آپؒ کی تصویر اُتار لیں۔ آپؒ خاموش رہے۔ اس نے دو تین مرتبہ اصرار کیا لیکن آپؒ نے جواب نہیں دیا اور پھر اچانک ہی آپؒ کو مدینہ منوّرہ سے اشارہ مِل گیا اور آپؒ لپک کر کھڑے ہو گئے اور جوش میں فرمایا "جس نے فوٹو لینی ہے کھینچ لے۔" گویا آپؒ کی یہ فوٹو اجازت یافتہ ہے۔ اِس فوٹو کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ کیونکہ یہ رُوحانی نقش ہے۔ اور بُت پرستی اور تصویر پرستی کا اس میں رتی بھر شائبہ نہیں۔

چنانچہ صُوفی بشیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ اُنھوں نے جب یہ تصویر دیکھی تو سرور و کیف کی بجلیاں اُن کے رگ و پے میں سرایت کر گئیں۔ کیونکہ یہ بھی ایک قسم کی عالمِ تصوّر میں قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت تھی۔

صُوفی صاحب موصُوف نے حضرت حافظ جی صاحب قدس سرّہٗ کی سوانح عمری میں پڑھا کہ کسی دوست کی گدھی کھو گئی۔ اس نے عالمِ خیال میں آپؒ سے اِمداد طلب کی تو آپ کے فیض سے کھوئی ہُوئی گدھی مِل گئی۔ بعینہٖ ایسا ہی واقعہ خود صوفی بشیر احمد صاحب کے ساتھ پیش آیا۔ ان کی گدھی گم ہو گئی۔ اس گدھی پر دُور سے پانی لایا جاتا تھا۔ اب بیس گھڑے روز سر پر پانی لانا پڑا۔ اہتمام گھر والے باری باری روز گدھی کی تلاش میں نکل جاتے لیکن بے سُود۔ چار دِن سخت تکلیف اور پریشانی میں گزرے۔ پانچویں روز صُوفی صاحب کی باری تھی۔ وُہ گدھی کی تلاش میں گھر سے باہر نکلے اور حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو یاد کیا کہ حضُور آپ کے مُرید کی ڈیوٹی لگی ہے توجّہ فرمائیں۔ اچانک نِگاہ دُور کسی سفید چیز پر پڑی۔ دل نے گواہی دی کہ خدا معلوم یہ گدھی ہے۔ جب قریب پہنچے تو وُہ گم شدہ گدھی ہی نکلی۔ سُبحان اللہ!

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حافظ میاں محمد صاحب سکنہ ڈھوک نزد ٹبّی بنگلہ گجرات قبلہ عالم حضرتؒ

باباجی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ عالیہ میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضور دُعا فرمائیں کہ میری منزل قرآن پاک بھول گئی ہے دوبارہ یاد ہو جائے۔ باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے خوش ہو کر فرمایا فقیر کو آج دُعا کرنے کا مزا آیا ہے۔ آگے کوئی آتا تھا کہ میرے گھر میں لڑکا ہو۔ کوئی کہتا تھا مجھے فلاں ملازمت مل جائے۔ کوئی کہتا تھا فلاں رشتہ مل جائے۔ آج دُعا کرنے کے لئے اصل بات کا موقع ملا۔ سب دوست دُعا مانگو۔" چنانچہ حضور نے دُعا فرمائی۔ حافظ میاں محمد صاحب فرماتے ہیں کہ اس دُعا کے بعد منزل بھی یاد ہو گئی اور میری وجہ سے کئی لوگ حافظِ قرآن بن گئے ہیں۔ اور ٹبی بنگلہ ضلع گجرات میں ٹبی حافظوں کی بڑی مشہور ہے۔

—

اخی المحترم میر عبدالعزیز صاحب لکھتے ہیں کہ کالج کے سال اوّل میں ہی انہیں قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کا شرف حاصل ہو گیا۔ یہ ۱۹۱۵ء کا واقعہ ہے آپ مشن ہائی سکول رنگ محل لاہور کے قریب ایک چھوٹی سی مسجد میں تشریف فرما تھے۔ مجھے خدا کی یاد کرنے کا بہت شوق تھا۔ عرض کیا تو حکم ہوا "کل حاضری دیں۔" اور دوسرے دن آپ کی غلامی کا طوق میرے گلے میں پڑ گیا۔ بقول حافظ شیرازیؒ ؎

شنیدہ ام کہ سگاں را کلادہ مے بندی
چرا بہ گردنِ حافظ نمی کنی رسنے

—

میرے ایک عزیز دوست جو سالِ دوم میں تھے اور ہوسٹل میں میرے ساتھ رہتے تھے چودھری محمد شفیع نام تھا اور بعد میں ایف۔سی کالج لاہور میں انگریزی کے پروفیسر ہو گئے۔ کہنے لگے میں بھی دیکھوں تم کس کامل ولی اللہ کا ذکر کرتے ہو۔ چنانچہ دوسرے ہی دن نماز مغرب کے قریب ہم آپ کی خدمت میں پیش ہوئے۔ آپ نے ملاقات کے بعد مجھے تو اجازت دے دی مگر چودھری محمد شفیع کو رات اپنے ہاں قیام کرنے کے لئے کہا۔ چودھری صاحب نے مجھے بھی روکنا چاہا مگر میں حکم کا بندہ اپنی من مانی کیسے کر سکتا تھا۔ خیر رات گزر گئی۔ صبحدم میں مسجد رنگ محل میں دوبارہ پہنچا۔ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو بعد از نماز فجر اپنے بند کمرے میں تھے۔

البتہ چودھری صاحب باہر بیٹھے ہوئے تھے اور اُن کا حال دیدنی تھا یعنی رنگ ہی بدلا ہوا تھا۔ میں نے عافیت پوچھی۔ کہنے لگے میں نے اپنے دل میں سوچا ہوا تھا کہ اگر یہ بزرگ کامل ولی ہیں تو مجھے نماز تہجد کے وقت بیعت کریں جب آپؒ نے مجھے رات ٹھہرا لیا تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ واقعی ولی اللہ ہیں۔ چنانچہ بوقتِ تہجد آپؒ نے مجھے اُٹھایا اور فرمایا آ تجھے بیعت کریں تاکہ تجھے میری ولایت کا یقین آجائے۔ سبحان اللہ۔

۱۹۱۷ء میں موسمِ گرما کی تعطیلات تھیں۔ میں اپنے گھر واقع گوجرانوالہ میں اپنے والدین کے پاس تھا۔ ایک رات دو بجے کے قریب میری آنکھ کھلی تو میری آنکھوں کے سامنے اچانک ہی قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تصور آ گیا اور میری چیخیں نکل گئیں۔ میرے والد ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ تو پاگل ہو گیا تو میں کیا کروں گا۔ چند روز بعد میں راولپنڈی شریف حاضر ہوا۔ نماز ظہر کے بعد حضورؒ "شجرۂ معرفت" جو کہ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کی مثنوی کا اُردو ترجمہ ہے پڑھوا کر تشریح فرمایا کرتے تھے۔ اُس روز تشریح کے دوران آپؒ نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی حدیث بیان فرمائی کہ قیامت کے دن جس شخص کی جس سے محبت ہو گی اُسی کے ساتھ اُٹھایا جائے گا۔ اور فرمایا کہ بعض دوست ایسے ہیں جو اپنے پیر کی محبت میں اُٹھ کر رویا کرتے ہیں ؎

اِک ہُوک جگر میں اُٹھتی ہے اِک درد سا دِل میں ہوتا ہے
میں چپکے چپکے روتا ہوں، جب سارا عالم سوتا ہے

میں تڑپ اُٹھا۔ فرمانے لگے "بچہ چپ! میں سب کچھ دیکھ لیتا ہوں"۔

محترمی میر عبدالعزیز صاحب مزید لکھتے ہیں کہ گوجرانوالہ کے شیخ دین محمد اُن دنوں راولپنڈی میں وکالت کرتے تھے۔ وہ اکثر قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے اور عرض کرتے "حضرت جی! دعا فرمائیں میں ہائی کورٹ کا جج بن جاؤں"۔ آپؒ نے دُعا فرمائی اور بعد ازاں شیخ دین محمد ہائی کورٹ کے جج بن گئے اور جسٹس دین محمد کے نام سے مشہور ہوئے۔

مکرّمی میر عبدالعزیز صاحب کا کہنا ہے کہ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسا کامل و اکمل اور سخی ولی ان کو زندگی بھر نظر نہیں آیا۔ آپؒ اتنے فیاض تھے کہ سائل کی توقع سے زیادہ خدمت فرماتے۔ غیر مسلم بھی آپؒ کی فیاضی سے محروم نہ رہتے۔ اکثر سکھ اور ہندو آپؒ پاس دُعا کے لیئے حاضر ہوتے۔ ایک سکھ مسمّیٰ تان سنگھ جو ٹاؤن کمیٹی میں ملازم تھا ہر وقت آپؒ کے قدموں میں بیٹھا رہتا۔ سینکڑوں سکھ آپؒ کے دستِ حق پرست پر مشرّف باسلام ہوئے۔

ایک ہندو دُکاندار کرشن چند اکثر حاضری دیتا اور روتا رہتا۔ نمازیں بھی پڑھتا تھا اور اکثر حضرت میاں محمّد صاحب علیہ الرحمۃ کے اشعار قبلۂ عالم جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سُنایا کرتا۔ ایک مرتبہ اُس نے ایک واقعہ سُنایا۔ کہنے لگا۔ سردی کا موسم تھا۔ شدید بارش ہو رہی تھی کہ میں قبلۂ عالم حضرت صاحب قدس سرّہٗ سے ملنے آیا۔ جب حجرے میں داخل ہوا تو آپؒ نے فرمایا۔ کرشن چند دُکان کی چابیاں گھر دے آئے ہو یا ساتھ لے آئے ہو۔ میں تو آج تمہیں پیدل مدینہ منوّرہ بھیجنا چاہتا ہُوں۔ جاؤ چابیاں گھر دے آؤ۔ میں نے عرض کی حضورؒ بہت اچھا میں تعمیل ارشاد کرنے والا تھا کہ آپؒ نے فرمایا کرشن چند کیسے جاؤ گے باہر بارش ہو رہی ہے بھیگ جاؤ گے۔ میں نے عرض کیا کہ حضورؒ پیدل چلا جاؤں گا۔ آپؒ نے فرمایا اچھا تمہارا کام یہیں کر دیتے ہیں۔ حجرے کی کنڈی لگا دو۔ میں نے کنڈی لگا دی تو فرمایا آنکھیں بند کرو اور میرے گرد طواف کرو۔ میں نے بلا چوُں و چرا آپؒ کے گرد طواف شروع کر دیا اور اپنے آپ کو سرکارِ دو عالم رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے روضۂ مُبارک پر حاضر پایا۔ سُبحان اللہ! ؎

سُبحَانَ اللهِ مَا اَجمَلَكَ مَا اَحسَنَكَ مَا اَكمَلَكَ

کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا گستاخ اکھیّں کتھے جا اڑیاں

بعد ازاں حضرت قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بھی میر عبدالعزیز صاحب کو یہ واقعہ سُنایا۔

ایک مرتبہ میر عبدالعزیز صاحب جمّوں میں تعیّنات تھے کہ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیالکوٹ تشریف لائے۔ انہیں حاضر ہونے کا پروانہ مِلا تو پروانہ وار وہاں پہنچے

قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کو جموں آنے کی دعوت دی تو آپؒ نے فرمایا "بیٹا وہ کفرستان ہے وہاں بُت ہیں تو کیوں میرا پاؤں غیروں کے مکان میں ڈلواتا ہے۔ اگر تیرا اپنا گھر ہوتا تو میں چلا جاتا۔ میں تمہارے بچوں کو ہر رات اُس وقت دیکھ آتا ہوں جب تُو سو رہا ہوتا ہے۔ لے میں تجھے بتاؤں کہ تمہاری بیوی نے روٹی پکانے کا تنور چھت کے اُوپر کوٹھے پر بنوایا ہوا ہے۔" میں گنگ ہو گیا اور صرف اتنا کہہ سکا "حضور درست ہے آپؒ کا بے حد شکریہ۔"

۱۹۱۸ء میں میر عبدالعزیز صاحب تھرڈ ایئر کے طالب علم تھے۔ ۸۔ جون والے عُرس سے ایک دن پہلے راولپنڈی پہنچے۔ وہ عید گاہ سے حجرہ شریف کی طرف قبلہ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ حجرہ شریف کے قریب عید گاہ میں کچھ لوگ کھانا کھا رہے تھے آپؒ وہاں کھڑے ہو گئے اور ایک دیہاتی نما شخص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ کالا ہے اس کو اور روٹیاں دو۔ پھر اس کو مخاطب کر کے فرمایا "او تے کالے آصف بیرسٹر تو چلا گیا ہے تو اب اس کے متعلق سی۔ آئی۔ ڈی کو کیا رپورٹ دے گا؟" وہ شخص سی۔ آئی۔ ڈی کا آدمی تھا۔ شرمندہ ہوا اور اُٹھ کر چلا گیا۔

آصف بیرسٹر جو کٹر کانگرسی تھا اور سیٹھ پیارے لعل موٹرز والے کا دوست تھا۔ جو کہ ٹی۔ بی کا مریض تھا اور حکیموں کے مشورے پر کشمیر جا رہا تھا۔ راولپنڈی میں اُنہیں کسی نے حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ بتلا دیا کہ ولی اللہ ہیں۔ قبلہ حضرت حافظ جی صاحب علیہ الرحمۃ نے سیٹھ کے لئے دُعا کی اور پھولوں کا ایک ہار اس کو عطا کیا اور فرمایا کشمیر جانے کی ضرورت نہیں تمہارا علاج ہو گیا ہے۔ سیٹھ کا بخار اُتر گیا اور وہ راولپنڈی سے واپس گھر چلا گیا بطور نذرانہ وہ اپنی کار حضورؒ کے لئے چھوڑ گیا۔ مگر آپؒ نے بذریعہ تار اُسے مطلع کیا کہ اپنی کار وہاں سے لے جائے۔ چنانچہ اُسے حکم کی تعمیل کرنی پڑی۔

بابا غلام محمد صاحب خادم دربارِ عالیہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک دوست قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ حضورؒ میرا لڑکا

تین سال سے غائب ہے۔ بڑی تلاش کی مگر بے سُود۔ گھر والی سخت بے حال ہے حضُور نظرِ کرم فرمائیں اَور میرا لڑکا واپس منگوا دیں ورنہ آئندہ کے لیئے پیری مُریدی ختم۔ یہ خاکسار اب گھر میں بیٹھ کر اللہ اللہ کرے گا۔ آپؒ نے اُسے تشفّی دی اَور فرمایا کہ واپس جانے کے لیئے چک لالہ کے اسٹیشن سے گاڑی میں سوار ہونا یعنی راولپنڈی کے ریلوے اسٹیشن سے گاڑی میں نہ بیٹھنا۔ چنانچہ کافی رات گیئے اس شخص کو گھر جانے کی اجازت مِلی اَور وُہ چک لالہ اسٹیشن کی طرف پیدل روانہ ہُوا۔ راستہ اُن دِنوں کافی سنسان اَور بیابان تھا۔ ایک جگہ اُسے ایک درخت کے نیچے کسی شخص کی موجُودگی کا احساس ہُوا۔ چونکہ چور اُچکار اُن دِنوں عام تھے۔ اُس شخص نے دُور سے آواز دی کہ خبردار تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں فلاں گاؤں کا رہنے والا ہُوں۔ اُس شخص نے کہا کہ وُہ تو میرا بھی گاؤں ہے۔ تمہارا نام کیا ہے؟ اُس نے اپنا نام لیا تو اُس نے کہا کہ وُہ تو میرا بیٹا ہے۔ پھر اُس نے اپنا نام بتایا تو اُدھر سے آواز آئی کہ وُہ تو میرا باپ ہے۔ پھر دونوں باپ بیٹا آگے بڑھ کر گلے مِلے۔ لڑکے کے ہاتھ میں گرم گرم چائے سے لبریز چائے دانی تھی۔ اِس نے بتایا کہ میں برما چلا گیا تھا۔ وہاں رنگون میں ایک سیٹھ کے ہاں ملازم تھا۔ رات کے وقت سیٹھ نے چائے منگوائی۔ میں ہوٹل سے گرم گرم چائے لے کر واپس لوٹ رہا تھا کہ ایک سفید ریش بزرگ مجھے مِلے اَور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے یہاں لے آئے۔ چنانچہ اس لڑکے نے اپنے والد کو چائے پیش کی۔ وُہ دوست اپنے بیٹے کو لے کر واپس عیدگاہ آیا۔ صبح لڑکے نے جب قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شکل مُبارک دیکھی تو کہنے لگا یہی تو وُہ بزرگ ہیں جو میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے رنگون سے یہاں لائے۔ سُبحان اللہ!

اخی العزیز طالب حسین صاحب ساکن بھمبر تراڑ ضلع راولپنڈی بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میرے والد سکندر خان نے آپؒ کی دعوت کا اہتمام کیا اَور چاولوں کی ایک دیگ پکائی۔ آپؒ کی تشریف آوری کی خبر سُن کر گرد و نواح کے سینکڑوں دوست جمع ہو گئے۔ تقریباً چھ سات سو کا مجمع تھا۔ میرے والد گھبرا گئے کہ کھانا کم ہے۔ لیکن قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ آپ بالکل نہ گھبرائیں۔ انشاء اللہ یہی کھانا سب کے لیئے کافی ہو گا۔ پھر آپؒ نے مولوی

فیروزدین صاحب کو فرمایا کہ دیگ کا مُنہ بند کر دیں اور صرف اِتنا کُھلا رکھیں جس سے کھانا نکالا جا سکے۔ حسب الارشاد عمل کیا گیا۔ جب سب دوست سیر ہو گئے کھانا کھا چکے تو آپؒ نے فرمایا کہ اب دیگ کے مُنہ سے ڈھکنا اُٹھا دو۔ جب ڈھکنا اُٹھایا گیا تو دیکھا کہ دیگ خالی تھی۔

اخی المکرّم المعظم فضل احمد صاحب علیہ الرحمۃ ساکن موضع جل بھائی خاں تحصیل گوجر خان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے گاؤں میں فجر کی نماز کے بعد مراقبہ کی حالت میں تھا کہ اچانک قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کان میں آئی "فضل احمد جلدی پنڈی پہنچ" میں نے آواز پہچانی۔ آنکھ کھولی۔ چاروں طرف دیکھا وہاں کوئی نہ تھا میں نے فوراً راولپنڈی جانے کا پروگرام بنایا۔ وہاں پہنچا تو قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "فضل احمد تمہیں میں نے بُلایا ہے"۔ پتہ چلا کہ کوئٹہ سے ایک عزیز پیر بھائی تشریف لائے ہوئے تھے اور مجھے ضرور ملنا چاہتے تھے۔ ان کے اصرار کے پیشِ نظر قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے وعدہ کیا کہ وہ اُنہیں مجھ سے ضرور مِلوا دیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

بندۂ ناچیز مؤلّف کو عُرس مُبارک کے موقع پر ایک پیر بھائی نے بتایا کہ اُن کا سات سال کا بچّہ گھر کے قریب کھیلتے کھیلتے ایک اندھے کنوئیں میں گر گیا۔ شور و پُکار سُن کر لوگ جاتے واردات پر پہنچا اور بچے کو نکالنے کے لیے کنوئیں میں اُترا تو دیکھا کہ بچّے کو خراش تک نہیں آئی اور وہ دونوں ہاتھوں میں لڈو پکڑے ہُوئے ہے۔ بچّے نے بتایا کہ ایک سفید داڑھی والے باباجی نے اس کو سہارا دے کر وہاں بٹھا دیا تھا اور کھانے کو لڈّو بھی دیئے۔ دُوسرے دن قبلہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کا خط ملا کہ فوراً راولپنڈی پہنچ جب وُہ حضُور حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تو آپؒ نے دیکھتے ہی فرمایا "بچّوں کا خیال رکھا کرو۔ ویسے گھر سے باہر نہ پھرنے دیا کرو"۔ اللہ اللہ! ایسے صاحبِ باطن بزرگ اب کہاں ملتے ہیں۔

مکرّمی حاجی شہادت علی خان صاحب محلہ اقبال پارک شیخوپورہ رقمطراز ہیں کہ بندہ کاٹھ نگر تحصیل گڑھ شنکر ضلع ہوشیارپور کا رہنے والا ہے سنہ ۱۹۲۰ء میں ایک شخص صوفی میراں بخش صاحب (علیہ الرحمۃ) ہمارے گاؤں میں آیا۔ اُس نے قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کی تعمیل میں ملازمت سے استعفٰے دے دیا تھا تاکہ خلقِ خدا کی دینی اصلاح اور خدمت کر سکے۔ اس شخص کا جلال اور جمال دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ جس درخت کا پھل یہ ہے وُہ درخت خود کتنا خوبصورت ہوگا۔ دِل میں تمنّا پیدا ہوئی کہ اَے مولا اگر صوفی میراں بخش صاحب (علیہ الرحمۃ) کے پیر تیرے مقبول بندے ہیں تو مجھے ان کی غلامی کا شرف عطا فرما۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ ۸۔ جون والا عرس مبارک آگیا اور میں صوفی صاحب موصوف مرحوم و مغفور کی معیّت میں ان کے قدموں میں پہنچ کر بیعت ہو گیا۔

مکرّمی حاجی شہادت علی خان صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ سنہ ۱۹۲۶ء میں مَیں فیصل آباد میں اپنے سسرال والوں سے ملنے گیا تو اُنہوں نے بندہ کو فیصل آباد میں محکمہ پولیس میں بھرتی ہونے کے لِئے مجبور کیا۔ میری طبیعت پولیس کی نوکری پر آمادہ نہ تھی۔ چنانچہ میں نے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں عریضہ ارسال کیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ بیٹا چند روز انتظار کرو۔ اللہ کریم کوئی نیک اسباب پیدا کر دے گا۔

اِس بات کو صرف چند دِن گزرے تھے کہ محکمۂ زراعت کا ایک انسپکٹر بندہ کو گھر سے بُلا کر اپنے دفتر لے گیا۔ کیونکہ محکمۂ زراعت میں چند اسامیاں خالی تھیں۔ بندہ کے ساتھ دیگر اُمّیدوار بھی تھے اور وُہ زیادہ تعلیم یافتہ بھی تھے۔ متعلقہ افسر انگریز تھا۔ اُس نے باقی دو اُمّیدواروں سے کہا کہ وُہ محکمۂ زراعت کا کورس پاس کر کے آئیں اور بندہ کو بلا کورس پاس کِئے بھرتی کر لیا جس کا بظاہر کوئی جواز نہ تھا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

برادرم شہادت علی خان صاحب نے اپنے پیر بھائی حیات محمد ڈھاباں سنگھ والے کی زبانی ایک واقعہ تحریر کیا ہے کہ اُنھوں نے دس بارہ ایکڑ اراضی برائے کاشت سکھ زمینداروں سے لے کر گندم کاشت کی ہوئی تھی۔ جب فصل پک گئی اور چند مزارع ساتھ لے کر کٹائی شروع کر دی۔ سکھوں کو پتہ چلا کہ حیات محمد فصل کاٹ رہا ہے تو وُہ سب اکٹھے ہو کر وہاں آ گئے اور کہنے لگے کہ اگر تم نے گندم کا ایک تنکا بھی کاٹا تو تجھے جان سے مار ڈالیں گے۔ یہ کہہ کر وُہ کچھ دیر کے بعد چلے گئے۔ بندہ پریشان حالت میں ایک کیکر کے درخت کے سائے تلے بیٹھ گیا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ قبلہ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرے پاس کھڑے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ سکھوں کے باپ کی گندم ہے جاؤ جا کر گندم کاٹو۔ چنانچہ بھائی حیات محمد کا کہنا ہے کہ اس کے بعد کسی سکھ نے ان کو گندم کاٹنے سے منع نہیں کیا۔

مکرمی حاجی شہادت علی خان صاحب نے مزید لکھا کہ بندہ کو خواب آیا کہ تمام قسم کے جانور اکٹھے ہو کر اُڑے جا رہے ہیں۔ ہر ایک گروہ کے آگے سبز رنگ کے جھنڈے ہیں۔ یہ سب کے سب جانور راولپنڈی شریف کی طرف جا رہے ہیں۔ تمام سڑکوں کی صفائی ہو رہی ہے۔ اور پانی کا چھڑکاؤ ہو رہا ہے۔ کوئی پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ ایک بہت بڑا بادشاہ جا رہا ہے۔ اور دُوسرا اس کا قائم مقام آ رہا ہے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ اُسی رات قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا راولپنڈی شریف میں وصال ہو گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مکرمی حاجی شہادت علی خان صاحب لکھتے ہیں کہ جناب قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال مبارک کے بعد قبلہ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ لاہور تشریف لائے۔ آپ کا قیام نیویں مسجد چوک متی میں تھا۔ یہ عاجز بھی وہاں حاضر خدمت ہوا۔ وہاں میرے قریب بابا امام الدین چکی والا بیٹھا تھا جو لاہور کا رہنے والا تھا۔ بندہ نے اس سے کہا کہ آپ قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پُرانے دوستوں میں سے ہیں کوئی آپ کی بات سُناؤ۔ بابا امام الدین کہنے لگا کہ میں لاہور سے افریقہ چلا گیا۔ جانے کے چند ماہ بعد بندہ کو خیال آیا کہ گھر میں کچھ اُمیدواری تھی

پتہ نہیں کیا بنا۔ عصر کا وقت تھا میں نماز پڑھ کر قدرے پریشان حال بیٹھا تھا کہ میرے قریب ہی قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کہیں سے نکل آئے اور فرمانے لگے کہ امام الدین پریشان کیوں ہو۔۔؟
امام الدین صاحب فرماتے ہیں کہ بندہ نے دل کا حال قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے گوش گزار کر دیا۔ اس پر آپؒ نے فرمایا کہ کیا تم اپنے گھر کا حال دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا حضورؒ کی بڑی مہربانی ہو گی۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہوں کہ میری بیوی اپنے گھر بیٹھی لڑکے کو دودھ پلا رہی ہے۔ اور ساتھ ہی جناب قبلہ حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما ہیں اور فرما رہے ہیں کہ "امام الدین! بس تسلّی ہو گئی؟" میں نے عرض کیا کہ حضورؒ کی بڑی مہربانی۔

محترم حاجی شہادت علی خان صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد وہ ۸ جون ۱۹۳۶ء کو عرس مبارک پر راولپنڈی شریف حاضر ہوتے۔ وہاں رحمت اللہ صاحب کنہ راولپنڈی اور وہ دریاں اکٹھی کر رہے تھے۔ رحمت اللہ صاحب نے ان کے استفسار پر ایک واقعہ سنایا کہ اس کے ہمسائیگی میں چوری ہو گئی۔ اور ہمسائے نے چوری کے شبہ میں اس کا نام بھی فہرست میں لکھوا دیا۔ پرچہ ہو گیا اور اسے بھی حوالات میں بند کر دیا گیا۔ کئی دنوں کے بعد ضمانت پر رہا ہو کر قبلۂ عالم حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؒ نے غیر حاضری کا سبب پوچھا تو اس نے بے کم و کاست سارا واقعہ سنا دیا۔ آپؒ نے فرمایا۔ رحمت اللہ! تم مقررہ تاریخ پر کچہری میں چلے جانا فکر نہ کرنا۔ چنانچہ احاطہ کچہری میں جہاں دوسرے پرچے والے آدمی بیٹھے تھے رحمت اللہ بھی وہاں بیٹھ گیا۔ تمام لوگ باری باری پیش ہو گئے مگر رحمت اللہ کو تھانیدار نے پیش عدالت نہ کیا اور نہ ہی نام پکارا۔ جب رحمت اللہ کے کہنے پر تھانیدار نے تصدیق کے لئے مثل دیکھی تو اس میں رحمت اللہ نام کا کوئی آدمی نہ تھا۔

آخر میں برادرم حاجی شہادت علی خان صاحب ایک اور ذاتی واقعہ پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ بندہ تو قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہے مگر بندہ کے گھر والے آپؒ کے خلیفہ صوفی میراں بخش صاحب علیہ الرحمۃ کے مرید ہیں ۱۹۳۷ء میں

بندہ کی تبدیلی ساہی وال سے یُوسف والا زراعتی فارم پر ہو گئی جہاں گائیوں کے کھُلے احاطے تھے بندہ کے کوارٹر کے گرد اگرد چار پانچ فٹ اُونچی کچّی دیوار تھی۔ وہاں آئے ابھی چند روز ہُوئے تھے کہ آدھی رات کے قریب دیوار پر چور چڑھ آیا۔ بندہ خود اَور سب اہلِ خانہ سو رہے تھے اِتنے میں صُوفی میراں بخش صاحب چکوال والے اچانک کہیں سے نکل آئے اَور بندہ کے گھر والوں کو بیدار کیا کہ تمہارے گھر میں چور آ گھُسا ہے۔ سب جاگ اُٹھے اَور چور بھاگ گیا۔ گھر والے سوئے نہیں پریشان حال بیٹھے تھے کہ جناب قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے آئے اَور اہلِ خانہ سے پُوچھا کہ بیٹیا پریشان کیوں ہو؟ گھر والوں نے پہلے آپؒ کو نہیں دیکھا تھا۔ پُوچھا کہ بابا جی آپؒ کون ہیں۔ آپؒ نے فرمایا کہ ہم تمہارے گھر والے کے پیر ہیں۔ اَب سب آرام سے سو جاؤ چور کو تمہارے گھر قدم رکھنے کی اجازت نہیں ہے۔ گھر والوں نے بندہ کو جگانے کا خیال کیا مگر آپؒ نے منع فرمایا۔ اَور فرمایا اس کو مت جگاؤ۔ اپنے وقت پر وُہ خود ہی اُٹھ بیٹھے گا۔ اب تم آرام سے سو جاؤ۔ چنانچہ آپؒ تشریف لے گئے۔ صبح سویرے بندہ کے گھر والوں نے بندہ سے واقعہ بیان کیا تو بندہ نے کچی دیوار پر چور کے چڑھنے اَور اُترنے کے پاؤں کے نشانات دیکھے۔

(نوٹ۔ برادرم شہادت علی خان صاحب اپنے خط کے حاشیہ میں لکھتے ہیں کہ جناب صُوفی میراں بخش صاحب علیہ الرحمۃ چکوال والے ان دنوں ملتان میں اپنے پیر بھائی سیٹھ ابراہیم کے گھر میں رہتے تھے)

محترم غلام محمد صاحب خادم دربارِ عالیہ بیان کرتے ہیں کہ والیٔ افغانستان امیر حبیب اللہ خان ایک مرتبہ آپؒ کی خدمت میں حاضر ہُوا اَور درخواست کی کہ مولوی صاحب (یعنی صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب) کو ہمارے ساتھ بھیج دو میں ان کو وزیرِ اعظم کا قلمدان عطا کروں گا۔ قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں نے ان کو اسلام کا وزیرِ اعظم بنا دیا ہے جو تمام دُنیاوی اعزاز سے افضل ہے۔

والدِ محترم الحاج شیخ نصیرُالدّین صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جن دنوں تحریکِ خلافت

زوروں پر تھی اور مولانا محمد علی جوہر مرحوم کی صلائے عام پر لبیک کہتے ہوئے پُرجوش مسلمانوں کے گروہ بوریہ بستر باندھ کر افغانستان کی طرف ہجرت کرنے لگے تو قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس ہجرت میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ آپؒ نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ "ہمیں تو اپنے صدر دفتر (مدینہ منورہ) سے کوئی ایسی اطلاع یا ہدایت نہیں ملی" دوستوں سے آپؒ نے فرمایا کہ یہ لوگ خوار ہوں گے۔ چنانچہ اس تحریکِ ہجرت کا جو حشر ہوا اس کی تاریخ گواہ ہے۔ مہاجر مسلمان ایسے خراب اور خانماں برباد ہوئے کہ پھر زندگی بھر سنبھل نہ سکے۔

ما کلیسا دوست، ما مسجد فروش
او ز دستِ مصطفٰےؐ پیمانہ نوش

ترجمہ:۔ ہم لوگ کلیسا نواز ہیں اور مسجد فروش ہیں یعنی انگریزوں کے زمانہ میں دُنیا کی خاطر دین کو بیچ دیتے ہیں۔ لیکن یہ پاک ہستیاں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کے دستِ مُبارک سے فیض حاصل کرتی ہیں۔

اخی محترم غلام محمد صاحب خادم دربارِ عالیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک کھترانی (ہندو عورت) قبلۂ عالم حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ وُہ نوجوان اور حسین تھی۔ اس نے عرض کی کہ حضورؒ میرا شوہر ایک عرصہ سے مجھے چھوڑ کر چلا گیا ہے۔ پتہ نہیں زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ اب میں کیا کروں۔ بس اتنی عرض ہے کہ مجھے مسلمان کر لیں اور کِسی درویش کے ساتھ میرا بیاہ کر دیں۔ میں یہیں آپؒ کے قدموں میں پڑی رہُوں گی۔

آپؒ نے اُس کی طرف دیکھا اور فرمایا "بی بی تم تھوڑی دیر پرے اس کونے میں جا کر بیٹھو۔" حضرت قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ اپنی تسبیح میں مشغول رہے۔ دس پندرہ منٹ کے بعد آپؒ کی ایک بلّی جو مسجد سے نِکل کر باہر گئی تھی ایک ذبح شدہ مُرغا جس کے بال وپر بھی اُترے ہُوئے تھے اپنے منہ میں دبوچے ہُوئے آئی اور اس کے پیچھے پیچھے ایک شخص جو غالباً مُرغ کا مالک تھا بھاگا آیا۔ وُہ آپؒ کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ آپؒ نے کھترانی (ہندو عورت) کو بلایا اور اس شخص کی طرف اِشارہ کیا تو وُہ حیرت اور خوشی سے چلّا اُٹھی کہ یہ تو میرا خاوند ہے جو ایک مدّت سے

غائب تھا۔ اُس شخص نے بیان کیا کہ وُہ ایران میں مقیم تھا۔ ہنڈیا پکانے کے لئے اُس نے مُرغا ذبح کیا۔ ابھی اُس کے بال و پر صاف کر رہا تھا کہ اچانک ہی ایک بلی آئی اور مُرغ کو اپنے مُنہ میں دبوچ کر چل دی۔ وُہ اس کے پیچھے بھاگا تو اپنے آپ کو راولپنڈی عیدگاہ شریف میں پایا۔

بہرحال وُہ عورت اپنے خاوند کے ہمراہ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو دعائیں دیتی ہُوئی اپنے گھر کو چلی گئی۔ ؏

بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

آیاتُ الکریم

حرفِ آغاز

"اذکارالکریم" اُن کلماتِ طیّبات کا بیش قیمت خزینہ ہیں جو محبوبِ سُبحانی، قطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب قدس سرّہٗ فنا فی اللہ، بقا باللہ، آیت من آیات اللہ کی زبانِ مبارک سے ادا ہوئے۔ اور فاضلِ اجلّ، فاضلِ بے بدل، خلیفہ اکمل قاضی عالم الدّین صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی تالیف "آثار الکریم" میں نقل فرمائے۔

"انمول موتی" بھی قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب قدس سرّہٗ کے ان ارشاداتِ عالیہ کا مجموعہ ہے جو اخی العزیز بابو محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ محکمہ ملٹری گراس فارم نے عرصہ چار سال از ۱۹۳۰ء تا ۱۹۳۴ء کے دوران مختلف مجالس میں اپنے کانوں سے سُنے اور بجنسہٖ اپنی بیاض میں نقل کیئے۔ (بحوالہ آثار الکریم صفحہ نمبر ۳۴۹)

"اشعار الکریم" قبلہ ام والد صاحب شیخ نصیرُالدین علیہ الرحمۃ کی بیاض مرتّبہ ۱۹۳۳ء تا ۱۹۔۔ء سے ماخوذ ہیں۔ قبلہ عالم حضرت حافظ جی صاحب قدس سرّہٗ علم و عرفان کا بے پایاں سمندر تھے اور دربارِ عالیہ میں الحاج ابو یوسف مولوی محمد شریف صاحب، الحاج مولٰینا مولوی حکیم خادم علی صاحب، محترم قاضی عالم الدین صاحب رحمہم اللہ جیسے رتن موجود تھے۔ چنانچہ "ہدایت الانسان"، "آثار الکریم"، "مکتوبات شریف" اور "فیض الکریم" وغیرہ تصانیف اشعار سے مزیّن ہیں۔ ان کتابوں کے اکثر و بیشتر اشعار ناچیز مؤلّف نے "انوار الکریم" میں جابجا استعمال کیئے ہیں قبلۂ عالم جناب حضرت صاحب قدس سرّہٗ صاحبِ حال بزرگ تھے۔ ان کے پسندیدہ یا مقبول اشعار متوسّلین کے لیئے بے پناہ رُوحانی قوّت کے حامل ہیں۔ حصّہ "حمد و نعت" میں وُہ مُناجاتیں اور نعتیں شامل ہیں جو قبلۂ عالم حضرت حافظ جی صاحب قدس سرّہٗ کو پسند تھیں۔

"گنجینۂ معرفت" وُہ اقوالِ زرّیں ہیں جو ایسے بلند پایہ اَور عالی مرتبت اولیاء اللہ رضوان اللہ علیھم اجمعین سے منسوب ہیں جن کے اسمائے گرامی کے تعارف کے بعد یہ دیباچہ ہر ایک طرح کی تعریف اَور توصیف سے مستغنی ہے ع آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

یہ کلماتِ طیّبات "مکتوباتِ شریف"، "ہدایت الانسان"۔ "آثار الکریم" اَور قبلہ ام شیخ نصیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ کی بیاض سے ماخوذ ہیں۔ اَور اتنا عرض کرنا بے محل نہ ہوگا کہ ہر ولی اللہ کے کلام پہ اُس کی عظمت وحکمت ومعرفت کی مُہر لگی ہوئی ہے۔

سیّدنا ومخدومنا امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ مکتوبات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"وجُودِ اہلِ اللہ کرامتے است از کرامات ودعوتِ ایشاں مرخلق را بحق جل سُلطانہٗ رحمتے است از رحمت ہائے حق جل سلطانہٗ واحیائے قلوب اموات آیتے است از آیت ہائے عظمیٰ، ایشاں امانِ اہلِ ارض اند وغنیمتِ روزگار اند۔ بھم یمطرون وبھم یرزقون در شانِ شاں است۔ کلامِ شاں دوا است ونظرِ شاں شفا۔ ھُمْ جُلَسَآءُ اللہِ وَھُمْ قَوْمٌ لَّا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ وَلَا یَخِیْبُ اَنِیْسُھُمْ۔"

اہلِ اللہ کا وجُود کرامتوں میں سے ایک کرامت ہے اَور مخلوق کو حق سُبحانہٗ کی طرف اُن کا بُلانا حق جل سُلطانہٗ کی رحمتوں میں سے ایک رحمت ہے اَور ان کا مُردہ دِلوں کو زندہ کر دینا بڑی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے وُہ زمین والوں کے لیئے امان ہیں اَور غنیمتِ روزگار ہیں۔ ان کے ذریعہ سے بارش برسائی جاتی ہے اَور ان کے ذریعے مخلوق کو رزق دیا جاتا ہے۔ یہ ان کی شان ہے۔ ان کا کلام دوا ہے اَور ان کی نظر شفا۔ وُہ اللہ تعالیٰ کے جلیس ہیں۔ اَور یہ اہل اللہ وُہ جماعت ہے کہ ان کا جلیس بدبخت نہ ہوگا اَور ان کا انیس گھاٹے میں نہ رہے گا۔

اہلِ بصیرت پر یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ ؎

آں کہ خواہد ہم نشینی با خُدا ❊ او نشیند در حضورِ اولیاء

یک زمانہ صحبتے با اولیاءؔ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

ترجمہ ۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہم نشینی چاہتا ہے اُسے اولیاء اللہ کی حضوری میں بیٹھنا چاہیئے اولیاء اللہ کی صحبت کا ایک عرصہ سو سال کی بے ریا عبادت سے بہتر ہے۔

قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوستوں سے فرمایا کرتے تھے کہ دوستو جلدی جلدی ملا کرو۔ اِس سے محبت بڑھتی ہے۔ دوستوں کے لیئے یہ سعادتِ دارین کی کنجی ہے۔ چونکہ اہل اللہ کے تذکرے کے وقت اللہ کریم کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ (تَنَزَّلُ الرَّحْمَةُ عِنْدَ ذِكْرِ الصّٰلِحِيْنَ) ان صالحین کے اقوال، گفتار، کردار اور اطوار کے ذکر سے فیض حاصل کرنا ازلی سعادت ہے بقول حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ "اولیاء اللہ کی نظر دوا، کلام شفا اور صحبت سراپا نور ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا کیں دولت از گفتار خیزد

(ترجمہ:۔ نہیں ہوتی محبّت اِک فقط دیدار سے پیدا بسا اوقات ہو جاتی ہے یہ گفتار سے پیدا)

کلماتِ طیّبات ۔ اشعار الکریم گنجینۂ معرفت کے علاوہ "انمول موتی" کا خزینہ پیش کرنے میں مسکین و ناچیز مؤلف جناب قاضی عالم الدین صاحب اور شیخ نصیر الدّین صاحب رحمھم اللہ اور اخی المحترم بابو محمد اسماعیل صاحب عفی عنہ کو ہدیۂ تشکّر پیش کرتا ہے اور دُعا گو ہے کہ رحمتِ باری ان حضرات کو آغوشِ مغفرت میں جگہ دے اور موؔخر الذّکر کو عمرِ خضری عطا فرمائے۔

ع۔ ایں دُعا از من و از جُملہ جہاں آمین باد

نیز بندۂ عاجز و مسکیں کی اپنے برادرانِ طریقت کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ ناچیز مؤلف عاجز کے والدین اور اہلِ خانہ و جُملہ احباب کی سعادتِ دارین اور بخشش و مغفرت کے لیئے دُعا فرمائیں ؎

توقع ز اخوانِ اہلِ صفا بجز ادعیہ نیست دیگر مرا

ترجمہ:۔ (مجھے اپنے یاروں سے اہلِ صفا نہیں چاہیئے کچھ دُعا کے سوا)

قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "میرا ادنیٰ مُرید تہجّد گزار اور نمازی ہے۔ دوستو! میں نے ساری عُمر نمازِ تہجّد قضا نہیں کی۔" فرماتے تھے "ہر وقت اللہ اللہ

کرتے رہو۔ کوئی دم غافل نہ ہو۔ ہتھ کاراں تے دِل یار واں (یعنی اپنے کام میں مصروف، ہاتھ سے کام اور دِل میں اللہ اللہ) آہ!

باتیں ہماری یاد رہیں پھر باتیں نہ ایسی سُنیئے گا
گر کرتے کسی کو سُنیئے گا تو دیر تلک سر دُھنیئے گا

قارئینِ کرام کی خدمت میں اِتنا عرض کرنا ضروری سمجھتا ہُوں کہ اِس گنجینۂ معرفت کا ایک ایک لفظ موتی ہے۔ اور یہ صحیفہ سنہری حرُوف میں لکھے جانے کے قابل ہے ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں
ما گر نہ رسیدیم تُو شاید برسی

ترجمہ:۔ (دے دیا ہے تجھے مطلوب خزانے کا پتہ ہم اگر پا نہ سکیں شاید یہ تجھے مِل جائے)

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

طالبِ دُعا

بندۂ مسکین و درویش
انیس احمد شیخ

ماخوذ آثار الکریم

گفتۂ اُو گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

فرمایا، اعمال کی صحت وقبولیت اخلاصِ نیّت پر منحصر ہے۔ ہر ایک آدمی اپنے عمل سے اُسی نتیجہ کا حق دار ہوتا ہے جس کی اُس نے نیّت کی ہو۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ کا ارشاد بھی نیّت میں خلوص پیدا کرنے کی طرف اشارہ ہے۔

فرمایا، شریعتِ حقّہ کی بڑے ذوق وشوق اور احتیاط سے پابندی کرو۔ اور اس پر ہمیشہ ثابت قدم رہو۔ کیونکہ شریعتِ حقّہ ہی حیاتِ ابدی کا ذریعہ ہے۔ نیز اس شریعتِ حقّہ کی پابندی امراض باطنی کا ازالہ کرتی ہے۔

فرمایا، قلبی امراض بہت پُرخطر اور مُہلک ہوتے ہیں جس قدر یہ زیادہ پُرخطر ہیں اُسی قدر اس کے مریض بھی زیادہ ہیں۔ چنانچہ جسمانی مریض ہزار میں ایک آدھ ہوتا ہے لیکن قلبی مریض ہزار میں سے نوسوننانوے ہوتے ہیں۔ یاد رکھو جس کا قلب سلیم ہوگا وُہی نجات ومخلصی پائے گا۔

فرمایا، طالب اللہ کے لئے ضروری ہے کہ وُہ سعادت کے تین اصولوں پر ہمّت و استقلال کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ اوّل۔ ملازمت ذکر اللہ کی کہ کسی حال میں بھی ذکر سے غافل نہ رہے۔ دوم مخالفت نفسِ امّارہ کی تاکہ حرص وہوا کم ہو۔ سوم موافقتِ حدودِ شرعیہ۔ ایسی موافقت کرے کہ تمام حرکات وسکنات ظاہری اور تمام خیالات وافکارِ باطنی میں شرعی حدود اور سُنن و آداب کو ملحوظ رکھے۔

فرمایا، جب اِن تین اصولوں کی پابندی نصیب ہوجاوے تو پھر بفضل خداوندکریم دل سراسر ذاکر ہوجاتا ہے اور تمام اعضاء فرماں بردار اور نفسانی صفات مغلوب ہوجاتی ہیں اور ظاہر و باطن آباد ہوجاتے ہیں۔

فرمایا، طالب کو چاہیئے کہ جب اربابِ جمعیّت کی صحبت میں حاضر ہو تو اُس وقت الا دتا ذکر

نہ کرے۔ کیونکہ غرض ذکر سے اس نسبت کا حاصل ہونا ہے۔ بلکہ دل کو لفظی ذکر اور حدیثِ نفسی دونوں سے بچاوے کہ اربابِ جمعیت کی صحبت میں خاموشی کلام کرنے سے نافع تر ہے۔ کیونکہ ہر کلام سے حدیثِ نفسی حاصل ہوتی ہے اور فیضِ الٰہی ہر گز منقطع نہیں ہوتا اس سے منقطع ہو جاتا ہے علاوہ بریں جن لوگوں کو دوامِ حضور حاصل ہے ان باتوں کو سُن کر ان کا دل پریشان ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص مطالعۂ کتاب میں مشغول ہے اور دُوسرا شخص آواز سے اس کے آگے بولنے لگے تو ضرور اس کتاب پڑھنے والے کا دل پریشان ہوگا۔

فرمایا، طریقۂ خواجگان قدس اللہ اسرارہم میں بندگانِ خدا کی خدمت بجالانا اور اُن کو راحت پہنچانا ذکر و مراقبہ پر مقدّم ہے۔ عبادات و نوافل فی اللہ محبّت اور خدمتِ خلق کے برابر نہیں ہو سکتے۔

خود را بشکن کہ بُت شکستن این است   بگذر ز خودی ز قید رستن این است

در گوشۂ خاطرِ عزیزاں جا کُن   در مذہبِ ما گوشہ نشستن این است

کوشش کرنی چاہیئے شاید کسی صاحبِ دل کے دِل میں گھر ہو جائے۔ اور اُس دِل سے کہ نظر گاہِ حق ہے کچھ حصّہ مِل جائے۔

فرمایا، طالبِ صادق کے لیئے ضروری اور لازمی ہے کہ ہر حال میں رُوئے دِل اپنے شیخ و مرشد کی طرف رکھے اور جو کچھ کہیں سے بھی حاصل ہو اپنے شیخ کی توجّہ سے جانے۔

فرمایا، مُرید کا رابطہ اپنے شیخ کے ساتھ جس قدر قوی ہوگا اُسی قدر اُس پر فیوض و برکات کا فیضان ہوگا اور معرفت زیادہ ہوگی۔ ذکر و عبادت میں سُستی نہ آئے گی۔ فنا فی الشیخ ہونا ہی عین فنا فی الرسُول اور فنا فی اللہ ہے مگر یہ نعمت کسی قسمت والے کو ملتی ہے۔ جو معرفت اور ترقی رابطہ سے ہوتی ہے وُہ کِسی اور شے سے نہیں ہوتی۔ رابطہ شرک نہیں۔ رابطہ مُرید کے لیئے زینہ ہے جس کے ذریعے وُہ ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔ پس شیخ کے ساتھ رابطہ پیدا کرنا چاہیئے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے:-

؎ رابطہ کیا ہے یہ عینک ہے بسر   نُورِ وحدت جس سے آتا ہے نظر

فرمایا، مُبتدی کو فرض نمازوں کے سوا باقی اوقات ذکرِ الٰہی میں بسر کرنا چاہیئے جب تک ذکر ملکۂ راسخہ اور سُلطان الاذکار تک نہ پہنچ جائے نوافل و مستحب میں مشغول نہیں ہونا چاہیئے۔

فرمایا، کہ جس شخص کا مقصد محض اللہ تعالےٰ کی ذات اور اس کی رضا ہو ضرور اللہ تعالیٰ

اُس کے حال پر مہربانی فرماتا ہے اَور اُس کو ضائع نہیں چھوڑتا۔ جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے ایک دن اُس کے لیئے دروازہ کھُل جائے گا۔" من دق الباب فقد فتح "۔

گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے　　عاقبت زاں در بروں آید سرے

کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

عاشق کہ شُد کہ یار بحالش نظر نہ کرد

اَے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

فرمایا، اللہ تعالیٰ اَور اُس کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی اَور خوش کرنے کی کوشش کرو۔ یہی رضامندی دونوں جہان میں سُرخروئی اَور عزت کا باعث ہے۔ خدا تعالیٰ کو ناراض کرنا اَور خویش واقارب اَور دُنیاداروں کو خوش کرنا دونو جہان میں ذِلت اَور خواری کا باعث ہے۔ نیز مخلوق تو کسی حال میں بھی راضی نہیں ہو سکتی۔

فرمایا، نمازِ تہجد کی اچھی طرح حفاظت کرو۔ اِس نماز سے نفس راہِ راست پر آجاتا ہے۔

فرمایا کہ طریقہ عَلیہ نقشبندیہ دُوسرے طریقوں پر اِس لیئے فضیلت رکھتا ہے کہ اِس میں سُنت کا اتباع ہے اَور بدعات سے اجتناب۔ اَور اس کی بنا شیخ کی محبت اَور صحبت پر ہے۔

فرمایا کہ امراضِ قلبی میں سے دو مرضیں اِس قسم کی ہیں جو تمام امراض کی جڑ ہیں۔ اگر ان کا علاج ہو جائے تو باقی تمام امراض دُور ہو جاتے ہیں۔ ایک خود بینی، دوسرے بدبینی۔

مرا شیخ دانائے مُرشد شہابؒ　　دو اندرز فرمُود بر رُوئے آب

یکے آں کہ بر خویش خوش بیں مباش　　دِگر آں کہ بر غیر بد بیں مباش

(سعدی رحمۃ اللہ علیہ)

فرمایا کہ دُعا مانگنا اللہ تعالیٰ اَور بندے کے درمیان ایک قوی رابطہ ہے۔ اِس سے بہت فائدہ ہوتا ہے اَور اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

فرمایا، جو عُمر گذر چکی وُہ واپس آنے کی نہیں۔ اَور جو آئندہ آنے والی ہے اُس کا کچھ اعتبار نہیں پس یہی وقت جو موجود ہے اِسی میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔

فرمایا، جو لوگ بیگانی عورتوں کی محبت کو عشقِ مجازی کہتے ہیں۔ وُہ غلطی پر ہیں بلکہ یہ فسق وفجور

اَور شیطانی کام ہے۔ اس سے کبھی عشقِ حقیقی حاصل نہیں ہوتا ہے عشقِ مجازی اپنے پیشوا کی محبّت اَور عشق ہے۔ اس میں جس قدر ترقی کرے گا اُتنا ہی زیادہ اللہ تعالےٰ کا عشق حاصل ہوگا۔

فرمایا، تین چیزیں تمہاری محبّت و دوستی کو تمہارے دوستوں کے دِل میں زیادہ اَور پُختہ کرنے والی ہیں جب اُن سے ملو سلام مسنُون کہنے میں پیشدستی کرو۔ اُن کو عُمدہ اَور پسندیدہ نام سے بُلاؤ اَور اپنی مجلس میں اُن کے لِئے جگہ کشادہ کرو۔

فرمایا، جو شخص لوگوں سے بہت زیادہ میل جول رکھتا ہے اس میں صِدق بہت کم ہوتا ہے۔ سب سے اچھا خُلق یہ ہے کہ اس کے ہاتھ سے مخلوق کو تکلیف نہ پہنچے بلکہ اگر لوگوں کی طرف سے اُس کو تکلیف پہنچے تو برداشت کرے بغیر اِس کے کہ کینہ رکھے اَور بدلہ لے۔

افکارِ الکریم

انمول موتی

فرمایا، پیشوا کے متعلق مُرید کو جو شروع شروع میں وسوسے پیدا ہوتے ہیں وُہ صرف غفلت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ جب وُہ خُدا یادی میں کوشش کرتا ہے اور ذاکر ہو جاتا ہے تو پیشوا کا کوئی عیب اُسے نظر نہیں آتا۔ اُسے پیشوا کی ہر ایک چیز اچھی معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ جو جو شخص اس کے پیشوا سے محبّت کرتا ہے اُس سے اُسے بھی محبّت ہو جاتی ہے۔

فرمایا، دوستی کا ادنیٰ حق یہ ہے کہ دوست کے عیب نہ دیکھے جائیں کسی احسن طریق سے اِصلاح کرنا یہ دُوسری بات ہے۔

فرمایا، دراصل اِنسان کسی شے کا مالک نہیں۔ حتیٰ کہ اپنی جان کا بھی نہیں۔

ایک دن آپؒ کے چوبارہ والے مکان کے پاس سے باجہ بجتا ہوا گزرا۔ آپؒ نے دوستوں سے فرمایا۔ کیا سمجھتے ہو یہ باجا کیا کہہ رہا ہے؟ یہ کہہ رہا ہے کہ "تم میں سے بہت چلے گئے ہیں اور اَب تمہاری بھی باری آنے والی ہے۔" یہ سُن کر دوستوں پر رِقّت طاری ہو گئی۔ سچ ہے کہ اللہ کے بندے ہر شئے سے سبق حاصِل کرتے ہیں۔

ایک دوست نے عرض کی جناب آج کل بھُوک (تنگ دستی) بہت ہے فرمایا بھُوک اچھی چیز ہے۔ خُدا یاد دِلاتی ہے اور ذاکر کو حظ آتا ہے۔

ایک دوست نے عرض کی جناب میری نوکری چھُوٹنے والی ہے۔ فرمایا۔ خُدا کرے گا نہیں چھُوٹے گی۔ اور اگر چھُوٹ بھی گئی تو بھی تم فِکر مت کرو۔ خُدا روٹی دے گا یہ اس کا ذِمّہ ہے۔

فرمایا، اگر مرزا (غلام احمد قادیانی) کو سُوئی کے سوراخ جتنی بھی معرفت حاصِل ہوتی تو کبھی نبوّت کا دعویٰ نہ کرتا۔ یہاں تو سوائے عاجزی کے اور کچھ بھی نہیں۔ بڑے بڑے غوث اور قُطب گزرے ہیں جن سے طرح طرح کی کرامتیں ظاہر ہوئیں۔ انہوں نے بھی عاجزی ہی کو اِختیار کیا۔ ہم اپنی بات کرتے ہیں کہ کِتنا ہی اُڑیں اور اُڑیں مگر پھر بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جُوتی مُبارک تک بھی نہیں پہنچ سکتے۔

نیز فرمایا، مرزا قادیانی کا لڑکا جو اُس پر ایمان نہیں لایا تھا وُہ کہا کرتا تھا کہ میرے والد کی بابت کچھ مت پوچھو۔ میں نے اپنے والد سے وُہ وُہ فضول باتیں دیکھی ہیں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ شاید اِس جہان سے ایمان کے ساتھ بھی جائے گا یا نہیں۔ افسوس میرے والد نے دُنیوی جاہ و اقبال کے لیئے دین کو بیچ ڈالا وغیرہ وغیرہ۔ یہ لڑکا راہِ راست پر تھا۔ ہمارے حضرت صاحب (خواجہ فقیر محمد صاحب رحمتہ اللہ علیہ) سے بعیت تھا اور بڑا خُدا یاد تھا۔ مگر افسوس مرزا کی زندگی میں ہی اِس جہان سے ایمان کے ساتھ چلا گیا۔ خُدا بخشے۔

ایک شخص نے آپؒ کو خط لِکھا کہ میں تین سال سے بعیت ہُوں اور تین چار دفعہ حاضر بھی ہوا ہُوں مگر مجھے کوئی اثر نہیں ہوا۔ آپؒ نے جواب دیا کہ محبّت روئی کی طرح نہیں کہ جو ہاتھ میں دے دی جائے۔ محبّت کا ظاہراً کوئی وجُود نہیں ہوتا۔ ہاں اِتنی بات ضرور ہے کہ جو ذِکر آپ کو بتایا گیا ہے آپ نہیں کرتے ہو۔ یا اگر کرتے ہو تو بہت تھوڑا، اور پُورے طور پر نہیں کرتے ہو۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک آدمی نماز بھی پڑھے اور اس سے گناہ بھی سرزد ہوں۔ یہ کوئی وجہ نہیں کہ آپ ذِکر بھی کریں اور آپ کو میرے ساتھ محبّت نہ ہو۔ اگر آپ ذِکر کرتے ہوتے تو آپ میری ملاقات کو سب کاموں پر مقدّم سمجھتے۔ اِسی کا نام اثر ہے۔

فرمایا، کم از کم آدمی اِتنا ہی کیا کرے کہ سحری کے وقت اُٹھ کر رویا کرے اور کہے کہ الٰہی! میں ناواقف ہُوں اپنی تھوڑی سی محبّت مجھے بھی عطا فرما۔

فرمایا، اللہ کریم کی رضا پر راضی نہ رہنا اور شاکی ہونا گویا اللہ کریم کے ساتھ جدال کرنا ہے۔

فرمایا، آدمی کو چاہیئے کہ الگ ہو کر سوچا کرے کہ میں اِس جہان میں کس لِئے آیا ہُوں۔ اگر دِل زیادہ سخت ہو تو قبرستان میں چلا جاوے۔ کھانا پینا وغیرہ تو حیوانوں کی خصلت بھی ہے اگر یہی مقصد سمجھا تو جیسے حیوان مر کر مٹی ہو جاتے ہیں یہ بھی ویسے ہی خاک ہو جاوے گا بلکہ اس سے بھی بدتر۔ کیونکہ مٹی ہو جانے کے بعد اسے پھر زندہ کیا جاوے گا اور اس سے ہر شئے کا حساب لیا جاوے گا۔ لیکن حیوان حساب دینے سے بری ہیں۔

فرمایا، ہر ایک شخص یہی چاہتا ہے کہ میں وَلی بن جاؤں مگر نہیں بن سکتا۔ کیا وجہ ہے

کہ ہزاروں میں کوئی ایک نکلتا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اسے حق تعالیٰ کے وعدوں کا پُورا پُورا یقین نہیں ہوتا۔ دیکھو آدمی جب ملازمت کرتا ہے تو اُسے کُلّی طور پر یقین ہوتا ہے کہ مجھے تنخواہ ملے گی اور اسی وجہ سے وُہ خوب محنت کر کے کام کرتا ہے۔ اگر راتوں کو جاگنا پڑ جائے تو بھی بخوشی جاگتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان کو اللہ کریم کے وعدوں پر پُورے طور پر یقین ہو جائے تو خوب سرگرمی سے اس کی یاد و عبادت کرتا ہے بلکہ اسے ذرا بھی تکلیف محسُوس نہیں ہوتی۔ کیونکہ وُہ جانتا ہے کہ میرا خالق مجھے دیکھ رہا ہے۔

فرمایا، کیا خوب ہے کہ کوئی دنیا کی محبّت میں پگھل رہا ہے اور کوئی عشقِ الٰہی میں۔

فرمایا، جس جگہ دِن کو میلہ ہوتا ہے وہاں رات کو جا کر دیکھو تو جگہ سنسان ہوتی ہے۔ یہی مثال دُنیا کی ہے۔ اِسی طرح کئی بازار آباد ہو کر اُجڑ گئے۔ [۱]

فرمایا، آدمی کہتا ہے کہ میرے فلاں بھائی نے فلاں حویلی بنالی ہے یا فلاں جائداد خرید لی ہے اور میں پیچھے رہ گیا ہُوں۔ مگر افسوس اس بے وقوف نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ میرا فلاں بھائی اِس دارِفانی سے کُوچ کر گیا اور کیا ہمراہ لے گیا۔ کل کو مجھے بھی اِسی طرح اکیلا جانا ہو گا۔ پس کوئی زادِ راہ بنالوں۔ یہ تقلید اصلی ہے جس کی طرف غور نہیں اور پہلی تقلید غیر اصلی ہے جس کی ہوس میں مرتا ہے۔

فرمایا، اصل توکّل اللہ کریم پر ہی ہونا چاہیئے۔ ورنہ یہی شرکِ خفی ہے۔

فرمایا، فقیر کے پاس جو کچھ ہوتا ہے وُہ اللہ ہی کا ہوتا ہے۔ فقیر اپنا نہیں سمجھتا۔ اور نہ اس کے پاس مال اُس کی اپنی خواہش سے آتا ہے۔ جب فقیر خواہش کرتا ہے تو نہیں آتا ہے دُنیا دار فقیروں کا مال و متاع دیکھ کر بہت دھوکا کھا جاتے ہیں اور وُہ نبیوں اور ولیوں کو اپنے جیسے خیال کر کے تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ سخت غلطی ہے۔ فقیر کے پاس مال اللہ کریم کی طرف سے مسخّر ہو کر آتا ہے۔ مکر و فریب سے نہیں آتا ورنہ روپیہ ایسی چیز ہے کہ بھائی اپنے بھائی کو نہیں دیتا۔

---

[۱] جہاں بر آب نہاد است زندگی بر باد
غلامِ ہمّتِ آنم کہ دِل برو نہ نہاد
(مؤلّف)

فرمایا۔ دُنیاداروں کے پاس بھی دولت ہوتی ہے اور بعض فقیروں کو بھی خدا نے دُنیا کا سازوسامان بہت دیا ہوتا ہے۔ کیا وجہ ہے؟ وجہ شانِ خداوندی ہے۔ دیکھو! حضرت عیسٰی علیہ السّلام پیغمبر تھے مگر اُن کو دُنیا میں ایک مکان بنانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ تمام عمر اُنہوں نے بغیر گھر کے گزار دی۔ اور فرمایا کرتے تھے "زمین میرا بچھونا ہے۔ چاند میرا دِیا ہے۔ آسمان میری چھت ہے" وغیرہ وغیرہ۔ ان کے مقابلے میں حضرت سلیمان علیہ السّلام کو دیکھو کہ اللہ نے اُنہیں ایسی بادشاہت عطا فرمائی کہ آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوئی۔ یہ بھی پیغمبر تھے۔

(فرمایا) پس فقیر کے پاس دُنیا کا ہونا یا نہ ہونا برابر ہے۔ دونوں حالتوں میں اس کے دِل پر کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اُس کی نگاہ خُدا پر ہوتی ہے۔ اب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ فقیر کی اگر کوئی چیز ضائع ہو جائے تو فقیر کو ملال کیوں ہوتا ہے؟ ملال اِس لیے ہوتا ہے کہ یہ بشریت اور فطرتِ اِنسانی کا تقاضہ ہے۔ دوم۔ اللہ کی نعمت چلے جانے پر قدر سے ملال پیدا ہوتا ہے۔ مگر جلد ہی راضی برضائے مولا ہو جاتا ہے۔ دیکھو حضرت ایّوب علیہ السّلام نے جب صحت پائی تو اللہ کریم نے سونے کی مکڑیوں کی بارش کی۔ ایک مکڑی اُڑ کر جانے لگی تو آپؑ نے پکڑ لی باری تعالےٰ کا اِرشاد ہوا کہ کیوں ایوبؑ! کیا سونے کے ساتھ اِتنی محبّت ہو گئی ہے؟ عرض کی کہ یا اللہ نہیں۔ مکڑی کو اس لیے پکڑا ہے کہ تیری رحمت (جو سونے کی مکڑیوں کی صُورت میں نازل ہوئی تھی) کیوں چلی جاوے۔ میں تو تیری رضا پر ہر طرح سے راضی ہُوں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جہاد کے لیے مدد کرنے کو فرمایا تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تیس ہزار دینار سونے کے پیش کیے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنی جھولی میں اُنہیں ڈالا۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) دیناروں کو ہلاتے تھے اور فرماتے تھے: "الٰہی تو عثمان (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو نہ پکڑیو۔ جو کچھ وُہ کرے۔"

فرمایا۔ خاصوں سے گناہِ کبیرہ سرزد نہیں ہوتے۔ خُدا اُنہیں بچاتے رکھتا ہے۔ معمولی لغزشوں کا سرزد ہو جانا اور بات ہے۔

فرمایا۔ اِنسان چاہتا ہے کہ ہر ایک کام اُس کی مرضی کے مُطابق ہو جاوے۔ اور خدا کی رضا پر راضی نہیں ہوتا۔ دُوسرے لفظوں میں وُہ خدا کی مرضی کو اپنے تابع بنانا چاہتا ہے۔ اور وُہ خود اپنے

آپ کو اس کے تابع نہیں کرنا چاہتا۔

فرمایا، طالب کو اپنے شیخ کے امورات و معاملات پر اُسی وقت تک حیل و حجّت رہتی ہے جب تک وُہ یادِ خُدا سے غافل رہتا ہے۔ جب غافل نہیں تو شیخ سے ضرور محبت ہو گی۔ اور جب اُسے اپنے شیخ سے محبّت ہو گی تو تمام وسوسے اور شبہات دُور ہو جائیں گے۔

ایک دفعہ ایک دوست آیا۔ فرمایا کہاں رہتے ہو؟ کہا لال کُرتی۔ فرمایا کتنے عرصے کے بعد آتے ہو؟ کہا تین چار ماہ بعد۔ فرمایا اِتنے نزدیک رہتے ہو اور اِتنی دیر بعد ملاقات! کیا ذِکر بھی کیا کرتے ہو؟ کہا ہاں۔ فرمایا نہیں، ذِکر نہیں کرتے ہو۔ اگر کرتے تو یہ ذکر تمہیں اِتنی دیر تک وہاں رہنے نہ دیتا۔ تمہیں ذِکرِ خُدا سے غفلت ہو گئی ہے جس کی وجہ سے میری محبّت بھی کم ہو گئی۔ ضرور ذِکر میں کوشش کرو۔ وُہ شخص نادم ہوا۔ کیونکہ اس کا دل آپؒ کے الفاظ کی صداقت کی گواہی دے رہا تھا۔

ایک دفعہ ایک دوست آیا۔ دریافت فرمایا کتنے عرصے کے بعد آتے ہو؟ کہا بدقسمتی سے جلد حاضر نہ ہو سکا۔ فرمایا تم بدقسمت نہیں ہو۔ بدقسمت ہوتے تو یہاں نہ آتے۔

فرمایا بعض اوقات مفلسی اِنسان کو کُفر تک پہنچا دیتی ہے۔ اللہ محفوظ رکھے۔ اَلْفَقْرُ یَکَادُ اَلْکُفْر۔

ایک دفعہ مثنوی مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شعر کی تشریح میں آپؒ نے فرمایا کہ پیشوا حضرت عیسٰی (علیہ السّلام) کی طرح نہ ہو کہ آسمان پر جا بیٹھا ہو اور تم اس سے بات بھی نہ سکو اور نہ قارُون کی طرح زیرِ زمین گیا ہو ۔

ہو نہ چُوں عیسٰیؑ بگردُوں جانشیں ہو نہ چُوں قارُوں تہِ قعرِ زمیں

بلکہ ایسا ہو کہ تمہارے ساتھ اُٹھے بیٹھے، کھانا کھائے اور تم سے کوئی قصور سرزد ہو جائے تو مُعاف کر دے[1]۔

---

[1] غالباً سنہ ۱۹۶۹ء کی بات ہے۔ اِس مقام پر قبلہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تازہ کرامت ملاحظہ ہو کہ مندرجہ بالا سطور تحریر کرتے وقت راقم الحرُوف کے ذہن میں معاً یہ خیال گزرا کہ قبلہ محترم حافظ جی (علیہ الرحمۃ) آپؒ میرے پیشوا ہیں اور اللہ تعالٰے کے برگزیدہ بندوں میں شمار ہوتے ہیں۔ اَب آپؒ کا اپنا کیا حال ہے۔ ہمارے لِئے تو آپؒ

(باقی بر صفحہ آئندہ)

فرمایا، پیشوا کی خفگی رحمت ہوتی ہے بشرطیکہ مُرید بُرا نہ مانے۔

ایک دوست نے کئی بار کہا "جناب مجھے آپ سے بہت محبت ہے۔ فرمایا، مجھے تو تمہاری محبت کچھ نظر نہیں آتی۔ تم نے تو مجھے سال بھر میں کبھی چار پیسے کا خط بھی نہیں لکھا۔" اس نے کہا "جناب لکھنے کی میری کم عادت ہے۔" فرمایا "کیا اپنے رشتہ داروں کو بھی نہیں لکھتے ہو۔" اس نے کہا "رشتہ داروں کو تو لکھتا ہوں۔" فرمایا "بس رشتہ داروں سے محبت زیادہ ہے۔"

پھر آپ نے پوچھا "کتنی تنخواہ ملتی ہے؟" اس نے کہا "ڈھائی سو روپے۔" فرمایا "کیا یہ سب تمہارے ہی لئے ہے؟ تمہیں کبھی یہ بھی خیال پیدا ہوا کہ یہاں چند درویش رہتے ہیں۔ اس تنخواہ میں کچھ اُن کا بھی حصّہ ہے؟"

پھر فرمایا کہ "پیشوا کو مُریدوں کی خدمت کی بالکل ہوس نہیں ہوتی۔ اور یہ بات خوب یاد رکھو کہیں دھوکا نہ کھا جانا۔ شروع شروع میں مُرید کے دل سے روپے پیسے کی محبت نکالنے کے لئے خدمت ضروری ہوتی ہے۔ جب مُرید کے دل سے مال کی محبت نکل جاتی ہے اور پیشوا کی محبت کو مال سے اچھا سمجھتا ہے۔ تو پھر منتہی کے لئے برابر ہے چاہے خدمت کرے یا نہ کرے جب کہ پیشوا

(بقیہ صفحہ گزشتہ) آسمان پر ہی ہیں نہ ہمارے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا، نہ کھانا کھانا، نہ بات چیت وغیرہ کرنا۔ سروش غیبی نے خانۂ دل سے آواز دی کہ اِس سوال کا جلد ہی خاطر خواہ جواب مل جائے گا۔ دُوسری ہی شب تقریباً سوا دس بجے وحدت کالونی لاہور کی دُور افتادہ بستی میں کسی نے بیرونی دروازے کی گھنٹی بجائی۔ باہر نکل کر دیکھا تو حیرت زدہ رہ گیا کہ میرے مُرشد اور دربارِ عالیہ مجددیہ عید گاہ شریف راولپنڈی کے موجودہ سجادہ نشین حضرت حافظ حبیب الرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ عنہ جو قبلہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے نبیرہ ہیں کار میں تشریف لاتے ہیں۔ آپ نے میری حالت دیکھ کر تبسّم فرمایا اور فرمایا کہ

"ہم کراچی سے بذریعہ کار آ رہے ہیں صبح سویرے راولپنڈی جانا ہے۔ سوچا کہ رات انیس صاحب کے ہاں قیام کریں گے۔"

چنانچہ رات غریب خانے پر آرام فرمایا۔ علی الصبح ناشتہ کیا۔ مُشفقانہ انداز میں بات چیت کی اور عازمِ سفر ہو گئے۔

ع بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی ست

(مؤلف)

اسے پَر لگا چُکا ہو اَور وُہ اُڑنے لگ گیا ہو۔

بعد ازاں آپؒ نے مزید وضاحت کرتے ہُوئے فرمایا کہ یہ بات اس شخص کی اِصلاحِ احوال کے واسطے مخصُوص تھی اس کا غلط مطلب نہ لیا جاوے۔

فرمایا، جب میں سَیر پر جاتا ہُوں تو کبھی اِرادہ نہیں کرتا اَور نہ میرے اِختیار میں ہوتا ہے جس طرح خالق کو منظور ہوتا ہے ہو جاتا ہے۔

ایک دفعہ سرہند شریف کے سجّادہ نشین یہاں راولپنڈی میں آئے اَور آپؒ سے مِل کر عرض کی کہ "عرصہ سے آپؒ سرہند شریف تشریف نہیں لائے۔" فرمایا۔ "میں اَب ضعیف ہو گیا ہُوں اَور دُوسری بات یہ ہے کہ ظاہری قُرب و بُعد میں مجھے اَب کوئی فرق نظر نہیں آتا۔"

فرمایا، خدا کا بڑا اِحسان ہے کہ صُبح فجر کے وقت دو گھنٹہ تک مجھے تنہائی نصیب ہو جاتی ہے۔ مراقبہ و وظائف میں گھر والے یا کوئی اَور مُخِل نہیں ہوتا۔ ورنہ دُنیا داروں کو یہ بات کہاں نصیب ہوتی ہے۔"

فرمایا، "پراگندہ خیالات کو دِل سے نکالنا چاہیئے۔ اگر ایک مکان میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ مگر خیالات ویسے ہی آتے رہے تو کیا فائدہ؟"

فرمایا، "آدمی صُبح سحری کے وقت اُٹھے۔ تہجّد پڑھے پھر استغفار پڑھے۔ پھر نمازِ فجر با جماعت پڑھے۔ پھر وظائف و مراقبہ کرے۔ پھر سُورج نِکلنے کے بعد نفل اشراق پڑھے اور سب کے بعد دِن چڑھے تلاوت کرے۔" فرمایا۔ "مراقبہ سے سینہ صاف ہو جاتا ہے اَور تلاوت سے معارف چمکتے ہیں۔"

فرمایا، "حدیث شریف میں ہے جو شخص فجر کی نماز کے بعد ایک جگہ بیٹھ جائے اَور ذِکرِ الٰہی میں مشغول رہ کر سُورج نِکلنے پر اشراق پڑھے اُسے حج کا ثواب مِلتا ہے اَور ان الفاظ کا حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم نے تین بار تکرار کیا۔ لہٰذا ہر دوست کو چاہیئے کہ صبح مراقبے کے لِئے وقت نکال کر ضرور بیٹھا کرے۔"

ایک دفعہ ایک دوست نے آپؒ کے سامنے مٹھی بھر نقد رُوپے پیش کِئے۔ اُسے فرمایا "اَب آپ بُوڑھے ہو گئے ہو۔ اِتنی تکلیف مت کیا کرو۔" اُس نے عرض کیا "جناب مجھ سے بہت

بدنی عبادتیں تو ہو نہیں سکتیں۔ اب بھی کچھ میرے پاس ہے۔ جو میں کرسکتا ہوں اور جناب اس سے بھی منع فرماتے ہیں؟" آپؒ یہ جواب سن کر ہنس پڑے۔

(ایک دفعہ دوستوں کی مجلس میں ایک دوست نے کہا کہ "اگر ہم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کتوں میں بھی شمار ہو جاویں تو صد غنیمت ہے۔ کیونکہ کتا بھی اپنے مالک کے مکان کو کہتا ہے کہ یہ میرا گھر ہے)

فرمایا، "اپنے پیشوا کو چھوڑ کر کوئی اور فقیر نہ ڈھونڈو۔ کم از کم پیشوا کے ساتھ ایسا ہو کہ جیسے ایک آقا کا نوکر، کہ وہ جس کا کھاتا ہے اسی کا گاتا ہے۔ اگر اس سے کم تعلق ہے تو کچھ بھی نہیں"

فرمایا، "جس شخص کے پاس بیٹھنے سے دنیاوی ہوس بڑھے اس کے پاس مت بیٹھو اور اس سے دور بھاگو۔ اور جس کے پاس بیٹھنے سے دنیا سے نفرت پیدا ہو۔ اس کے پاس سات کام چھوڑ کر بھی بیٹھو۔ یہ صحبت تمہارے لیئے اکسیر ہوگی"

فرمایا، "جو کچھ پیشوا اذکار وغیرہ بتائے اگر مرید کرتا رہے تو کبھی ذلیل و خوار نہیں ہوتا اور اگر چھوڑ دے تو معتوب ہو جاتا ہے۔ نہ دنیا کا رہتا ہے نہ عاقبت کا۔ اللہ محفوظ رکھے"

فرمایا، "سب سے اول کام نیت کا درست کرنا ہے۔ اگر خدا کو شخص خدا کی محبت کے لیئے یاد کرتا ہے تو خدا ضرور ملے گا۔ اور اگر کوئی اور دنیوی غرض درمیان میں ہے تو پھر مشکل ہے۔ اگر تیری نیت درست ہے تو تو دروازہ کھٹکھٹاتا رہ۔ چاہے کھلے یا نہ کھلے۔ مگر یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ نہ کھلے۔ وہ کون ہے جس نے دروازہ ٹھونکا اور اس کے لیئے کھولا نہ گیا ہو[1]"

فرمایا، رزق انسان کو تلاش کرتا ہے۔ اگر انسان پورے طور پر خدا کی طرف ہو جاوے تو اسے کسی شے کی پرواہ نہیں رہتی۔ یہ ایک غفلت کا پردہ ہے جو انسان کے دل پر پڑا ہوا ہے کہ کہتا ہے کہ میں یہ بھی جمع کرلوں۔ وہ بھی بنالوں۔ احمق یہ نہیں سمجھتا کہ اگر ساری دنیا تیرے

---

[1] گفت پیغمبر کہ چوں کوبی درے
عاقبت زاں در بروں آید سرے
(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

لئے سونا ہو جائے تو کیا کرے گا؟ کیا سونا کھایا جاسکتا ہے؟ تیرے لئے تو وہی دو روٹیاں ہیں۔ پھر فرمایا، اگر کچھ زیادہ کہوں تو تم برداشت نہیں کر سکو گے۔

فرمایا، تجھے چاہیئے کہ تہجد کے وقت جب کہ صرف تو اور تیرا خالق ہو اُس کے سامنے روئے اگر تجھے رونا آگیا تو سمجھ لے تیرا کام بن گیا۔ اگر رونا نہ آئے تو رونی صورت ہی بنالے یہ بھی اللہ کو پسند ہے پس تیرے اور خالق کے درمیان محبت کا سلسلہ شروع ہو گیا تو اب خالق کو اپنے نفس سے عزیز جان اور اس کی نافرمانی نہ کر۔ وہ تو تجھ کو ہر وقت چاہتا ہے۔

فرمایا، جس کسی نے کچھ پایا ہے۔ اسی (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) دروازے سے پایا ہے اور جس کو بھی کچھ ملا ہے اسی دروازے سے ملا ہے۔ کسی اور جگہ تلاش کرنا عبث ہے[1]

فرمایا، اگر ہم تہجد کے نفل نہیں پڑھ سکتے تو پھر خدا کی محبت کا دعوے کیسے کر سکتے ہیں اور پیشوا کے ساتھ بھی کامل محبت نہیں ہو سکتی۔

فرمایا، پیشوا کی محبت ایک ایسی رسّی ہے جو خدا تک پہنچا دیتی ہے۔ اگر یہ ٹوٹ جائے تو دین و دنیا دونوں گئے۔

فرمایا، مجھے ابتدا میں چند آدمیوں نے بہت وسوسے ڈالے خاص کر میرے استاد صاحب نے کہا کہ چشتی طریق افضل ہوتا ہے۔ ان دنوں میں اکثر قبرستان جایا کرتا تھا۔ خدا نے میرے دل میں اس کا جواب بھی ڈال دیا۔ میں نے اُن سے کہا کہ استاد صاحب! بس اب میں آپ سے نہیں پڑھوں گا کیونکہ آپ میرے پیشوا کو اچھا نہیں سمجھتے۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ جب سے میں نے حضرت صاحب رح کے ہاں جانا شروع کیا ہے میں نے آپ کو اور قرآن کو پہچانا ہے پہلے نہیں جانتا تھا۔ یہ سب ان ہی کی صحبت کی برکت کا اثر ہے۔ اور میری حالت تو یہ ہے کہ میں اپنے حضرت صاحب سے جب ملتا ہوں تو آپ رح کا چہرہ مبارک دیکھ دیکھ طبیعت سیر نہیں ہوتی اور کہتا ہوں

---

[1] ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بو | یا زِ نورِ مصطفےٰ او را بہاست
آں کہ از خاکش بروید آرزو | یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ست

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

اُن جیسا تمام جہان میں کوئی نہیں۔ چہ جائیکہ آپ میرے سامنے ان کی بُرائی بیان کرتے ہیں"۔
اس کے بعد اُستاد صاحب نے مجھے کبھی کچھ نہ کہا۔ نیز فرمایا کہ اگر اُس وقت وُہ پیشوا کی محبّت کی کچی رسّی ٹوٹ جاتی تو پھر جیسے میرے دُوسرے بھائی خوار ہو رہے ہیں وُہی حال میرا بھی ہوتا۔ مگر خدا نے مجھے ثابت قدم رکھا۔

فرمایا، ایک شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ دولت عقل سے کمائی جاتی ہے۔ وُہ تعلیم یافتہ (بی۔اے۔ پاس) تھا۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ مَیں کچھ زیادہ پڑھا ہوا نہیں ہُوں اور نہ کوئی کام کرتا ہُوں لیکن تم سے میرے پاس زیادہ پیسے ہیں۔ بتاؤ اس کا کیا مطلب؟ بس وُہ گردن نیچی کر کے رہ گیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ سب کچھ قسمت ہی ہے۔ روپیہ بھی عارضی شئے ہے۔ جو کھایا نہیں جا سکتا۔ جو کچھ رزق قسمت میں ہوتا ہے وُہی کھایا جاتا ہے۔

فرمایا، ایمان دُنیا کے لِئے فروخت نہیں کرنا چاہیئے۔ کوئی ہم سے تو پُوچھے۔ ایک جان نہیں اگر سو جان ہو تو بھی ایمان کے پیچھے قربان ہے۔ یہ جان آخر فانی ہی ہے۔

فرمایا، پاؤں پختہ دھرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ اگر کوئی ذرا سی تکلیف آ گئی۔ تو ایمان ڈول (یعنی متزلزل ہو گیا) گیا۔ یَعْبُدُوْنَ عَلیٰ حرف والی آیت آپؒ نے تلاوت فرمائی۔

ایک حکایت تھی کہ ایک بزرگ کے ہاتھ سے ریت کے ستو بن گئے۔ فرمایا "یہ کچھ تعجب کی بات نہیں۔ تم اپنی آنکھوں کے سامنے مٹی میں دانہ پھینک آتے ہو اور چند دنوں بعد وُہ ایک پَودا بن جاتا ہے۔ کیا یہ اہلِ بصیرت کے لِئے کم کرشمہ ہے؟

فرمایا، دُعا مانگنے میں تین فائدے ہیں۔ اوّل۔ جب اِنسان کہتا ہے کہ اَے خدا تو میرا خالق اور میں تیرا ضعیف بندہ ہُوں۔ تو خدا سے رابطہ اور تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ دوم۔ اگر دُعا قبُول ہو گئی تو زہے قِسمت۔ سوم۔ اگر دُعا قبول نہ ہُوئی تو زادِ راہ میں اضافہ ہُوا اور رضا حاصل ہُوئی۔ نیز فرمایا کہ اگر دُعا قبُول نہ ہو تو عین حکمت ہوتی ہے۔ فضول دُعائیں نہیں مانگنی چاہئیں مثلاً خدایا مجھے بادشاہ بنا دے یا مجھے اِتنا سونا عطا کر۔ یا فلاں شخص کی خوب صُورت عورت مجھے مِل جائے۔ ہر ایک بادشاہ نہیں بن سکتا۔ اور اگر بادشاہ بن بھی گیا۔ اور سونا مِل بھی گیا تو کیا کرے گا؟ آخر فانی ہے۔ اگر کسی کی خوب صُورت عورت ہے تو وُہ اُس کی اپنی قِسمت ہے کہ خدا

نے اُن کا جوڑا بنا دیا۔ تُو کیوں فضول للچاتا ہے؟ ایسی دُعا مانگ کہ خُدایا میرے دِل کو بادشاہ بنا دے۔ اور مجھے اپنی محبت دے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔ اور اُن لوگوں کی محبت دے جو تیرے دوست ہیں۔ اگر خُدا کے دوست کے ساتھ دوستی ہو جاوے۔ تو خدا کی محبت اس میں آجاتی ہے[1]

فرمایا، جو کچھ پیشوا ذکر بتا دے اگر کرتا رہے تو کبھی ذلیل وخوار نہیں ہوگا خوار اُس وقت ہوتا ہے جب پیشوا کا عہد توڑ ڈالے۔

فرمایا، اللہ والے راستے میں تعجیل (جلدی) نہیں۔ آہستہ آہستہ سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے اگر ذکر حاصل ہو گیا تب بھی سمجھ لے کہ بہت کچھ حاصل ہو گیا۔ کیونکہ یہ بھی بہت بڑی بات ہے۔ مگر پیچھے یعنی غفلت کی طرف نہ جائے اور آگے آگے بڑھے۔ اُس کا دروازہ کھٹکھٹاتا رہے۔ ایک دن ضرور کھُلے گا۔

گفت پیغمبرؐ کہ چوں کوبی درے — عاقبت زاں در برُون آیا سرے

فرمایا، ہر نماز کے بعد تھوڑی دیر کے لیے مخفی ذکر کر لینا چاہیئے۔ حضرت مجدد الف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ جو کوئی ایک لمحہ بھی خُدا کا ذِکر کرتا ہے اُس کا نام اولیاء اللہ کی فہرست میں لکھ لیا جاتا ہے۔ نیز فرمایا۔ ایک لمحہ خُدا کی طرف مراقبہ میں یکسوئی بہت بڑی شے ہے۔

فرمایا، بندہ پر اللہ کریم کا حق تمام حقوق سے بڑھ کر ہے۔ پس کہے الٰہی! اگر تُو میرے والدین کے دل میں میری محبت نہ ڈالتا تو میری پرورش کیسے ہوتی؟ تُو ہی میرا مالک ورازق ہے۔ اگر بندہ اپنے مولائے کریم کی عبادت میں مستحکم رہے تو تمام حقوق دیگر اس میں آجاتے ہیں۔ اس سے یہ مُراد نہیں کہ والدین کا نافرمان ہو جائے۔ اگر ماں باپ کا مطیع ہے مگر خدائی احکام میں غافل ہے تو کس کام۔

فرمایا، ذاکر کو صرف اِتنا کھانا چاہیئے جس سے عبادت کی طاقت حاصل ہو جائے۔ زیادہ نہ

---

[1] اے دوست اے دوست اے دوست
بجز تو ازاں کشم کہ دُونت تو نکوست
مردم گویند بہشت خواہی یا دوست
اے بے خبراں بہشت با دوست نکوست

کھاتے ورنہ غفلت اور بیماریوں میں مبتلا ہو جائے گا۔ چاہیئے تو یوں تھا کہ کھانا تجھ کو اُٹھاتا (یعنی طاقت آتی) مگر زیادہ کھانے سے کھانا تجھ کو اُٹھانا پڑا۔

خوردن برائے زیستن نہ کہ زیستن برائے خوردن

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بہت کم کھاتے اور کم سوتے۔ اس لیئے انہیں کبھی حکیم کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔ نیز فرمایا کہ ہمارا ایک دوست تھا۔ وہ گیہوں کی تھوڑی سی روٹی کے سوا کچھ نہ کھاتا تھا۔ اور سالن بھی بہت کم۔ اسے ہم نے کبھی بیمار نہ دیکھا۔

فرمایا، رات کو نیند صرف چار پانچ گھنٹے ہی ہوتی ہے۔ اس سے زائد اگر ہو تو غفلت ہے۔

فرمایا، آدمی کو چاہیئے سوائے خالق کے دِل کسی کو نہ دے۔ نہ اولاد۔ نہ بیوی۔ نہ مکان۔ نہ سونا۔ مگر تعلقات منقطع نہ کرے۔ کیونکہ خالق کو دونوں جہان آباد رکھنے منظور ہیں۔ اگرچہ یہ تعلقات عارضی و مطلبی یعنی خود غرض ہیں۔ کیونکہ اگر آدمی بیوی بچّوں کو کما کر نہ دے تو وہی نفرت کرنے لگ جاتے ہیں۔ دیکھو حضرت ایّوب علیہ السّلام کی تمام بیویوں نے سوائے ایک کے (جو حضرت یوسف علیہ السّلام کی پوتی تھی) طلاقیں لے لیں۔

فرمایا، جب توکّل کرے تو اسباب کو ترک نہ کرے[1] تمام ذرائع عمل میں لائے۔ مگر اصل توکّل اپنے خالق پر رکھے۔ اللہ کریم کو دونوں جہان آباد رکھنے منظور ہیں۔ کوئی نوکری یا پیشہ یا دوکان وغیرہ سب کچھ کرے اس کا کچھ حرج نہیں۔ مگر اصل رازق خدا کو سمجھے۔ دانے دانے پر مُہر ہوتی ہے۔ ہاں اگر اس سے ترقی کر جاوے اور توکّل میں منتہی ہو جاوے تو پھر اگر اسباب چھوڑ بھی دیئے جاویں تو کچھ حرج نہیں۔ جیسے بعض اولیاء اللہ بیماری میں علاج نہ کرتے تھے یا انہیں خدا بے سبب رزق دیتا تھا۔ لیکن متوسط درجے کے سالک کے لیئے لازم ہے کہ اسباب نہ چھوڑے اور توکّل ضرور خالق پر رکھے۔ اگر حاصل ہو جاوے تو یہ بھی کمال بات ہے۔

ایک دفعہ ایک شخص عید گاہ شریف میں آپ کے پاس دُعا کرانے کے لیئے آیا۔ مگر وہ نماز نہ پڑھتا تھا۔ اتفاقاً نماز عشاء کا وقت آگیا اور وہ الگ ہو گیا اور نماز نہ پڑھی۔ آپ نے اسے بلا کر فرمایا۔

---

[1] گفت پیغمبر بآواز بلند　　بر توکّل زانوئے اُشتر بہ بند　　(مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ)

کہ" اگر تم نماز نہیں پڑھتے ہو تو میرے پاس کیا لینے آتے ہو؟" اور اس کے منہ پر آہستہ سے ایک دھپڑ بھی مارا۔ آخر وہ پشیمان ہوا اور توبہ کی۔ [۱]

فرمایا، جو شخص اولیاء اللہ کی کرامات سے منکر ہو وہ میرے پاس آوے۔ مجھے خدا نے طاقت بخشی ہے میں اس کی تسلی کر سکتا ہوں۔ [۲]

فرمایا، تف ہے تجھ پر تو حرص و ہوا کا بندہ بن گیا۔ رات کو کھا کر خوب خراٹے لیتا ہے اور دن کو لوگوں کی غیبت کرتا ہے۔ افسوس تو پیدا ہی نہ ہوا ہوتا۔ لوگوں کو تو نصیحت کرتا ہے اور خود ابھی نصیحت پکڑتا نہیں۔ تیرا نفس ابھی ٹیڑھا ہے اوروں کو کیا سیدھا کرے گا۔

فرمایا، ابھی تمہاری نظر رازق پر نہیں ہے۔ رزق روپیہ پیسہ سے ماسوا شے کا نام ہے۔

فرمایا، ذاکر کو چاہیئے کہ اپنے دل کو نگاہ رکھے۔ اگر غفلت آجائے تو سوچے کونسا گناہ مجھ سے صادر ہوا جس سے یہ شامت آئی۔ اور جلد توبہ کر کے تعلق باللہ پیوست کرے۔ ہر وقت دل پر نگاہ رکھے۔ گناہ پر روئے۔ اور آنکھیں تب ہی روتی ہیں جب دل روتا ہے۔

ایک دفعہ ایک دوست نے کہا" جناب فلاں شخص کی آواز بہت اچھی ہے۔ نعت خوب پڑھتا ہے۔ فرمایا" یہاں آواز کی حاجت نہیں دل کی ضرورت ہے"۔

فرمایا، بہت آدمی تم نے دیکھے ہوں گے۔ بڑے لمبے لمبے بال رکھتے ہیں۔ اور لوگوں سے کئی کئی مکر و فریب کرتے ہیں تاکہ لوگ انہیں فقیر سمجھ کر اُن کی خدمت کریں۔ یہ لوگ بظاہر تو انسان (کے بُت) ہیں مگر اندر سے حیوان ہیں۔ اگر وہ اپنے خالق کی طرف آجاتے تو بادشاہ بن جاتے۔ وہ جانتے ہی نہیں کہ طریقت کیا شے ہے۔ طریقت تو یہ ہے کہ مخلوق کو خالق کے ساتھ ملا دیں جیسے تمام انبیاء علیہم السّلام کا طریق رہا۔ نہ یہ کہ مکر و فریب کر کے اپنے نفس کی خاطر داری کرا دیں۔ ایسے لوگ تو خود ہی خدا والے راستے کی طرف آتے ہی نہیں وہ لوگوں کو کیسے راستہ بتلاویں گے۔

---

[۱] روزِ محشر کہ جاں گداز بود — اولیں پرسشِ نماز بود

[۲] تو برائے وصل کردن آمدی — نے برائے فصل کردن آمدی

(مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ)

فرمایا، جب کسی کی موت آجاتی ہے تو وُہی اُس کی قیامت ہے۔ آدمی کی عمر بہت تھوڑی ہے۔ چاہیئے کہ جلد توبہ کی طرف رجُوع کرے۔

ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ اُس نے کہا میں فلاں جگہ بیعت ہُوں (شاید کہا گولڑہ شریف) کسی اَور بزرگ کا نام بھی لیا۔ (شاید میاں شیر محمد صاحب شرقپوری) کہ اُنہوں نے مجھے فرمایا تھا کہ حافظ جی صاحب (راولپنڈی) کے پاس بھی جایا کرو۔ مگر مجھے ابھی تک کچُھ فائدہ نہیں ہوا۔ وُہ شخص بہت باتیں کرتا تھا۔ آپؒ نے اُسے فرمایا کہ یُوں ذِکر کیا کرو۔ فلاں فلاں عبادت کیا کرو۔ وغیرہ۔ وُہ کہنے لگا کہ میں سب کچھ کیا کرُوں گا۔ مگر ایک بات ہے دُعا کرو وُہ پُوری ہو جائے بلکہ میں آپؒ کو بھی بتا دیتا ہوں۔ آپؒ کا فائدہ ہو گا۔ آپؒ نے دریافت فرمایا وُہ کیا ہے؟ اُس نے کہا ایک سادھو نے مجھے سونا بنانا بتایا ہے۔ اَور میں سکّے سے چاندی کے رُوپے بھی بنا لیتا ہُوں۔ اَور نوٹ بنانے کی ترکیب بھی سیکھ رہا ہُوں وغیرہ۔ آپؒ دُعا کریں اِس میں کامیابی ہو جاوے۔ آپؒ کو یہ سُن کر غصہ آگیا۔ فرمایا ذرا آگے آ۔ جب وُہ آگے ہوا تو آپؒ نے زور سے اُس کے مُنہ پر دو تھپّڑ رسید کیا۔ اَور فرمایا، خبیث! تُو خُدا کی محبّت کی تلاش کا مدّعی بھی ہے اَور کہتا ہے خُدا مجھ کو نہیں ملتا۔ اور اندر سے سونے چاندی کی تلاش میں ہے۔ اُس شخص کو اُسی وقت آپؒ نے اپنے کمرے سے نکال دیا۔ اَور فرمایا کہ یہ شخص سرکاری مخبر تھا یعنی خفیہ پولیس کا آدمی تھا۔

فرمایا، سُلطان الاذکار یہ ہے کہ آدمی ہر ایک شئے سے ذِکرِ الٰہی سُنے۔ اس کے بعد ایک مقام آتا ہے جب کہ آدمی سوائے خالق کے کسی شئے کو درمیان میں نہیں دیکھتا۔ اس کے بعد معارف ہیں۔ اَور اُس وقت اِلہام سُنتا ہے۔ خُدا تم سب کو وہاں تک پہنچا دے۔

فرمایا، جب مَیں سوتا ہُوں تو بھی مجھے دوستوں کا ہی خیال رہتا ہے کہ اللہ کریم تمہیں قیامت کے دن آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے جھنڈے کے نیچے جگہ دے۔

فرمایا، بال بچّے اَور آرام و آسائش یہ تمام اللہ کریم کے اِنعامات ہیں۔ مگر صحت ان تمام چیزوں سے زیادہ بڑی نعمت ہے۔ مثلاً اگر پیٹ میں درد ہو جائے تو کچھ اچھا معلوم نہیں ہوتا اس کے بعد دِل خُدا کا بڑا بھاری عطیّہ ہے۔

فرمایا، اگر کسی دوست کو قبض (ذِکر سے) ہو جائے تو اُسے چاہیئے کہ خُدا کے آگے روئے۔

پھر اللہ کریم اُسے زیادہ ترقی عطا فرماتا ہے۔

فرمایا، صبر بہت اچھی چیز ہے۔ اگر تمہیں کوئی گالی دے تو خاموش رہو۔ ممکن ہے تم میں وُہ عیب پایا جاتا ہو۔ گالی کا جواب گالی میں دینا اچھا نہیں۔ اللہ کریم صبر کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ اور نہ خدا کے راستے میں کوشش کرنے والوں کی کوشش ضائع کرتا ہے۔ آپؒ نے ذکر فرمایا کہ ایک دفعہ یہاں راولپنڈی میں میرے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے۔ میں محلّے کی مسجد میں اُن کے پاؤں دبا رہا تھا۔ ہماری برادری کی ایک عورت جو کسی وجہ سے بدظن تھی، آئی اور مجھے اتنی گالیاں دیں کہ کوئی گالی اُس نے باقی نہ چھوڑی۔ مَیں خاموش رہا اور بدستور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دباتا رہا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے یہ عورت کس کے ساتھ لڑ رہی ہے؟ کوئی جواب نہیں دے رہا ہے۔ لوگ بھی جمع ہو گئے۔ آخر اُنہیں پتہ لگ گیا کہ وُہ مجھ سے مخاطب تھی۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے۔ یہ عورت تکلیف اُٹھاوے گی۔ جب وُہ گھر پہنچی تو اُسے شدید بخار ہو گیا۔ اگلے دِن اُس کا خاوند مجھ سے معافی مانگنے آیا۔ مَیں نے کہا مَیں تو بالکل ناراض نہیں ہُوں۔ کیونکہ جو کچھ اس نے کہا ہے مجھ میں پایا جاتا ہے۔ آخر نو دِن بعد وُہ عورت فوت ہو گئی۔

آپؒ نے ذِکر فرمایا کہ ایک دفعہ میرے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے (چورہ شریف کی مسجد میں) وعظ کہنے کو فرمایا۔ سب دوست مع حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرشِ مسجد پر بیٹھے تھے لیکن ایک آدمی مسجد کے صحن کی دیوار پر بیٹھا تھا۔ وُہ مجھے ناگوار گزرا۔ مَیں نے اُس سے کہا کہ بھائی صاحب نیچے آ بیٹھو۔ وُہ نہ اُترا اور کہنے لگا کہ کون سا نیچے قرآن پڑھا جا رہا ہے۔ مجھے بہت غیرت آئی اور یہ بات مجھے تیر کی طرح لگی۔ جب میں نے اُس کی طرف توجہ سے دیکھا تو وُہ سر کے بل نیچے آ گرا۔ اس کا سر پتھر پر لگا اور پھٹ گیا۔ اسے گھر لے گئے۔ تیسرے دن فوت ہو گیا۔ یہ سب غیرتِ الٰہی تھی۔ بندہ عاجز ہے۔

فرمایا، کشف اِس بات کا نام نہیں کہ آدمی لوگوں کے دِلوں کے حالات معلوم کرنے کے درپے رہے۔ بلکہ اگر معلوم بھی ہو جاویں تو بھی پردہ پوشی چاہیئے۔ ہمیں بھی بعض اوقات خدا تعالےٰ بعض باتوں سے مطلع کر دیتا ہے مگر حکم نہیں کہ لوگوں کے گناہوں کو ظاہر کیا جاوے بجُز کسی خاص

ضرورت کے کشف یہ ہے کہ روح عالم ناسوت ولاہوت میں سیر کرے اور خدا کی صنعتوں میں غور کرے۔ بعض اوقات سالک کو اپنی جان کی بھی خبر نہیں ہوتی۔ کسی کے دل کی بات کے درپے ہونا تو درکنار۔

فرمایا، آج کل فتنہ کا زمانہ ہے۔ ایسے گروہ پیدا ہو گئے ہیں جو بسم اللہ (یعنی ابتداء) ہی اسی بات سے کرتے ہیں کہ آج کل دنیا میں کوئی فقیر رہا ہی نہیں۔ بھلا ان سے پوچھا جاوے کہ کیا تم نے لوگوں کے دل چیر کر دیکھ لیے ہیں؟ جب دنیا میں اللہ والے (لوگ) نہیں رہیں گے تو قیامت آجاوے گی۔ خبردار! اپنے آپ کو ایسے لوگوں کی صحبت سے بچانا۔

فرمایا، میرے عزیزو! دنیا میں بار بار نہیں آنا ہے۔ اس قلیل زندگی میں اپنے مولائے کریم کو راضی کر لو۔ تاکہ تمہاری آنے والی زندگی (آخرت) اچھی ہو جائے۔

فرمایا، وہ فقیر نہیں جو غیب کی بات تمہیں بتاوے۔ علم حساب وغیرہ ہے۔ شریعت میں اس کی کوئی قدر نہیں۔ اور نہ اجازت ہے۔ فقیر وہ ہے جو تمہیں مولا کے ساتھ ملا دے۔ تمہارے اعمال میں اخلاص پیدا کر دے اور تمہاری نظر مخلوق سے ہٹ کر خالق پر جا پڑے۔ یہی انبیاء علیہم السلام کا طریق تھا نہ یہ کہ تمہیں بتاوے کہ حمل میں لڑکی ہے یا لڑکا۔ یہ کفر ہے۔

فرمایا، ہماری نگاہیں بہت پست ہو گئی ہیں۔ ہم کہتے ہیں اگر ہم کام نہ کریں گے تو کہاں سے کھائیں گے۔ تم سے کوئی پوچھے نو مہینے تو ماں کے پیٹ میں کیا کام کرتا تھا؟ ہاں مگر دنیوی کام کرنا کوئی منع نہیں۔ لیکن بات صرف اتنی ہی ہے کہ اس وسیلے کو رزاق سمجھ لینا گناہ ہے رازق اللہ ہی ہے۔ جیسے شفا خدا کے ہاتھ میں ہے اور دوا وسیلہ ہے۔

ایک دفعہ مندرجہ ذیل اشعار آپؒ کی زبانِ مبارک سے سُنے:۔

تصور یار میں رہنا عبادت اس کو کہتے ہیں
خودی سے کوچ کر جانا سعادت اس کو کہتے ہیں
اسی کے در کا ہو رہنا کرامت اس کو کہتے ہیں

فرمایا، ذکر تصور (شیخ) کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ تاکہ جو کچھ شیخ میں ہو ذاکر کے دل پر پہنچے۔ اور جلدی نہ کرو۔ آہستہ آہستہ سب کچھ حاصل ہو جاتا ہے۔ صبر و سکون سے کام لو۔ خالق اپنے بندوں

کو دیکھتا ہے تصوّر سے ذکر خود بخود رجُوع کرتا ہے۔ جو حال ریاضت سے کئی سالوں میں حاصل ہوتا ہے تصوّر سے چند دنوں میں حاصل ہو جاتا ہے۔

فرمایا، طالب کو چاہیئے کہ کم از کم ایک گھنٹہ روزانہ مراقبہ و ذکر کے لئے نکالے۔ اگر خیالات دل کو پراگندہ کریں تو کھڑا ہو جاوے اور بذریعہ سانس خُوب زور سے ذکر کرے یا قبرستان میں چلا جاوے تاکہ خوف سے فالتو خیالات دل سے نکل جاویں۔ یا سحری کے وقت اُٹھے اور تنہائی میں خُوب روئے۔

ہر کجا آبِ رواں سبزہ بود ہر کجا اشکے رواں رحمت بود

اگر رونا نہ آوے تو رونی صُورت ہی بنا لے۔ یہ بھی خدا کو پسند ہے۔ اُمید ہے اللہ کریم دل کو پراگندہ خیالات سے پاک کر دے گا۔

کرامت

ایک دفعہ ایک دوست صُوبیدار صاحب نے اپنے گاؤں میں کنوّاں کھدوایا مگر پانی نہ نکلا۔ مخالفین خوش ہُوئے اور مذاق کرنے لگے کہ صُوبیدار صاحب نے اپنی ماں کے لئے تنُور بنوایا ہے آخر وُہ دوست حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور تمام قصّہ بیان کر کے رو پڑا۔ آپؒ کو رحم آیا اور دُعا کی۔ اس نے واپس گاؤں جا کر حضورؒ کے حکم کے مُطابق پھر کھودنا شروع کیا۔ ابھی تھوڑا سا ہی کھودا تھا کہ چشمے کی طرح پانی نکلنا شروع ہو گیا اور پانی بھی شیریں تھا۔ اب اِس کنوئیں میں نو گز پانی ہے۔ گرمیوں میں آس پاس کے تمام کنوؤں کا پانی خشک ہو جاتا ہے مگر اس کنوئیں کا نہیں ہوتا۔

فرمایا، رزقِ حلال، وقتِ سحر، تضرّع وزاری یہ قبولِ دُعا کی شرائط میں سے ہیں۔

فرمایا، جس طرح بچہ بغیر ماں باپ کے پیدا نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح بغیر پیشوا کے آدمی خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگر کوئی اپنے پیشوا کی ہجو کرے تو اس کے پاس مت بیٹھو اور اس کے جواب میں بالکل خاموش نہ رہو ورنہ ذکر بند ہو جاوے گا۔ اور شیطان تباہ کر دے گا۔ اسے ضرور جواب دو۔ اگر دُور ہو تو خط لکھ دو۔

فرمایا، جماعت علی شاہ صاحب کے سامنے کسی نے ان کے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(حضور شریف) کی ہجو کی۔ شاہ صاحب خاموش رہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کا ذکر جاتا رہا۔ اور حالت دِگرگوں ہو گئی۔ مجھ سے بیان کیا تو میں نے کہا کہ اسے ایک خط لکھ دیں کہ تم نے جو کچھ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق کہا وہ سب لغو اور بکواس ہے۔ آئندہ اگر آپ ایسا کہو گے تو اچھا نہیں ہو گا۔ یہ خط لکھنے سے شاہ صاحب کی طبیعت کھل کر پہلی حالت پر آ گئی۔

فرمایا، اگر کوئی تکلیف پہنچائے اور تم صبر کرو اور اس کے لئے بد دعا بھی نہ کرو تو اسے ضرور سزا مل کر رہتی ہے۔ اسی لئے بعض بزرگ اس خیال سے کہ اسے تکلیف نہ پہنچے۔ کچھ تھوڑا سا بدلہ بھی لے لیتے ہیں۔

فرمایا، ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم حیات النّبی ہیں یعنی زندہ ہیں جس وقت مولوی صاحب صاحبزادہ صاحب حضرت عبد الرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کو زیارتِ روضہ پاک کا اشتیاق غالب ہوا اور اجازت چاہی تو مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے شب کو خواب میں فرمایا کہ "اب انہیں مت روکو۔ میرے پاس آنے دو"۔ چنانچہ صبح آپؒ نے صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اجازت مرحمت فرما دی۔

صاحبزادہ صاحب (حضرت عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ) فرماتے ہیں کہ جناب حضرت صاحبؒ اور جناب والدہ صاحبہؒ نے مجھے جانے کی اجازت تو فرما دی۔ مگر ظاہری اسباب دیکھ کر مجھے تسلّی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ اسی شب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم مجھے خواب میں ملے اور فارسی میں مزاج پرسی کر کے آنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ سبحان اللہ زہے قسمت۔

ایک دفعہ ایک آدمی بیعت ہوا تو آپؒ نے اسے اپنے پاس عید گاہ میں رکھ لیا۔ پانچ چھ دن بعد آپؒ نے اسے بلا کر فرمایا کہ تم ٹھیک طرح ذکر نہیں کرتے ہو۔ تمہارے دل میں غیر خیالات بھرے ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابھی تک تمہارا قلب جاری نہیں ہوا۔ ورنہ ہمارے طریق میں تو پانچ چھ دن بعد قلب جاری ہو جاتا ہے۔ اس نے اپنا قصور تسلیم کیا اور کہا کہ جناب کا فرمان درست ہے۔ میرا دل یہاں سے جانے کو اور کسی جگہ نوکری کرنے کو کر رہا ہے۔ آپؒ نے اسے دوبارہ نصیحت کی کہ غیر خیال دل سے نکال دو اور خوب ذکر کیا کرو۔ اور فرمایا کہ اولیاء اللہ تو کئی کئی برس اپنے پیشواؤں کے دروازے پر پڑے رہے تب کہیں جا کر یہ امر حاصل ہوئی۔ آج کل تو لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں

کہ ہمیں ولی بنا دو۔ ورنہ ہم جاتے ہیں۔

فرمایا "جب آدمی کسی عالم کی مجلس میں جائے تو زبان کو نگاہ رکھے۔ کیونکہ اس کی غلطی پکڑے گا۔ اور جب کسی ولی کی مجلس میں جائے تو دِل کو نگاہ رکھے کہ سوائے ذِکر دم نہ لے۔

فرمایا، (جب کہ قرآن مجید کا درس صاحبزادہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) دے رہے تھے) کہ "یا اللہ! اس وقت ہمارا کیا حال ہو گا جب تمام لوگ قبروں سے ننگے اُٹھیں گے۔ ہم اُس وقت کیا جواب دیں گے؟ آدمی کو چاہیئے کہ سوائے اُس ذات کے کسی شے سے دِل نہ لگا دے۔

فرمایا "اللہ تعالیٰ ایسا پاک و منزّہ ہے کہ اگر کوئی اُسے گالی بھی دے تو بھی اسے نہیں لگتی کیونکہ نہ اُس کا باپ ہے نہ ماں، نہ بھائی نہ بہن، نہ بیٹا نہ بیٹی، نہ بیوی نہ بچّے۔ گویا وہ تمام نقائص سے پاک ہے۔ گالی تو اُس کو لگتی ہے جس کو اس عیب میں مبتلا ہونا ممکن ہو۔ سُبحان اللہ۔

فرمایا "خوش الحانی سے قرآن سننے پر لطف آنا یہ بھی غفلت ہے۔ جب اللہ کریم اصل معرفت دے دیتا ہے تو خوش آوازی کی لذّت بھی درمیان سے اُٹھ جاتی ہے۔ اور حقیقت الفاظ رہ جاتی ہے۔"

فرمایا "ایسا تصوّر پیدا کرنا چاہیئے کہ خُدا مجھے دیکھ رہا ہے۔ اُٹھتے، بیٹھتے، چلتے، پھرتے یہی تصوّر رہے۔ جب مَیں شروع میں دُکان پر کام کرتا تھا تو ہر وقت یہی خیال رکھتا تھا کہ خدا میرے ہر فعل کو ہر حالت میں دیکھ رہا ہے۔ پھر اس تصوّر سے اِنسان ترقی کر جاتا ہے۔"

فرمایا "اِنسان نے ذریعہ روزگار کو تو فرض سمجھا ہوا ہے اور عبادت کو ایک فالتو کام۔ اِس کے برعکس ہونا چاہیئے یعنی عبادت فرض اور روزگار فالتو کام بطور وسیلہ۔ حالانکہ بصُورتِ دیگر روزگار میں کچھ فتور نہیں پڑتا۔ اِنسان جب ماں کے پیٹ میں تھا تو خدا نے رِزق پہنچایا۔ اِس وقت اصلیّت (رازق) کو جانتا تھا۔ جب بچّہ تھا تب بھی رزق مِلا۔ اُس وقت بھی جانتا تھا جب ہوش سنبھالا تو سب کچھ بھُول گیا اور خیال کیا کہ ہل چلاؤں گا تو رِزق ملے گا ورنہ نہیں۔ اگر کام کروں گا تو روٹی ملے گی ورنہ نہیں۔ بس ایک دیوار اس کے اور خالق کے درمیان حائل ہو گئی اور وُہ دُور جا پڑا۔"

فرمایا "مبتدی کو ابتدا میں خُدا کی عبادت و یاد بھی اچھی لگتی ہے اور دُنیوی ساز و سامان

بھی۔ پھر جونسی محبّت ترقی کر جائے اُسی طرف چلا جاتا ہے۔ دین یا دُنیا جو غالب آجائے۔"

فرمایا "خُدا ضرور ملتا ہے بشرطیکہ انسان کی دِلی خواہش ہو اور محنت کش ہو۔ پھر ضرور ملتا ہے۔ گو دیر سے ملے۔"

۱۹۳۰ء میں عرس شریف سے دو روز پیشتر مسجد عید گاہ کی چھت پر بعد مراقبہ مغرب چند کلمات حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت دردناک لہجے میں فرمائے۔ کہ "اَے میرے بچّو! خدا نے جو محبّت تمہارے سینوں میں ڈال دی ہے اسے خوب پالو۔ اور یہ میلے کچیلے کپڑوں میں جو سنگی (دوست) تمہیں نظر آتے ہیں اِن کی ظاہری صُورت پر نہ جاؤ۔ ان کے سینوں میں نور چمک رہا ہے۔ لوگوں کی باتوں میں کہیں نہ آجانا کہ اگر خدا کا بندہ (فقیر) غریب ہو تو کہتے ہیں اگر یہ خدا کا بندہ مقبول ہوتا تو غریب کیوں ہوتا۔ اور اگر خدا اسے دُنیا کا مال دے دیوے۔ تو لوگ کہتے ہیں کہ یہ فقیر نہیں سوداگر ہے، دوکان دار ہے وغیرہ۔ دوکان ہمیشہ سودے سے چلا کرتی ہے۔ جس دوکان میں سودا (دین) نہ ہو وُہ کیسے چلے گی؟ پھر آپؒ نے حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا قِصّہ بیان فرمایا جب کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ان کی ملاقات کو گئے تھے۔ اور خواجہ صاحبؒ کی "دُنیا" دیکھ کر انہیں غلط فہمی پیدا ہو گئی تھی وغیرہ۔ نیز فرمایا کہ دُنیا کے لوگوں کو کوئی خوش نہیں کر سکا۔ ایک دفعہ جو تم نے محبّت لگائی ہے اُسے اخیر تک نبھاؤ۔"

فرمایا، افسوس میرے پاس خدا کی محبّت کے لئے کوئی کوئی آتا ہے۔ اگر کوئی خالص اللہ کے واسطے آوے تو میرے پاس خُدا کے فضل سے ایسا مصالحہ (توجّہ باطنی) تیّار ہے کہ ایک ماہ میں اُسے کہیں کا کہیں پہنچا دُوں۔ میرا دِل چاہتا ہے کہ کوئی خدا کا بندہ ملے تو میں اُسے اُڑاؤں مگر جب باطن پر نظر ڈالتا ہوں تو گندگی نظر آتی ہے یعنی کوئی نہ کوئی ماسوا اللہ کے خواہش ہوتی ہے۔ دُعا کرو کوئی اللہ کا بندہ میرے پاس آئے۔ اس وقت اللہ کے بندوں کی بہت ضرورت ہے۔"

ایک دفعہ ایک دوست کو آپؒ نے ایک کتاب عنایت کی۔ اُس نے عرض کیا جناب اس کا کیا ہدیہ ہے؟ آپؒ نے فرمایا۔ اِس کا ہدیہ دِل ہے۔ اس نے عرض کیا کہ جناب دِل تو میں آپؒ کو دے چکا ہُوں۔ فرمایا۔ ابھی تم نے نہیں دیا۔ چوتھائی حِصّہ سے بھی کم دیا ہے۔ پہلے محبّت ہوتی ہے پھر شوق، پھر عشق، پھر فنا اور بقا۔ ابھی تم محبّت میں ہی ہو۔ ہم کو خدا نے اِس فن کا ماہر

بنایا ہے۔ ایک نظر سے دل کی نبض کو دیکھ لیتے ہیں۔ یہاں گویائی کی ضرورت نہیں جب تم دل دو گے تو اس کی بہت قیمت پڑے گی۔"

ایک روز دوستوں کو مکان پر دوپہر کے کھانے کے بعد فرمایا کہ سب عید گاہ چلے جاؤ اور وہاں آرام کرو۔ ایک دوست جو ضعیف تھا اور دھوپ میں چل کر آیا تھا وہاں موجود تھا۔ شاید اُس کے دل میں آیا کہ مجھے عید گاہ نہ بھیجیں تو بہتر ہے۔ آپؒ نے اُس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا آپ کو عید گاہ نہیں بھیجتے تم فکر مت کرو۔ تمہارے دل نے تو بُری طرح واویلا کرنا شروع کر دیا ہے۔ سب دوست یہ سُن کر مسکرائے اور وُہ دوست شرمسار سا ہو گیا۔

فرمایا، میں خدا کے دروازے پر کھڑا لوگوں کو اندر آنے کے لئے پکارتا ہوں۔ بلکہ دھکیلتا ہوں۔ مگر افسوس لوگ زبردستی دُور بھاگتے ہیں۔

ایک دفعہ سحری کے وقت یہ بھی فرمایا کہ "اے پنڈی والو تم نے مجھے نہیں پہچانا میرے یہاں سے چلے جانے کے بعد یاد کرو گے۔"

حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان مبارک سے یہ شعر اکثر سُننے میں آیا۔ (پنجابی)

ے ایہہ کم نہیں نڈیاں کھڈیاں دا ایہہ کم ہے ماواں پکیاں دا

اور یہ شعر بھی ے

جتن جتن سکھیو ای کدی تے ہار فقیرا
جتن دا مُل کھوٹا پیسہ ہارن دا مُل ہیرا

اور یہ شعر بھی:-

بھیکا بھوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گرہ کھول نہیں جانتے تس بدھ بھئے کنگال

اور ے
بھیکا وُہ نر کور ہیں جو گُر کو جانے اور
ہر رُوٹھے گر میل دے گُر رُوٹھے نہ ٹھور

کبھی یہ شعر بھی پڑھتے ے

گنج بے مار و گُل بے خار نیست شادیٔ بے غم درین بازار نیست
(مولانا رُومؒ)

اور یہ بھی :-

ے عاماں بے اخلاصاں اگے خاصاں دی گل کرنی
مٹھی کھیر پکا محمدؐ کتیاں اگے دھرنی

اور یہ بھی :-

ے پکا پیر دھریں جے دھرنا تلک نہیں مت جاوے
اس پاسے او یہہ محمدؐ جو سر دی بازی لاوے

اور یہ بھی :-

ے کیہہ بھرواسہ اے اشنائی دا ڈر لگدا اے بے پروائی دا

ایک دفعہ کسی نے اکبر الٰہ آبادی کا یہ شعر پڑھا جو آپؒ نے بہت پسند فرمایا۔

کیا کہیں احباب کیا کارِ نمایاں کر گئے
بی اے ہوئے، نوکر ہوئے پنشن ملی اور مر گئے

فارسی زبان کا یہ شعر بھی پڑھتے :- ے

ہر کہ در خمرِ عبادت دائماً مخمور ہست
او چہ داند در نظر جاہ و جلالِ خسروا

یہ شعر بھی اکثر پڑھتے ے

بندے اللہ دے اوتھے رہندے جتھے رہندے اِنھے
نہ کوئی اوناں جان پچھانے نہ کوئی اوناں منّے

مکتوبِ کریم

نقل خط مورخہ ۸ - اگست سنہ ۱۹۳۰ء منجانب حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ

بطرف ایک دوست

بقلم بابو محمد اسمٰعیل صاحب

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

میرے سعادت کے نشان والے - سلمکم اللہ تعالیٰ

وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، آپ کا خط مل کر کاشفِ حالات ہوا جس میں طالب صادق کی بُو آ رہی تھی - اور کچھ سوال تھا دل کے متعلق - اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ - میرے عزیز دِل کو بہت حرکت نہ دینی چاہیئے - اِس گوشت کے ٹکڑے کو دِل نہیں کہتے - یہ دِل حیوانوں میں بھی موجود ہے - صُوفیائے کرام کی اِصطلاحات میں دِل اَور چیز ہے - وُہ ایک جوہر ہے جو کثرتِ ذِکرِ الٰہی سے پیدا ہوتا ہے - جس میں سمع و بصر اَور علم و عقل سب شامل ہوتے ہیں - جب کثرتِ ذکر سے یہ جوہر پیدا ہوتا ہے تو عجیب و غریب معارف پیدا ہوتے ہیں اَور ابتدا میں مقامِ حیرت حاصل ہو کر اَرواحِ پاک نظر آنے لگتے ہیں تو اِس مِصرعے کے مِصداق ہوتا ہے ؎

از پئے ادراکِ تو ہر جا کہ ہست
حیرت اندر حیرت اندر حیرت است

؏ ہر را کہ دیدیم نہ دیدیم مگر اوست

پس صوفیائے کرام نے اِس دِل کو دِل کہا ہے - چنانچہ مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مثنوی میں اِسی دل کی طرف اِرشاد کیا ہے ؎

دِل چہ است از جوہرِ رُوحانی است
دِل نہ از جسم است نہ جسمانی است

یہ اسی دِل کی طرف اِشارہ ہے جس کو میں نے اُوپر جوہر بیان کیا ہے۔ بعض غلط فہم صُوفی جو چشتی، قادری، نقشبندی کہلاتے ہیں۔ اِس (گوشت کے ٹکڑے) دِل کو حرکت دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ رگیں اَور چمڑا ہلنے لگتا ہے۔ مجھے بھی ایسے صُوفی دیکھنے کا اِتفاق ہوا جن کی پستان کی جگہ حرکت کرتی تھی۔ جب پُوچھا۔ یہ کیا ہے۔ کہنے لگے یہ دل (جاری) ہے لیکن جب وُہ سو گئے تو حرکت بند ہو گئی۔ میں نے پُوچھا۔ فقیر صاحِب! آپ کا دِل (سوتے وقت) حرکت نہیں کرتا تھا حالانکہ حضُور (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ تَنَامُ عَیْنِیْ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ یعنی میری آنکھیں سوتی ہیں میرا دِل نہیں سوتا ہے۔ اب سوائے خاموشی کے ان کے پاس کیا تھا؟ مجھے تب تک ابھی اپنا علم نہیں تھا۔ مگر جب میں خُدا کے فضل وکرم سے یہاں تک پہنچا تو معلوم ہوا کہ دل بھی چیز ہے (یعنی جوہر جو اُوپر بیان ہوا) آپ بھی شاید کبھی ایسے فقیروں کو دیکھیں گے۔ آپ ذکر مراقبے کے ساتھ کیا کریں۔ ایک ذِکر ہوتا ہے اَور ایک مراقبہ۔ ذِکر ایسا کریں کہ تھوڑی سی حرکت دل کو پہنچے تاکہ جوہر پیدا ہو جائے۔ اَور مراقبہ کے معنی اِنتظار کے ہیں کہ خدا کی طرف سے مجھے فیض پہنچ رہا ہے۔ اگر ایسی حالت میں اپنے پیشوا کی صُورت بھی نظر آجائے تو بہت فائدہ ہوتا ہے۔ پھر فیض اُسی کی طرف سے سمجھے۔ اِس حالت میں زیادہ خاموش رہنا مفید ہوتا ہے۔ پھر سانس کے ساتھ ذِکر کرنے کی حاجت نہیں رہتی۔ بلکہ ایک سانس کے ساتھ سینکڑوں بار ذِکر ہوتا ہے۔ کچھ زیادہ لکھتا مگر شاید آپ کی سمجھ میں نہ آسکے۔ ٭ (اَور جب سمجھ میں نہ آوے تو آدمی اِنکار کر دیتا ہے)

والسّلام

(فقیر از راولپنڈی)

٭ یہ آخری جُملہ آپؒ نے کہا لیکن لکھوایا نہیں تھا۔

کسبِ حلال پر آپؒ نے ایک دفعہ ذِکر فرمایا کہ مولوی فضل الرحمٰن صاحِب مُرادآبادی کے خلیفہ صاحِب نے مجھ سے (قبلہ حافظ جی علیہ الرحمۃ سے ذِکر کیا کہ ایک دفعہ مولوی صاحِب کے ایک مُرید نے اُن کی دعوت کی اَور کہا کہ صرف ایک آدمی (یعنی آپ کے خلیفہ صاحِب) ساتھ لاویں۔ زیادہ طاقت نہیں رکھتا۔ دعوت منظور کر لی گئی۔ مولوی صاحِب کے اکثر مُرید غریب

لوگ تھے۔ چنانچہ یہ دعوت کرنے والا شخص بھی ایک مزدور آدمی تھا۔ جو ایک لکڑیوں کا گٹھا روزانہ جنگل سے لایا کرتا تھا۔ اُس دِن دعوت کی وجہ سے وُہ دو گٹھے لایا۔ مسور کی دال پکائی اور اس میں خوب گھی ڈالا۔ رات کو ہم نے اُس کے گھر جا کر روٹی کھائی۔ خوب لطف آیا۔ چونکہ یہ کھانا خالص حلال کی کمائی سے پکایا گیا تھا۔ اس کا اثر کھانے والوں پر بھی ہوا۔ رات بھر میرا دل مجھے یہی کہے کہ اُٹھ وضو کر کے عبادت کر۔ اور حضرت مولوی صاحب تو شب بھر بیدار رہے۔ دیکھئے کسب حلال کا یہ اثر۔

فرمایا، نیک لوگ نمازِ تہجد کی بہت نگہبانی کرتے ہیں۔ گناہ کی وجہ سے بھی تہجد میں سستی ہونے لگتی ہے۔ ایک صاحب فرماتے ہیں میں نے اپنے ایک دوست کی غیبت کی۔ جس کی وجہ سے مجھ سے چھ ماہ تک تہجد نہ پڑھی گئی۔ آخر میں نے اس سے معافی مانگی۔ پھر تہجد میں پابندی ہوئی۔

فرمایا۔ نمازِ تہجد نفس کو خوب کُشتہ کرتی ہے۔

کرامت

ایک دفعہ برہمن مسمّی بالمکند آپؒ کو گھر کے چوبارہ میں دبا رہا تھا کہ نیچے مہتروں کی ایک جماعت ایک بیمار کو چارپائی پر لے کر آ گئی۔ جسے ہسپتال والوں نے لاعلاج کر کے خارج کر دیا تھا۔ آپؒ نے اظہارِ نفرت نہ کیا اور ربانی دم کر کے کچھ پلایا اور کچھ مریض پر چھڑکا۔ مریض تندرست ہو گیا اور خوبی یہ کہ اپنے پاؤں سے چل کر گھر چلا گیا۔

فرمایا" تمام عمر انسان اپنے نفس اور اپنے اہل وعیال کی خدمت اور غلامی کرتا ہے کاش اپنے مولا کی کرتا"

فرمایا" اگر پیشوا وفات پا جائے تو اگر محبت پیدا ہو چکی ہو تو وُہی بیعت کافی ہے۔ ایک کا مقبول سارے جہان (کے اولیاء) کا مقبول اور ایک کا مردود سارے جہان کا مردود ہوتا ہے"

کسی شخص نے آپؒ سے کسی پر کفر کا فتویٰ لگانے کے متعلق لکھا۔ جواب میں فرمایا کہ میں تمام مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھتا ہوں۔ کسی دُوسری دفعہ بھی یہی الفاظ دُہرائے اور فرمایا کہ کسی سے سوائے خالق کے تعلق نہیں رہا۔ اور یہ کوئی بناوٹی بات نہیں کہتا ہوں"

فرمایا" مقسوم مِل کر رہتا ہے۔ ایک لکھ پتی دولت مند کے نصیب میں اگر چنے ہیں تو وُہ

نعمتوں سے محروم رہے گا۔ اگرچہ سب دُنیا اس کے سامنے کھاتی ہو۔" ایک مالدار ہندو کا قصہ آپؒ نے بیان فرمایا کہ "جب وُہ بیمار ہوا تو حکیم نے اُسے کہا کہ صرف چنے کے شوربے سے روٹی کھایا کرے اَور وُہ اسی میں مرگیا۔ اگر اِنسان سمجھ لے کہ خُدا رازق ہے۔ تو بغیر وسیلے کے بھی اُسے رزق ملے گا۔"[1]

ایک دفعہ آپؒ نے نقشبندیہ طریق کی فضیلت بیان فرمائی اَور فرمایا کہ "اوّل تو خُدا اِس طریق پر چلنے والے کو کچھ زیادہ بھی عطا فرمادے گا۔ اگر نہیں تو کم از کم اپنا ایمان تو ضرور سلامت لے جاوے گا کیونکہ شریعت محمّدیؐ پر پابند تھا۔ فرمایا۔ اِس طریق پر چلتے بھی نہیں کاٹنے پڑتے محبّت ہی سے ترقی ہو جاتی ہے[2] اَور محبّت نفس کو کُشتہ کر ڈالتی ہے۔ اَور طریقوں میں ذِکرِ خفی اِنتہا ہے۔ مگر اِس طریق میں ذِکرِ خفی اِبتدا ہے اَور اِنتہا خُدا ہی جانتا ہے۔ بے شک اچھا کھاؤ پیو۔ (افراط تفریط نہ ہو) اَور محبّت لگاؤ۔ پھر منزلِ مقصود تک پہنچ جاؤ گے۔"

فرمایا "چونکہ قرآن مجید کا نزول حزن میں ہوا تھا۔ لہٰذا ذاکر غمگین وخائف کو اس کی تلاوت سے بہت حظ حاصل ہوتا ہے۔ قرآن مجید کا ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ جب اسے پڑھو نیا لُطف پیدا ہوتا ہے اَور طبیعت اُکتاتی نہیں۔ برعکس اس کے کہ کوئی کتاب ایک دفعہ پڑھ لی جائے تو دُوسری دفعہ اسے پڑھنے کو جی نہیں چاہتا۔ اِسی لحاظ سے قرآن وحدیث میں بڑا فرق ہے۔"

تصرّف

ایک دفعہ آپؒ سفر پر تھے۔ کسی مرزائی نے آپؒ سے مناظرہ کرنا چاہا۔ آپؒ نے فرمایا میں مناظرہ نہیں کیا کرتا ہُوں۔ لیکن اگر تم ضد کرتے ہو تو آؤ قرآن مجید سے ہی فیصلہ کرا لیں۔

---

[1] اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاج مُلوک — اَور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم
(اقبال رحمۃ اللہ علیہ)

[2] نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند — کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را
از دلِ سالکِ رہ جاذبہ صحبتِ شاں — مے برد وسوسہ خلوت وفکرِ حلیہ را

اُس نے کہا کس طرح ؟ آپؒ نے فرمایا مسجد سے قرآن لے آؤ۔ اُس نے کہا مَیں اپنا قادیان کا قرآن لاتا ہُوں۔ آپؒ نے فرمایا۔ وُہی لے آؤ۔ جب وُہ لے آیا تو آپؒ نے اس سے فرمایا کہ میرے ساتھ اِس طرح دُعا مانگو :۔

"یا اللہ تو سچّا ہے اَور تیرا یہ کلامِ پاک سچّا ہے۔ تو ہمارا فیصلہ اپنی کلامِ پاک سے فرما کہ ہم دونوں میں سے کون راہِ راست پر ہے۔"

یہ دُعا تین بار مانگی گئی۔ اس کے بعد آپؒ نے اس سے فرمایا کہ تم ہی قرآن مجید کھولو۔ اُس نے کھولا۔ فرمایا ساتویں آیت پڑھو۔ پارہ تیرھواں ۱۳ تھا۔ سُورۃ ابراہیم تھی۔ اَور ساتویں آیت سے تیسرا رکُوع شروع ہوتا تھا۔ اس طرح جس کا مطلب یہ تھا :۔

"قیامت کے دِن شیطان اپنے پیروکاروں سے کہے گا۔ کہ دنیا میں تم سے اللہ نے کچھ وعدے کِیے تھے اَور کچھ مَیں نے کِیے تھے۔ وُہ خلاف وعدے تھے۔ مگر میرا تم پر کوئی تسلّط نہ تھا۔ میں نے تو تمہیں صرف ورغلایا تھا۔ پس آج کے دن تم مجھ کو ملامت مت کرو، اپنے آپ کو کرو۔" الخ

اِس پر وُہ مرزائی شرمسار ہُوا۔ اس کے کچھ دوستوں نے توبہ کی۔ مگر وُہ ضد کی وجہ سے بے نصیب رہا۔

فرمایا "اگر رُوئی کو سُورج کے سامنے رکھا جائے تو کبھی آگ نہیں لگتی۔ اَور اگر درمیان میں آتشی شیشہ رکھ دیا جائے تو فوراً آگ لگ جاوے گی۔ پس قلب طالب اَور خالق کے درمیان تصوّرِ شیخ آتشی شیشے کی مانند ہے۔ بغیر محبّت شیخ طالب کے دِل میں کبھی آتشِ عشق نہیں لگتی۔" نیز فرمایا "ہمارا کوئی کام بغیر تصوّر نہیں ہوتا۔ مثلاً جولاہا اگر کپڑا بُنتا ہے تو پہلے اُس کا تصوّر کرتا ہے۔ معمار اگر مکان بناتا ہے تو پہلے اُس کا تصوّر کرتا ہے۔ نماز میں جب کہا جاتا ہے اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ تو ہدایت یافتہ لوگوں کا تصوّر آتا ہے اَور جب لفظ مَغْضُوْب کہا جاتا ہے تو گمراہ لوگوں کا تصوّر آتا ہے۔ اِسی قرآن میں فرعون اَور شیطان کا نام آتا ہے اَور انبیاء علیہم السّلام کا بھی۔ اَور قرآن نماز میں پڑھا جاتا ہے اَور سب کا تصوّر نماز میں آتا ہے تو کیا آدمی اُن سب کی عبادت کرتا ہے ؟ نہیں۔ عبادت خُدا ہی کی کرتا ہے۔ اِسی طرح تصوّرِ شیخ کی مثال ہے۔ نام خالق کا لینا

ہے۔ اور محبت کے لیئے شیخ کا تصوّر کرتا ہے۔"

ایک شخص نے سوال کیا کہ لَاصَلوٰۃَ اِلَّا بِحضُورِ القلب۔ یہ حالت کیسے حاصل ہوتی ہے؟
فرمایا "شروع میں جب ذوق زیادہ ہوتا ہے تو کبھی کبھی یہ حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسے رکوع اور سجدے کرنے کو جی چاہتا ہے لیکن جب حال غالب ہو جائے تو ہر وقت یہی حالت رہتی ہے چاہیے نماز آہستہ پڑھے یا جلدی۔ مگر ذوق کبھی کم کبھی زیادہ کبھی متوسط ہوتا ہے۔"

فرمایا "اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے کہ اُس نے اپنے تک پہنچنے والی رسّی ہمارے ہاتھوں میں دے دی ہے۔ یا اللہ ہمیں اُس پر ثابت قدم رکھ۔"

فرمایا "ہر بشر میں خدا نے معرفت کی قابلیّت رکھی ہے۔ پھر بھیکا رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر پڑھا۔

بھیکا بھوکا کوئی نہ سب کی گٹھڑی لعل
گرہ کھول نہیں جانتے تِس بدھ بھئے کنگال"

فرمایا، انسان فضول ہوس میں پھنسا ہوا ہے کہ کل کیا کھاؤں گا، کیا ہو گا وغیرہ۔ فلاں شے فلاں آدمی کے پاس ہے اور میرے پاس نہیں ہے۔ نادان یہ نہیں سمجھتا کہ نو مہینے ماں کے پیٹ میں رزق کس نے دیا۔ اب اگر فاقہ آتا ہے تو ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہم اسی کے غلام ہیں جیسا چاہے برتاؤ کرے۔ ہوس تو ایک خام خیال کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ بس ایک خیال ہی خیال ہے۔ اس خیال کو اس کی جستجو میں لگانا چاہیئے۔ اور باقی اطراف کے خیالوں کو ترک کرنا چاہیئے۔"

فرمایا، آدمی ایسا خدا یاد بنے کہ لوگ بھی معلوم نہ کر سکیں کہ یہ فقیر ہے۔"

فرمایا، "رونا (رقّت) دِل کی ایک (اچھی) حالت کا نام ہے مگر حال نہیں۔ بلکہ فقیری (معرفت) کے لحاظ سے یہ الف بے بھی نہیں۔ اپنے آپ کو کمتر جاننا یا حقیر سمجھنا فقیری کی صرف الف بے ہی ہے۔ ابھی تفسیر و حدیث و قرآن تو بہت دُور ہے۔"

فرمایا، "اگر تُو چین میں ہے اور تیرا دِل میرے ساتھ ہے تو تُو ایسا ہے جیسے میرے پاس ہے اور اگر تُو میرے پاس ہے مگر دل میرے ساتھ نہیں تو ایسا ہے جیسے تُو چین میں ہے۔[1]

---

[1] با منی در یمنی پیشِ منی — بے منی پیشِ منی در یمنی

فرمایا، "شیخ کے ساتھ ارادت مندی ضروری ہے۔ پھر جو کچھ شیخ میں ہوتا ہے مُرید میں سما جاتا ہے۔"

فرمایا، "ظاہری ہاتھ اُٹھا کر دُعا مانگنا ظاہری لوگوں کے لیئے ہے۔ فقیر کی دُعا، دلی ہوتی ہے جو خود بخود دِل سے نکلتی ہے۔ ورنہ ظاہری دُعا، دُعا ہی نہیں۔ پس تُو اپنے آپ کو ایسا بنالے کہ تیرے حق میں پیشوا کی دِلی دُعا نِکلے۔"

فرمایا، "اپنے آپ کو پیشوا کے سپرد کر دینا اِنتہا درجے کی قربانی ہے۔ بس یہی ولایت ہے ورنہ ولایت کے کوئی سینگ نہیں ہوتے (جو دکھائی دیں)"۔

فرمایا، "مُرید وُہ ہے جو دِن بھر بھُوکا رہے اور رات بھر عبادت کرے۔ پھر کہے مَیں گنہگار ہُوں کہ حقِ عبادت ادا نہیں کرتا ہُوں۔"

ایک دفعہ ایک دوست، مولوی سندھی صاحب کو فرمایا "جنگل میں جا کر اللہ اللہ کرو۔" عرض کی۔ "وہاں کہاں سے کھاؤں گا؟" فرمایا۔ "ماں کے پیٹ میں کہاں سے کھاتا تھا؟ اِنسان کا حقیقی رازق اللہ ہے۔ مگر افسوس بندے نے اپنا کام (عبادت) چھوڑ دیا اور روزی کے پیچھے ہولیا جس کا ضامن خُود خالق ہے۔" [۱]

فرمایا، "اِبتدا میں جب آدمی خُدا کی عبادت کرتا ہے تو سب سے پہلے اس کے اپنے رشتہ دار دُشمن بن جاتے ہیں۔ اس کے بعد دوست و آشنا۔ لیکن جب اِنسان ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مولا کی یاد و عبادت میں لگا رہتا ہے اور لوگوں کی دوستی و دُشمنی کی پرواہ نہیں کرتا ہے۔ تو پھر شیطان آکر وسوسے ڈالتا ہے کہ تُو کیا کھائے گا اور کیا پہنے گا؟ تمہارے بیوی بچے بھُوکے مر جاویں گے جب اِنسان اِن وسوسوں کی بھی پرواہ نہیں کرتا تو پھر اللہ کریم اپنے فضل و کرم سے (دِلی) روشنی عطا کرتا ہے اور وُہ ثابت قدم ہو جاتا ہے۔ پھر تمام عزیز و اقارب جو پہلے دُشمن ہو چکے تھے اب اُس کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں۔"

---

[۱] دِل کی آزادی شہنشاہی شکم سامانِ موت
فیصلہ تیرا ترے ہاتھوں میں ہے دِل یا شکم — اقبالؒ

ایک دفعہ مولوی عبدالرحیم صاحب جو شاعر بھی تھے آپؒ کی مجلس میں موجود تھے۔ آپؒ نے اُنہیں فرمایا "کچھ سُناؤ"۔ مولوی صاحب نے اپنی پنجابی نظم سُنائی جس کا پہلا شعر یہ تھا ؎

منزل فقیری والی بہت دراڈی اے
پہنچن دی طاقت اوتھے نہیں اساڈی اے

یہ سُن کر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ رو پڑے۔ باقی دوستوں پر بھی اس کا اثر ہوا۔

ایک دفعہ ایک دوست بیعت ہوا۔ پھر دو سال بعد ملاقات کو آیا۔ ذکر سے غافل رہا۔ آپؒ نے اُس سے سوال کیا "تم کس جگہ بیعت ہو؟" اُس نے عرض کی "جنابؒ ہی سے بیعت ہوں"۔ فرمایا "تمہیں کیا ذکر بتایا گیا تھا؟" اُس نے کہا "اللہ ھُو کا"۔ پوچھا "کیا تم نے یہ ذکر پکایا؟" کہا "نہیں جناب"۔ فرمایا "کیوں نہیں جب کہ تم میرے ساتھ وعدہ کر کے گئے تھے؟" کہا "قرآن پڑھنے میں مشغول رہا ہوں اور نہ اُستادوں نے یہ ذکر کرنے دیا"۔ فرمایا کہ "قرآن تو کہتا ہے کہ ذکر بہت کیا کرو۔ پھر تم اُن غافل اُستادوں کے کہنے پر کیوں لگ گئے۔ اللہ کریم ہمیں اتنا بتا دیتا ہے کہ فلاں ذاکر ہے اور فلاں غافل۔ اسی لئے میں نے تم سے دریافت کیا تھا کس جگہ بیعت ہو؟ کیونکہ تمہارا دل غافل تھا۔ اور ہمارا دوست غافل نہیں ہوتا۔ اگر تم ذاکر ہوتے تو پوچھنے کی حاجت نہ تھی دینی پڑھائی کے ساتھ ذکرِ الٰہی ضرور چاہیئے بلکہ لازمی ہے"۔

فرمایا، ہر کام میں صرف اللہ پر توکّل رکھیو۔ یہ مت کہو کہ اگر نوکری نہ کروں گا تو کہاں سے کھاؤں۔ دیکھو، تم جب ماں کے پیٹ میں تھے تو کیا کام کرتے تھے؟ پھر اس نے تمہیں پیدا کیا۔ پھر دانت اُگا دیئے۔ پرورش کی۔ جب تم نے ہوش سنبھالی تو کہا۔ کہاں سے کھاؤں؟ میں یہ نہیں نہیں کہتا ہوں کہ تم نوکری یا دُنیوی کاروبار چھوڑ دو۔ بلکہ کہتا ہوں کہ سب کچھ کرو۔ مگر اصل بھروسہ خُدا پر رکھو۔ اللہ کریم نے ایسے بھی انسان پیدا کیئے ہیں جن کو وُہ غیب سے رزق دیتا ہے۔ یہ لوگ خاص الخاص ہوتے ہیں۔ اس کے بعد وُہ لوگ ہیں جو کام بھی کرتے ہیں مگر اصل توکّل اللہ پر رکھتے ہیں۔ اور یہ حالت ہر ایک کو آسانی سے حاصل ہو سکتی ہے"۔

فرمایا "اللہ کریم کی رضا پر راضی رہا کرو۔ یہ بڑی نعمت ہے۔ ہوتا تو وُہی ہے جو خدا کو منظور ہے۔ پھر نہ راضی رہ کر اپنا اجر و ثواب کیوں ضائع کیا جاوے"۔

فرمایا "فقیر کے لئے خوش خلقی لازمی شے ہے۔ اگر بد خلق ہوگا تو لوگ پاس نہیں آویں گے چنانچہ فائدے سے محروم رہ جاویں گے"[1]

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ مجلس ہو رہی تھی اور کتاب "حکایات الصالحین" پڑھی جا رہی تھی۔ ذکر تھا کہ حضرت داؤد علیہ السلام جب وعظ فرمایا کرتے تھے تو لوگ زار و قطار رویا کرتے تھے حتیٰ کہ کئی لوگ شہید بھی ہو جاتے۔ ایک شخص اس مجلس میں وہاں زنگ کا بیٹھا تھا۔ اس نے حضرت صاحبؒ سے تعجب سے پوچھا۔ کیا یہ واقعہ ممکن ہے۔ فرمایا بالکل ممکن ہے۔ شک و شبہ دل میں نہیں لانا چاہیئے۔ پھر اس نے کچھ زیادہ اصرار کیا۔ فرمایا۔ میں خود میاں مٹھو تو نہیں بنتا (یعنی خود ثنائی نہیں کرتا) مگر اس وقت مجھے حضرت داؤد علیہم السلام کی روح مبارک کہہ رہی ہے کہ یہ واقعہ بالکل حقیقت ہے۔ اس وقت ایک دوست مسمّی غلام علی سامنے دروازے کی دہلیز پر کھڑا تھا۔ اسے وجد آگیا اور یہ الفاظ کہتا ہوا "سچ سچ سچ" زمین پر گر گیا اور تھوڑے ہی عرصے بعد جاں بحق ہو گیا۔ خدا غریق فرما دے۔ گویا اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کے اس معجزے کی صداقت اس طرح سے تصدیق فرمائی۔

فرمایا "یہ جو ہم مل کر ختم خواجگان پڑھ لیتے ہیں اور کچھ معلوم نہیں ہوتا یعنی آج کے دن اس کا کچھ ثواب معلوم نہیں ہوتا۔ اس کی قدر اس وقت معلوم ہوگی جب وقت آئے گا۔ ۱۸ ہزار آفات و بلیات بغیر دعا دور ہوتی ہیں۔ یہ تو دنیا میں اجر ہے۔ یہ دوستوں کا مل بیٹھنا غنیمت سمجھو۔"

فرمایا "جب آدمی پیشوا کے پاس رہے تو جس حال میں ہو خوش رہے اور کبھی شکوہ نہ کرے نہ اس سے بہتر حال کا خواہاں ہو۔"

فرمایا "کبھی آدمی اپنی عقل، تجاویز و خیالات سے چونک جاتا ہے اور بہت دور جا پڑتا ہے۔"

فرمایا "اپنے پیشوا کے ساتھ ہمیشہ حسن ظن رکھے۔ میں کہتا ہوں میرے قبلہ (حضرت فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جیسا کوئی ہوگا ہی نہیں۔"

---

[1] ہر کجا چشمۂ شیریں بود   مردم و مور و ملخ گرد آیند

ایک دفعہ ایک بوڑھا سا شخص آیا جو سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین ومعتقدین میں سے تھا۔ آپؒ نے اسے فرمایا۔ "سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے کوئی شعر سناؤ۔" عرض کیا۔ "میں بے وضو ہوں۔" فرمایا۔ "بے وضو قرآن پڑھنا تو درست ہے۔" خیر اس نے کچھ نہ سنایا۔ پھر آپؒ نے فرمایا کہ "پیشوا کا ادب وعقیدہ ایسا ہی ہونا چاہیئے۔"

ایک دفعہ ایک دوست نے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا کہ "میرا تبادلہ فلاں جگہ کا ہو گیا ہے جہاں میں جانا نہیں چاہتا۔ آپؒ نے مجھے اس جگہ کیوں بھیجا ہے؟ اس کی بجائے فلاں جگہ روانہ فرما دیں۔" خط سن کر آپؒ نے تبسم فرمایا اور کہا۔ "دیکھو اس شخص کا عقیدہ۔ اعتقاد ہو تو ایسا ہی ہو۔"

فرمایا "جب انسان اللہ اللہ (خدا یادی) کرنا شروع کرتا ہے تو سب سے پہلے شیطان اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے کہ اگر تم ذکر کرو گے تو کہاں سے کھاؤ گے۔ بھوکے مرو گے۔ اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ۔ جب ذاکر اس وسوسے سے نکل جاتا ہے تو پھر عزیز واقارب مخالف ہو جاتے ہیں۔ جب ان کی بھی پرواہ نہیں کرتا اور آگے نکل جاتا ہے تو پھر دنیا اس کے لئے مسخر کر دی جاتی ہے۔ جب وہ اس حالت پر بھی دنیا کی طرف کچھ خیال نہیں کرتا تو پھر اللہ سے واصل ہو جاتا ہے۔ اب اس کے لئے خیر ہی خیر ہے۔"

فرمایا "خدا یادی میں خوب کوشش کے ساتھ لگے رہو۔ اگرچہ لوگ مذاق کریں۔ ہمارے قبلہ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ "اگر مکھن کھانے سے دانت گھسیں تو گھسنے دو۔ اور اگر اللہ اللہ کرنے سے لوگ ہنسیں تو ہنسنے دو۔"

فرمایا "ایک دفعہ قحط پڑا تھا۔ میں ہر ہفتے اپنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جایا کرتا تھا۔ دو اڑھائی روپے جو بڑی مشکل سے مجھے دوکان سے بچتے تھے (کبھی کوئی دوست بھی مدد کر دیتے تھے) اس سے میں تمام اشیائے خوردنی خرید کر اور اپنے سر پر اٹھا کر جناب حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے جایا کرتا تھا۔ گگن سٹیشن پر اتر کر تین میل پیدل بھی چلنا پڑتا تھا۔ بعض اوقات بوجھ اتنا ہوتا تھا کہ میں تھک جاتا تھا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوتے اور مائی صاحبہ علیہ الرحمۃ دعائیں دیتیں کہ خدا نے حافظ صاحبؒ کو اس قحط کے زمانے میں

ہمارے لئے بھیج دیا۔

اِس تھوڑی سی خدمت سے مجھے اپنے قبلہ کی بے حد رضا حاصل ہوگئی اور آپ مجھ پر نہایت خوش ہوگئے۔ ایک دفعہ مجھے ایک کباڑی کی دوکان سے ایک بڑی دری نو روپے میں مل گئی جو میں نے خرید لی۔ وُہ اِتنی بوجھل تھی کہ میں اُٹھا نہ سکتا تھا۔ سٹیشن (گگن) سے اُتر کر آخیر میں اُسے اپنے ہی سر پر اُٹھا کر لے گیا۔ یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ میں تھوڑی دُور چلتا تھا اور دری کو زمین پر رکھ کر اُسی پر بیٹھ جاتا تھا۔ اور تھوڑا آرام کرنے کے بعد پھر دری کو سر پر اُٹھا کر چل پڑتا۔ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دری کو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے۔

سُبحان اللہ! اپنے شیخ کی محبت بھی عجیب شے ہوتی ہے۔

فرمایا "ایک دوست تھا۔ اُس کو تصوّرِ شیخ پکا ہوا تھا۔ وُہ کہا کرتا تھا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ تو سامنے بیٹھے ہیں منکرِ تصوّرِ شیخ بیچارے کیا کریں ناواقف ہیں۔ ناواقفیت کی وجہ سے انکار کرتے ہیں اور ہر ایک کو یہ نعمت ملتی نہیں"

فرمایا "شیخ جس امر کا حکم کرے بلا تامّل بجالائے اگرچہ کام ناممکن ہو یا ممکن، کرنے پر فوراً مستعد ہو جائے"

آپ نے ذکر فرمایا۔ کہ "ایک دفعہ میں اپنے حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس گیا۔ آپ کا بکریاں چرانے والا چرواہا بیمار تھا۔ کسی نے پُوچھا "جناب چرواہا تو بیمار ہے آج بکریوں کو چرانے کے لیئے کون لے جاوے گا؟" آپ نے بطور استہزاء مسکرا کر فرمایا۔ آج حافظ جی" کو روانہ کریں گے یہ کہہ کر آپ گھر کے اندر تشریف لے گئے اور میں فوراً بکریوں کو نکال کر جنگل میں لے گیا۔ بعد میں آپ نے مجھے بلایا تو کسی نے کہہ دیا کہ وُہ تو بکریوں کو لے کر باہر چلے گئے ہیں۔ آپ بہت خوش ہوئے اور آدمی بھیج کر مجھے واپس بُلا لیا۔ اور فرمایا "حافظ جی! میں نے خوش طبعی کے طور پر کہہ دیا تھا۔ آپ سچ مچ بکریاں لے کر چلے گئے"

ایک دفعہ ایک دوست نے عرض کیا۔ جناب نہ مجھ سے ذکر ہوتا ہے نہ غفلت جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "اتنا تو کیا کر کہ غیبت میں میری طرف تو دیکھتا رہا کر اور صبح یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کی تسبیح پڑھ لیا کرو"

فرمایا" دوستو! خوب ہمّت کرو۔ اپنی جان پر ظلم مت کرو۔ وقت جا رہا ہے۔ پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ اُس وقت کو یاد کرو۔ جب تمہاری نزع کا وقت ہوگا۔ تمام رشتہ دار و عزیز پاس ہوں گے۔ مگر کوئی کچھ نہ کر سکے گا۔ پھر تمہارے تمام کپڑے اُتار لیئے جائیں گے۔ تمہاری لُنگی و کلاہ اُتر جاتے گا پھر تمہیں کفن پہنا کر تمہاری چارپائی گھر سے باہر نکال دی جاوے گی (یہاں دوستوں کو بہت رِقت ہُوئی) کوئی کچھ مدد نہ کر سکے گا۔ پھر چارپائی اُٹھا کر قبر کے پاس رکھ دیں گے۔ اَب فرشتے کہتے ہوں گے۔ اِقْرَاْءِ کِتَابَكَ یعنی اپنا اعمال نامہ پڑھ لے۔ اِس وقت کی پشیمانی تیرے کسی کام نہ آئے گی۔ اب وقت ہے کچھ کر لے"[۱]

فرمایا" میرے قبلہ علیہ الرحمۃ مہمانوں کی خدمت بدست خود کیا کرتے تھے۔ جب ہم عرض کرتے جناب! یہ (ہمارے لیئے) بے ادبی ہے۔ تو آپؒ یہ آیت پڑھتے وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۔ (پارہ ۱۹ سورہ شعراء)

فرمایا" میں اپنے حضرت صاحبؒ کے سامنے کبھی کوئی وظیفہ یا نفل نہ پڑھتا تھا۔ باہر دُور جا کر پڑھ لیتا تھا۔ اِس طرح ہمسری ہوتی ہے"

فرمایا" ایک دفعہ اپنے حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دبا رہا تھا تہجد کا وقت تھا۔ آپ نفل پڑھ کر ذرا لیٹ گئے۔ کیونکہ ضعیف تھے۔ آپؒ یکایک چونک پڑے اَور" اوہ اوہ" کی آواز منہ سے نکالی۔ پھر خاموش ہو کر مراقب ہو گئے۔ بوقتِ اشراق ایک شخص آیا جس نے بیان کیا کہ میں آج صبح کے وقت گر گیا تھا۔ اچانک میں نے حضرت صاحب کی" اوہ اوہ" کی آواز سُنی۔ جس کی برکت سے مجھے بالکل چوٹ نہیں آئی۔ تب ہم سمجھ گئے۔

فرمایا" ایک دِن مَیں اپنے حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس مِلنے کے لیئے گیا آپؒ بہت خوش ہوئے۔ اتنے میں ایک شخص آیا اَور عرض کی کہ جناب میرے بھائی کو آج سانپ ڈس گیا ہے۔ آپؒ میرے ہمراہ تشریف لے چلیں اَور اُسے دم فرمادیں" آپؒ نے فرمایا" ایک

---

[۱] کھیتوں کو دے لو پانی اَب بہہ رہی ہے گنگا
کچھ کر لو نوجوانو! اُٹھتی جوانیاں ہیں (حالیؔ)

پیالے میں پانی لاؤ" وہ پانی لے آیا۔ آپؒ نے اُس پانی پر دم فرمایا اور اُسے فرمایا کہ اس پانی کو تم خود پی جاؤ۔ اُس نے ایسا ہی کیا۔ پانی پینے کے بعد اُسے قے اور دست شروع ہو گئے اور کچھ دیر بعد بند ہو گئے۔ آپؒ نے فرمایا۔ اب جاؤ تمہارا بھائی ٹھیک ہو گیا ہے۔ اُس نے گھر پہنچ کر دیکھا تو اس کا بھائی واقعی ٹھیک ہو چکا تھا۔

ہم نے عرض کی جنابؒ یہ کیا ماجرا تھا۔ فرمایا۔ حافظ جیؒ تم آ گئے تھے میرا دل اس آدمی کے ہمراہ جانے کو نہیں چاہتا تھا اس لئے پانی دم کر کے مریض کے بھائی کو پلا کر دُعا کی۔ الٰہی! تو سب طرح قادر ہے۔ مریض کو اسی طرح شفا عطا فرما۔ شکر ہے دُعا قبول ہو گئی"

ایک دفعہ فرمایا "ایک ہندو شخص میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ کئی سالوں سے خدا کی عبادت کر رہا ہوں مگر ابھی تک اندھیرا ہی اندھیرا ہے کوئی گیان مجھے حاصل نہیں ہوا ہے۔ آپؒ کچھ مہربانی فرما دیں کہ مجھے کچھ حاصل ہو جائے۔ میں نے اس سے پوچھا تم اکیلے ہو یا عیال دار؟ کہا عیال دار ہوں۔ میں نے پوچھا کیا کام کرتے ہو؟ کہا کچھ نہیں۔ اسی لئے عبادت کے واسطے کافی وقت نکال سکتا ہوں۔ میں نے پوچھا۔ ذریعہ گزران کیا ہے؟ کہا بنک میں میرا کچھ روپیہ پڑا ہے۔ بنک سے جو سود ملتا ہے۔ وہ ہمارے گزارے کے لئے کافی ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا اگر خدا یاد کرنی ہے تو توکّل اختیار کرو۔ روپیہ جو بنک میں ہے اُسے نکال کر خدا کی راہ میں خرچ کر دو۔ اور خدا کو اصل رازق سمجھ کر توکّل کرو۔ اس وقت تم نے روپے کو رازق سمجھا ہوا ہے"

ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کہا کہ مجھے عشق عطا فرمائیے۔ فرمایا "کس کا عشق چاہیئے۔ خُدا کا یا رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا؟ رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے عشق میں تم شہروں اور بستیوں میں رہ سکتے ہو۔ لوگوں کو نمازیں پڑھا سکتے ہو۔ مگر خُدا کا عشق ذرا مشکل ہے۔ ویرانوں جنگلوں اور قبرستانوں میں رہنا پڑے گا۔ سوچ کر مجھے کل صبح بتاؤ"

آپؒ ثابت قدمی کے لئے بہت تاکید فرمایا کرتے تھے۔ فرماتے اَلْاِسْتِقَامَتُ فَوْقَ الْکَرَامَت۔ میاں محمد بخشؒ کا یہ شعر اکثر پڑھتے[1]

---

[1] شاید یہ شعر تھا ؎ جس پلّے پھُل بدّھے ہودن خوشبو آئے رومالوں
دردمنداں دے سخن محمدؔ دین گواہی حالوں

فرمایا "کسی کی بُرائی اَور غیبت اِنسان کیا کرے۔ سب ہی اچھے ہیں۔ ہم ہی گندے ہیں۔ اَور گندے ہمارے کام ہیں۔"

فرمایا "مَیں شروع شروع میں پیر دوھائی کے قبرستان میں بہت جایا کرتا تھا اَور گُم نام تھا۔ رات کو دس گیارہ بجے گھر واپس آتا۔ پھر صبح ہی نکل جاتا۔ لوگوں سے مجھے وحشت تھی مسجدوں میں مجھے لُطف نہ آتا تھا کیونکہ مسجدوں میں اکثر لوگ بیٹھ کر باتیں اَور غیبتیں کرتے رہتے تھے۔ اور وہاں قہقہے لگاتے تھے اَور مجھے ایسی باتیں سُننے سے قبض ہو جاتی تھی۔ مسجدوں میں باتیں کرنے کا مرض علماء میں بھی عام ہے۔ مَیں پیر دوھائی عرصہ تک جاتا رہا۔ برسات میں آنے جانے کی تکلیف ہوتی تھی۔ کیونکہ برسات میں لئی (نالا) چڑھ جاتی تھی۔ کئی دفعہ اِسی وجہ سے رات کو وہیں رہنا پڑ جاتا۔ اِس لئے پھر عیدگاہ کے قبرستان میں جانا شروع کیا۔ یہ طرف بھی بالکل اجاڑ ہوا کرتی تھی۔ اَور سانپ بہت ہوتے تھے۔"

فرمایا "اگر دُنیا میں خدا شیخ کی محبّت عنایت کر دے۔ تو یہ بہت بڑی نعمت ہے لیکن ہر ایک شخص کو یہ نعمت نہیں ملتی ہے۔"

فرمایا "ضعیفی میں زندگی کا کچھ لطف نہیں ہوتا۔ صرف زندگی کے دن پُورے کرنے والا احساب ہوتا ہے۔ مجھے اکثر تین بجے رات جاگ آجاتی ہے۔ (یہ موسم سرما تھا) مگر ضعیفی کی وجہ سے اُٹھ نہیں سکتا نہ زیادہ بیٹھ سکتا ہُوں۔ تہجّد سے اشراق تک بھی مشکل سے بیٹھتا ہوں۔ (اس وقت آپؒ کی عُمر تقریباً اسّی ۸۰ سال تھی) نیز فرمایا کہ عبادت کا لطف جوانی میں ہی ہوتا ہے۔ میرا جسم اس قدر تندرست ہوتا تھا کہ کئی کئی روزے میں پے در پے رکھ لیا کرتا تھا افطاری کے وقت معمولی سا کھا لیا۔ پھر سحری کو کچھ ملا تو کھا لیا۔ ورنہ خیر۔ مگر اَب تو رمضان شریف کے روزوں سے بے حد کمزوری ہو جاتی ہے۔ الحمد للہ خالق نے تمام نباہ دیئے۔" (یہ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ آخیر روزے تھے)

ایک دفعہ ایک شخص نے راقم محمد اسماعیل صاحب سے کہا کہ قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے میرے لئے دعا کرانا میں ایک مصیبت میں پھنسا ہوا ہُوں۔ اس نے آپؒ سے عرض کر دی آپؒ نے دُعا فرمائی۔ بعدہٗ فرمایا "نکلنا دو طرح ہی ہوا کرتا ہے یا ہاتھ پکڑے یا پکڑا دے۔" (اَور

یہ کہہ کر آپؒ نے ایک سرد آہ کھینچی)

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِرشاد سے آپؒ کے صاحب زادے مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوستوں کو تلقین کرتے ہُوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قُرب و بُعد سے پاک ہے۔ اس کے قُرب و بُعد کی نشانی یہ ہے کہ اگر آدمی اس کے بندوں کے قریب ہے تو وُہ خُدا کے قریب ہے۔ اور اگر اُس کے بندوں سے دُور ہے تو وُہ خُدا سے دُور ہے[1]

نیز صاحب زادہ صاحب علیہ الرحمۃ نے ذِکر فرمایا کہ "ایک فقیر ایک جگہ بیٹھا ہوُا تھا۔ بادشاہ کا اُدھر سے گزر ہوُا فقیر نہ اُٹھا۔ بادشاہ نے کہا۔ تم جانتے ہو میں کون ہُوں؟ فقیر نے کہا، ہاں تم وُہ ہو جس کی اِبتداء ایک ناپاک قطرہ ہے۔ اِنتہا بدبُودار گوشت۔ اِبتداء اور اِنتہا کے درمیان اس کی یہ حالت ہو کہ سیروں غلاظت پیٹ میں اُٹھائے پھرے۔" بادشاہ پر اِس بات کا بہت اثر ہوُا۔

صاحب زادہ صاحب علیہ الرحمۃ نے مزید بیان فرمایا کہ نفس کو درُست کرنے کے چار طریق ہیں۔ اوّل اپنے پیشوا کی کمال اِقتداء اور رابطہ محبّت، اِس سے بُرے اعمال چھُوٹ کر نیک اعمال کی عادت ہو جائے گی۔ دوئم، کوئی ایسا دوست ہو جو عیوُب سے مطلع کرتا رہے۔ تاکہ عیوُب آہستہ آہستہ جاتے رہیں۔ سوئم، کوئی دشمن ہو تو جو وُہ عیوُب بتلائے دُور کیے جاویں۔ کیونکہ دُشمن عیب بتانے میں کبھی دریغ نہیں کرے۔ چہارم، دِن رات میں ایک وقت مقرر کرلے جس میں خلوت میں بیٹھ کر سوچا کرے کہ آج تمام دِن بھر میں نے کون کون سے اچھے کام کیے اور کون کون سے بُرے۔ اگر اچھے نظر آئیں تو خُدا کا شکر کرے کیونکہ توفیق اسی کی طرف سے ہے اگر بُرے ہوں تو توبہ و استغفار کرے۔"

اگر کوئی شخص مندرجہ بالا چاروں طریق کی ایک معجوُن بنالے تو زہے قسمت یعنی پیشوا کی اِقتداء بھی کرے۔ عیب جو دوست و دُشمن کا خیال رکھے اور اپنا محاسبہ بھی کرے۔"

فرمایا۔ "سفر کی تین قسمیں ہیں۔ اوّل، عام سوداگروں کا سفر، دُوسرا، سفرِ تجارت جس

---

[1] ہر کہ خواہد ہم نشینی با خُدا ۔ اُو نشیند در حضوُرِ اولیاؑ

کے ساتھ خدا یاد ہو۔ یہ غنیمت ہے کہ یہ ذریعہ حلال روزی ہے۔ تیسرا سفر اعلیٰ قسم سے ہے وُہ یہ کہ سوائے خدا کے کچھ نظر نہ آئے۔ یہ عاشقوں کا سفر ہے جو صرف یادِ خدا کرنے والوں کو ہی حاصل ہو سکتا ہے۔" نیز فرمایا کہ اِس دفعہ سفر میں بہت کثرت سے دوست بیعت ہوتے ہیں کسی کے بھی نام نہیں جانتا۔ اُمید ہے۔ اب اُن سے قیامت کو ہی ملاقات ہو تو ہو۔ مَیں نے دُعا کی کہ یا اللہ مَیں نے کلمہ توحید ان کے سینوں پر لکھ دیا ہے۔ اَب پانی دینا اَور پرورش کرنا تیرا کام ہے۔"

فرمایا "جیسے اعلیٰ دوست خدا نے مجھے عطا کیے ہیں کسی فقیر کو نہیں ملے۔ اَور نہ ہماری جیسی جگہ کسی کو میسر ہوئی ہے۔ خالق کا بے حد احسان ہے۔"

فرمایا "عبادت کا لُطف زمانہ جوانی میں ہی ہوتا ہے۔ میں ایّامِ جوانی میں کئی کئی راتیں لئی (ندی) پر گزار دیتا تھا۔ گھر سے عیدگاہ (قبرستان) آٹھ منٹ میں پہنچ جاتا تھا۔ مگر ضعیفی میں کچھ نہیں ہو سکتا۔ اگر کہیں رات کو زیادہ دیر جاگنا پڑے تو طبیعت خراب ہو جاتی ہے۔"

فرمایا "جس شخص کی نیت درست نہیں اُسے توجہ کیسے پہنچ سکتی ہے۔ اگر آدمی کی نیّت درُست نہ ہو تو کچھ فائدہ نہ ہوگا اگرچہ وُہ ولی کے پاس رہے یا غوث کے پاس، یا نبیؑ کے پاس۔"

فرمایا "اپنے شیخ کی محبت بھی عجیب چیز ہوتی ہے ایک دفعہ بازار میں آم نئے نئے ہی آتے تھے اَور ابھی کاغذوں میں دانے دانے بکتے تھے۔ لوگ خرید کر فاتحہ و درُود دلاتے تھے۔ مَیں نے بھی دو دانے خریدے مگر کھانے کو جی نہ چاہا۔ اَور یہ اپنے بس کی بات نہیں ہوتی ہے۔ اُسی وقت ریل کا ٹکٹ لے کر حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس پہنچ گیا۔ اَور عرض کی، لیجیے آم نئے کیجیے۔ آپؒ بہت خوش ہُوئے۔"

فرمایا "جب تک حضرت صاحب علیہ الرحمۃ زندہ رہے۔ تمہاری مائی (صاحبہ) نے کبھی اچھا کپڑا نہ پہنا تھا۔ دال روٹی کھا کر اَور موٹا سوٹا پہن کر گزر کرتے رہے اَور جو بچا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت کر دیتے۔ میں گھر میں اَب کہا کرتا ہُوں کہ تمہارا وُہ وقت کھیتی بونے کا تھا، اَب فصل کاٹنے کا وقت ہے۔ خوب کھاؤ پیو اَور پہنو۔ خُدا نے محبت تو ٹھاٹھ دی (پُوری کر دی)

الحمد للہ۔

فرمایا "بعض فقیر ایک ایک دوست الگ الگ بُلا کر توجّہ دیتے ہیں۔ خدا کا فضل ہے کہ ہمیں خُدا نے شاہی توجّہ عطا فرمائی ہے کہ حلقے کو توجّہ دے سکتے ہیں"۔

فرمایا "اگر فقیر جاہل اور بناوٹی ہو تو اس کے پیچھے چلنے والے گمراہ ہو جائیں گے۔ اگر سچّا عارف ہو تو ضرور ثابت قدم رہیں گے۔ اگرچہ غفلت بھی کرتے رہیں تب بھی توجہ پہنچتی رہے گی اور آخرکار توبہ نصیب ہو گی"۔

فرمایا "فقیر کو چاہیئے کہ عورتوں کی صحبت سے پرہیز کرے یہ نہ کہے کہ میری ماں بہنیں ہیں کچھ حرج نہیں۔ ہمارے قبلہ علیہ الرحمۃ کے پاس ایک عورت آئی۔ آپؒ مسجد میں تشریف رکھتے تھے۔ آپؒ نے دُور سے ہی اشارہ فرمایا۔ یہاں مت آؤ۔ اس نے کہا جناب میں پاک ہُوں۔ آپؒ نے فرمایا تب بھی مت آؤ۔ اور اجازت نہ دی۔ نیز فرمایا کہ تمہاری مائی (صاحبہ) جو اُن کی بیٹیوں کی طرح تھی۔ اور آپؒ ضعیف بھی تھے۔ پھر بھی پاؤں کو کبھی ہاتھ نہیں لگانے دیتے تھے"۔

حضورؒ کے ارشاد سے صاحبزادہ صاحب (مولوی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہما) نے دوستوں کو تلقین کرتے ہُوئے فرمایا کہ جو شخص کسی ممنوع شئے کے گرد پھرتا ہے۔ قریب ہے کہ وُہ ایک دن اِس میں گر جائے گا۔ مثلاً ایک شخص تاش یا جوّا تو نہیں کھیلتا۔ مگر کھیلنے والوں کے پاس بیٹھتا ہے تو ضرُور ہے کہ وُہ ایک دن کھیلنے بھی لگے گا۔ صحبت کا اثر ضرُور ہوتا ہے[1] اِس لیئے ممنوعات سے دُور ہی رہنا چاہیئے"۔

فرمایا "ایک دوست جو دُور دراز فاصلے پر ہے۔ وُہ مجھ سے باوجُود دُوری کے فائدہ اُٹھا سکتا ہے بشرطیکہ غافل نہ رہے کیونکہ تعلق میرے ساتھ ہے"۔

فرمایا "اولیاء اللہ باوجُود کشف و کرامت خُدا سے بہت ڈرتے رہتے ہیں کہ نامعلوم قیامت کو کیا ہو گا اور دُعا کرتے ہیں کہ ایمان کے ساتھ خاتمہ ہو جائے"۔

ایک دفعہ سماع پر ذکر تھا۔ فرمایا۔ جو کچھ میں دیکھتا ہُوں اگر قوال دیکھیں تو سب کچھ بھول جائیں"۔

---

[1] صُحبتِ صالح تُرا صالح کُند   صُحبتِ طالع تُرا طالع کُند

فرمایا" اگر شیخ کامل ہو اور اس فن میں خوب ماہر ہو تو اس کا تصوّر بہت فائدہ کرتا ہے ستّر برس کی عبادت کا ثمرہ ایک ساعت میں حاصل ہو جاتا ہے"

فرمایا "جس وقت پردے اُٹھ جاتے ہیں اور قرآن پڑھا جاتا ہے تو اُس وقت کیا انبیاء اور کیا اولیاء سب اُس ذات کے سامنے عاجز نظر آتے ہیں"

۱۹۳۳ء کی سردیوں میں آپ کلکتہ تشریف لے گئے۔ وہاں دوکانداروں کی مصروفیت دیکھ کر آپ شکر کرتے کہ مجھے اِس دوکانداری کے جنجال سے خُدا نے چھڑا لیا تھا اور اس کی بجائے خلوت عطا فرمائی۔ اس کا لاکھ لاکھ احسان ہے ورنہ میں بھی رات دن اِسی دُنیا میں مصرُوف ہوتا۔ فرمایا۔ کلکتے میں دوکاندار کاروبار میں اِس قدر مشغول رہتے ہیں کہ صبح چار بجے تک (یعنی تمام رات) دوکانیں کھُلی رہتی ہیں۔ پھر نو دس بجے صبح کھولتے ہیں۔

ایک ہندو تھا جس کا نام کشن چند تھا۔ آپؒ کا بہت معتقد تھا۔ اور اکثر آپؒ کی مجلسوں میں دیکھا گیا تھا۔ فرمایا کہ جب میں صبح اشراق کے وقت اپنے حُجرے سے (یعنی چوبارے سے) باہر نکلتا تھا تو کیا دیکھتا تھا کہ سامنے کشن بیٹھا ہے۔ کئی دنوں تک ایسا ہوتا رہا۔ میں حیران تھا کہ اِس کفر میں کیا ڈالوں؟ برتن ہی صاف نہیں ہے۔ پھر آہستہ آہستہ اس کی حالت بہتر ہوتی گئی۔ ایک دن کہنے لگا میرے لیئے دُعا فرمادیں۔ مجھے اَب خدا نظر آجائے۔ مَیں نے دُنیا کو خوب دیکھ بھال لیا ہے۔ اور سیر ہو گیا ہوں۔ میں نے کہا میں تم سے زیادہ دُنیا سے سیر ہو گیا ہوں"

کشن چند کو دیکھا گیا کہ آپؒ کی مجلسوں میں مولوی عبدالرحیم صاحب کی نظم اکثر پڑھا کرتا اور رویا کرتا اور مجلس کو رُلاتا۔ اِس نظم کا پہلا شعر یُوں ہے:۔

ایس زندگی دا اِعتبار نئیں توں ربّ دا نام وسار نئیں
کر جلد خرید توں لعلاں دی پھر اوناں ایس بازار نئیں

فرمایا" اگر ایک دوست میرے پاس ہے مگر غافل ہے تو وُہ مجھ سے کچھ فائدہ نہ اُٹھا سکے گا۔

جب تک کہ ذاکر نہ ہو اور ایک دوست دُور دراز بیٹھا ہے۔ مگر ذاکر ہے وُہ مجھ سے فائدہ اُٹھا دے گا۔

فرمایا۔ "جس شخص کا دِل سخت ہو۔ اس کا علاج یہ ہے کہ چالیسؔ روز تک شام کے بعد قبرستان میں جا کر مراقبہ کرے۔"

فرمایا۔ "امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ (یا کسی اَور بزرگ کا نام لیا) کی ایک شخص نے آزمائش کے طور پر دعوت کی۔ آپؒ اس کے گھر گئے تو اُس نے کہا۔ "ابھی کھانا تیار نہیں ہے۔" آپ بخوشی واپس چلے گئے۔ اِسی طرح اس نے آپؒ کو کئی بار بلایا اَور کئی بار واپس کیا۔ مگر آپؒ کی پیشانی پر بل نہیں آیا۔ پھر اُس نے آپؒ سے معافی مانگی۔ جس کا جواب آپؒ نے یہ دیا کہ بھائی معافی کی کیا بات ہے یہ تو ایک کُتّے کا اخلاق ہے۔ جب روٹی کے لیے بلاؤ فوراً آوے گا۔"

فرمایا۔ "تقدیر پر بیٹھ رہنا اَور عمل میں کوشش نہ کرنا جاہلوں کا مسئلہ ہے۔ تقدیر کسی کو معلوم نہیں۔ لہٰذا کوشش فرض ہے۔ پھر خدا پر بھروسہ کرے۔"

فرمایا۔ "یہ کہنا کہ ہمیں خدا کیسے مل سکتا ہے یا خدا تک ہماری کیسے رسائی ہو سکتی ہے یہ ایک شیطانی وسوسہ ہے اَور غلط خیال ہے۔

بھیکا بھُوکا کوئی نہیں سب کی گٹھڑی لعل
گرہ کھول نہیں جانتے تِس بدھ بھئے کنگال

فرمایا۔ "اپنے دوستوں کو دیکھ کر خوش ہونا چاہیئے کیونکہ دوستوں کے دِلوں میں ذکرِ الٰہی ہوتا ہے۔"

فرمایا۔ "اگر میرے دوست خوش گزران کریں (یعنی خوش حال ہوں) تو میرا دِل خوش ہوتا ہے۔ ان کا یادِ الٰہی کرنا ہی میری خدمت ہے۔"

فرمایا۔ "جو عمر گزر گئی وُہ ہاتھ سے چلی گئی اَور باقی عُمر کا اعتبار نہیں پس جو گھڑی موجُود ہے اسے غنیمت جان اَور اس میں جو کرنا ہے کر لے۔"

فرمایا۔ "انسان بے فائدہ بڑا بنتا ہے۔ نادان سمجھتا نہیں۔ اگر تھوڑی سی معرفت اس پر کھول دی جائے تو کہے افسوس مجھ جیسا کوئی ضعیف اَور عاجز ہی نہیں۔"

فرمایا۔ "شروع میں مجھ پر بہت تنگی (غریبی) آئی۔ مگر خُدا کے فضل سے میں خُوب ثابت قدم

رہا۔ پھر مجھے خواب آئی کہ ایک عورت ہے۔ میرے حجرے میں داخل ہوئی۔ میں نے اُسے سختی سے جھڑکا کہ تو یہاں کیوں آئی ہے؟ اُس نے کہا آپؒ اپنے کام میں مشغول رہیئے میں آپ کی خدمت کروں گی۔ میری طرف آپؒ پیٹھ پھیرے رکھیں۔ پھر اسی قسم کی خواب مجھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر بھی آئی۔ میں نے اُسے جھڑکا۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اسے رہنے دو یہ خدمت کرے گی۔" وہ عورت دُنیا تھی۔ خُدا اپنے بندوں کو ایسے دِکھا دیا کرتا ہے۔"

فرمایا۔"طریقت تو ہزار میں سے کوئی ایک فرد ہوتا ہے جو چلا تا ہے۔ مگر کیا یہ کوئی کم نعمت ہے کہ آدمی کو ولایت مِل جائے اور اِس جہان سے باایمان چلا جائے۔"

ایک دفعہ ایک شخص نے آپؒ سے (آزمائش کے طور پر) کہا کہ فلاں شخص کے لئے دُعا فرماویں۔ خُدا اسے لڑکا دے۔ تب ہم جانیں گے آپؒ ولی ہیں۔ آپؒ نے فرمایا۔ کیا خُدا کے نزدیک اِسے لڑکا دینا کوئی بڑی بات ہے؟ اچھا خُدا اسے لڑکا دے گا۔ چنانچہ لڑکا ہوا۔ آپؒ نے فرمایا۔ "اگرچہ ہم ولی نہیں ہیں لیکن پھر بھی خدا نے ہماری بات مان لی۔"

فرمایا۔"بعض فقیر جو کہتے ہیں کہ پہلے مجازی عشق پیدا کرو۔ پھر اس سے حقیقی عشق پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر مجازی عشق سے ان کی مُراد عورتوں کا عشق ہے تو یہ گمراہی ہے۔ اس کا نام عشق نہیں فسق ہے۔ مجازی عشق سے مُراد اپنے پیشوا کے ساتھ دِلی رابطہ پیدا کرنا ہے پیشوا کی محبّت سے آدمی خُدا کی محبّت و عشق تک پہنچ جاتا ہے۔ غیر محرم کی طرف تو دیکھنا ہی روا نہیں۔ عشق پیدا کرنا تو درکنار۔ نظر بر قدم رہے۔"

فرمایا۔"جس شخص کو اپنے پیشوا سے سچّی محبّت ہو وُہ ضرور فلاح کی طرف نکل جاوے گا اگرچہ اس کی عبادت کم ہو۔ بہت عبادت بلا محبّت کسی خاص کام کی نہیں۔"

فرمایا۔"سماع سُننے کی کیا حاجت ہے جب کہ سالک کا دِل ہر شے سے سماع کرتا ہے"

جہاں پُر سماع است مستی و شور
ولیکن چہ بیند در آئینہ کور

فرمایا" فقیری (طریقت) شریعت سے ہی نکلی ہے۔ جو فقیری غیر شرع ہو اُسے دو کوڑی پر بھی مول نہیں لیتے"۔

فرمایا" ایک حال ہوتا ہے اور ایک مقام۔ حال بدلتا رہتا ہے اور یہ حالت ضعیف ہے کبھی ذاکر ہوتا ہے کبھی غافل کبھی اِدھر آتا ہے اور کبھی اُدھر جاتا ہے۔ اس کے بعد مقام آتا ہے۔ یہ اعلیٰ درجہ ہے۔ اس میں پختگی ہے اور خطرہ نہیں۔ اور اپنی حالت سے بدلتا نہیں۔ اس حالت میں سیر الی اللہ کر کے پھر اپنے مقام پر آجاتا ہے۔ حالتِ مقام میں ایک لمحہ ذکر حالتِ حال کے ذکر سے ہزار ہا درجہ بہتر اور افضل ہے۔ یہ نقطہ یاد رہے"۔

فرمایا" جس شخص کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اُس کے نزدیک بیٹھ مگر بعض اوقات دل میں قسم قسم کے غم و فکر ہونے سے اولیاء کی صحبت بھی فائدہ نہیں دیتی۔ لیکن بعد میں جب دل صاف ہو جائے تو ضرور فائدہ کرتی ہے"۔

فرمایا" تھوڑے ہی دنوں کا مہمان ہے ہوش کر۔ اپنے مولا کو راضی کر لے۔ جب جوانی کا وقت گزر گیا تو کچھ نہ ہو سکے گا۔ جوانی میں ہی سب کچھ ہو سکتا ہے۔

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں

ماں باپ تجھے کیا دیں گے[1] ہاں اُن کی خدمت سے منہ نہ موڑو۔ اور اپنے مولا کی یاد میں رہو۔ اور کوئی لمحہ بھی اسے مت بھولو"۔

فرمایا" بناوٹ سے نہیں کہتا ہوں۔ مجھے اپنی برادری کے لوگوں سے ملنے پر حظ حاصل نہیں ہوتا نہ اُن سے محبت ہے۔ اگر جگر گوشہ ہو تو تم صاحبان ہو۔ اگر دوست ہو تو تم اگر محب ہو تو تم، اگر ہم راز ہو تو تم۔ تم لوگ جو میرے ہاں سے چائے وغیرہ پیتے ہو تو میرا بال بال خوش ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی کھائے بغیر نہ جاوے تو دل بہت خفا ہوتا ہے بعض اوقات میں سُکر کی حالت میں ہوتا ہوں۔ اور تم سے زیادہ بات چیت نہیں کر سکتا۔ تو اُس وقت کی

---

[1] یعنی والدین اگر غافلین میں سے ہیں تو اُن کی طرح مت ہو مگر اُن کی خدمت ضرور کرتے رہو۔

مُعافی چاہتا ہُوں کیونکہ اس وقت مجبُور ہوتا ہُوں۔ کوئی اس سے یہ نہ سمجھ لے کہ مجھے اس سے محبّت نہیں۔"

فرمایا "جب میں صبح تہجّد کے لئے اُٹھتا ہُوں تو کہتا ہُوں۔ اَے پنڈی والو! تم مجھ سے بدگمانی کیوں کرتے ہو۔ کیوں نہیں میرے پاس آتے اور مجھ سے کچھ حاصل کر کے فائدہ اُٹھاتے تاکہ مَیں تم کو اپنے مولا تک پہنچا دُوں۔ کیا جب میں یہاں سے چلا جاؤں گا، تب تمہیں ہوش آئے گی؟ اگر تم میرے پاس آؤ تو کبھی ایسی ایسی بدگمانیاں نہ کرو جو تمہارے دِلوں میں بھری ہُوئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے کیا فقیر ایسے ہوتے ہیں؟ یہ تو دُنیا دار ہیں۔ کوئی کہتا ہے۔ یہ کیمیا گر ہیں کوئی کہتا ہے یہ کوئی عمل کرتے ہیں جو اِتنی دنیا ان کے پاس آتی ہے۔ کوئی کہتا ہے شاید یہ نوٹ یا رُوپے بناتے ہیں۔ یاد رکھو کہ دُنیا مانگنے سے نہیں مِلا کرتی۔ مجدّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہزار اولیاء میں سے صرف ایک ولی خدا ایسا بھی پیدا کرتا ہے جس کے پاس دونوں (دین و دُنیا) جمع ہوں۔ اور دُنیا اس کے پیروں تلے رُلے۔ پھر حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ بیان فرمایا جب کہ مولانا جامی رحمۃ اللہ علیہ ان کے پاس بیعت کے لِئے گئے تھے اور ان کی دنیا دیکھ کر بدگمان ہو گئے تھے اور کہا تھا۔ ع

نہ مرد است آں کہ دُنیا دوست دارد

خواجہ رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں فرمایا۔ ع

اگر دارد برائے دوست دارد

فرمایا "دوستو! خوب عمل کرو۔ تقدیر پر مت بیٹھے رہو۔ بلکہ کوشش کرو تقدیر کِسی نے نہیں دیکھی۔ لہٰذا کوشش فرض ہے۔ نتیجہ خدا پر چھوڑ دو۔ جاہل اکثر کہتے ہیں کہ اگر خُدا کو منظور ہوتا تو ہم نیک ہوتے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب تم خدا کو رازق سمجھتے ہو تو دُنیوی کاروبار، نوکری یا کوئی پیشہ کیوں کرتے ہو؟ جس طرح دُنیوی کاموں میں سعی ضروری ہے اسی طرح آخرت کے کاموں میں بھی فرض ہے۔ یہ جاہلوں کا مسئلہ ہے بچنا چاہیئے۔"

فرمایا "جس قدر ذِکر میں ترقی ہوگی اُسی قدر رویتِ قلبی زیادہ ہوگی (یعنی خُدا دیکھ رہا ہے) اگر ذِکر کم ہے تو رویت بھی کم ہوگی۔ اگر ذِکر زیادہ ہے تو رویت بھی زیادہ ہوگی۔

مگر یاد رہے کہ ذکر اگرچہ کم ہو تو بھی اس کا نام ولیوں کی فہرست میں لکھ دیا جاتا ہے۔" (جب آپؒ نے یہ جملہ فرمایا تو ایک شخص کو ایسا جذبہ ہوا کہ قریب تھا کہ اُس کی رُوح پرواز کر جاتی)

فرمایا "قرآن حزن والم کی حالت میں اُترا ہے۔ جب انسان کا دِل مغموم ہو تو قرآن عجب لُطف دیتا ہے۔ عارف قرآن کو خُدا سے سُنتے ہیں۔"

ایک دفعہ مجلس ہو رہی تھی۔ قریب سے باجہ گزرا۔ ایک دوست نے عرض کی "جنابؒ سماع سے حظ کیوں حاصل ہوتا ہے؟" فرمایا "حظ تب تک ہی ہے جب تک نسبت کمزور ہے جب نسبت قوی ہو جائے اور سُلطان الاذکار حاصل ہو جاتے تو پھر سماع کی حاجت نہیں رہتی۔"

ایک دوست کو آپؒ نے تحریر فرمایا کہ "ہر صبح میرا تصوّر رکھ کر ذِکر کیا کرو۔ فرمایا۔ ذِکر میں جس کا تصوّر کیا جائے جو نور اُس کے قلب میں ہوتا ہے وُہ ذاکر کے قلب میں نزول فرماتا ہے"

ایک دوست نے عرض کی "جناب تصوّر نہیں پکتا۔ کس طرح پکا دیں؟" فرمایا "اگر تصوّر پک گیا تو پیچھے کیا رہ گیا۔ یہی تو مشکل کام ہے۔" فرمایا "ایک دوست کا تصوّر اِس قدر پکا ہوا تھا کہ وُہ کہا کرتا تھا کہ حضرت صاحبؒ تو یہ سامنے بیٹھے ہیں۔ یہ دیکھو بیٹھے ہیں۔ اُس کے نزدیک قُرب و بُعد برابر ہو گیا تھا۔"

حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ خُدا کا شکر ادا کیا کرتے۔ فرماتے "جیسے دوست خُدا نے مجھے دیتے ہیں کسی کو نہیں ملے۔ جیسی جگہ خُدا نے ہمیں دی ہے کسی کو نہیں ملی۔" ایک دفعہ عیدگاہ کے باغیچہ میں بیٹھے ہُوئے فرمایا "شکر ہے خدا نے اپنی جگہ ہمیں بیٹھنے کو دی ہے اگر کسی غیر کی ہوتی تو وُہ ایک دِن بیٹھنے دیتا یا دو دِن۔"

فرمایا "نفس بُری بلا ہے۔ خدا بچا دے۔" آپ ہمیشہ نیک اور اچھے خاتمہ کی دُعا فرمایا کرتے۔ تمام دوستوں کے لیئے (حاضر و غائب) دِل سے دُعا فرماتے رہتے۔ دوستوں کی مُصیبت پر رنجیدہ ہو جاتے۔ بلکہ اُس روز کھانا کم کھاتے بعض اَوقات اُن کے دُکھ سے آپؒ کو حرارت ہو جاتی۔

فرمایا "جو علما تصوّرِ شیخ کے مُنکر ہیں۔ وُہ بوجہ لاعلمی معذور و بے خبر ہیں۔ اور خدا ہر ایک کو یہ نعمت نہیں دیتا۔ ہمارا تو کوئی کام تصوّر سے خالی نہیں۔"

ایک دفعہ عیدگاہ کے دوستوں کو مخاطب کر کے آپؒ نے فرمایا بچہ! خدا نے تم کو چن لیا ہے۔ تم مقبولوں میں سے ہو۔ تم پر آزمائشیں بھی آویں گی۔ تم ثابت قدم رہنا۔"

فرمایا" امیروں کی تعظیم اس نیت سے کرنا کہ ان سے کچھ دنیوی اغراض بر آویں، حرام ہے اور شرکِ خفی ہے۔ ہاں اس خیال سے ان کے ساتھ اخلاق و محبت سے پیش آنا کہ انہیں تمہارے ساتھ لگاؤ ہو کر فائدہ پہنچے اور وہ خدا کے نزدیک بندے بن جاویں، جائز ہے۔ حضور پُرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا۔ حتیٰ کہ مشرکین کے لیے اپنی چادر بچھا دیتے۔"

فرمایا" اگر ذکر جاری نہ ہو تو شیخ کی خدمت میں آئے۔ اس سے محبت پیدا کرے۔ ذکر جاری ہو جاوے گا۔ شیخ کے ساتھ محبت و رابطہ ضرور پیدا کرے۔"

فرمایا" صبح سحری کے وقت جب کہ تمام مخلوق سو رہی ہو تو اُٹھ اور اپنے خالق کے سامنے زاری کر اور اپنے گناہوں کا اقرار کر۔ اور کہہ اے خالق! مجھے اپنا راستہ دکھا۔ میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا۔ میری توبہ ہے اور سچی توبہ ہے۔"

فرمایا" ایقان حاصل کرو۔ خدا کو ہر وقت حاضر و ناظر سمجھو۔ وہ تو اس وقت بھی ہماری باتیں سُن رہا ہے۔" اس موقع پر "اللہ" کا نعرہ بے اختیاری طور پر آپؒ کی زبان سے نکلا۔

فرمایا" دنیا کی کچھ بھی حقیقت نہیں۔ بس ایک غبار سا ہے۔ دل اس سے مت لگاؤ[1]۔ دل اپنے مولا سے لگاؤ۔ آخرت کے لیے جو کچھ بنانا ہے یہیں بنے گا۔ آگے جا کر کچھ نہیں بن سکتا۔ میرا کہا مان اور باز آ۔ اپنی جان پر ظلم نہ کر ؎

گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!
سدا عیش دوراں دکھاتا نہیں!

میں یہ نہیں کہتا کہ تم کاروبار یا ملازمتیں چھوڑ دو۔ نہیں، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ ان سب میں رہو اور ان سب کے ساتھ رزاقِ حقیقی خدا کو سمجھو۔ اسی پر بھروسہ کرو۔ وہی تمہاری حاجتیں بر لائے گا۔ صرف دنیا ہی کے مت ہو رہو۔ خالق کو ساتھ رکھو۔"

---

[1] جگہ دل لگانے کی دنیا نہیں ہے   یہ عبرت کی جا ہے تماشا نہیں ہے

ایک دفعہ ایک دوست کو آپؒ نے بیعت فرمایا اور ذکر بتایا اور فرمایا "جب یہ ذکر کیا کرو تو مجھے بھی ساتھ رکھ لیا کرو یعنی گویا میں پاس بیٹھا ہوں اور توجہ دے رہا ہوں۔ اِس طرح خوب جوش پیدا ہوتا ہے۔ آپ نے اسے "دُعائے حزب البحر" پڑھنے کی بھی اجازت فرمائی۔ اور فرمایا "اِس دُعا میں بہت سے فوائد ہیں۔ ظاہری۔ باطنی۔ دینی۔ دنیوی"

ایک دوست تھا۔ پہلے اس کی حالت یہ تھی کہ تہجد پڑھا کرتا تھا۔ اَب یہ حالت ہوگئی کہ نماز بھی اس سے چھوٹ گئی۔ محمد اسماعیل صاحب نے اس کے متعلق عرض کی۔ فرمایا "میں نے اسے ایک کام کرنے کو کہا تھا مگر اس نے میرا کہا نہ مانا میں اس سے ناراض ہوں۔ پہلے جو نمازیں وغیرہ پڑھتا تھا۔ وُہ ادھر ہی کا عطیہ تھا۔ اَب وُہ کیسے پڑھ سکتا ہے؟" غرض کی جناب میں نے اسے کہا تھا کہ تو آپؒ کی خدمت میں چل (وُہ تین چار سال سے نہیں آیا تھا) مگر وُہ کہتا ہے۔ مجھے شرم آتی ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ "وُہ اچھا آدمی نہیں" گویا آپؒ کی ناراضگی اس سے ٹپک رہی تھی (خدا محفوظ رکھے)

فرمایا "حضرت ایوب علیہ السّلام کے بال بچے فوت ہوگئے۔ کہتے رہے شکر شکر۔ مال جاتا رہا تو شکر شکر کہا جسم میں کیڑے پڑ گئے تو بھی شکر شکر کرتے رہے۔ ہم اُن سے اپنے ایمانوں کا موازنہ کریں تو کچھ نسبت ہی نہیں۔ ہم ذراسی تکلیف میں گھبرا جاتے ہیں۔ ہم انبیا علیہم السّلام کے خاکِ پا ہو جائیں تو صد غنیمت۔ مرزا قادیانی نے جو نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے بالکل جھوٹ ہے۔ میں حیران ہوں۔ اگر اُسے ذراسی بھی معرفت ہوتی تو نبوّت کا دعوےٰ تو ایک طرف رہا اُن کے غلاموں کا غلام ہونا پسند کرتا۔ نبوّت تو ایک بہت بڑا منصب ہے"

فرمایا "بعض اوقات طبیعت بہت اچھی ہوتی ہے۔ اور بعض اوقات تو خوفِ خدا سے بھی خون خشک ہو جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اِس لحاظ سے عوام ہی اچھے ہیں کہ بے خوف تو ہیں۔ جب میں پاک لوگوں کے مقام کو دیکھتا ہوں تو حسرت سے کہتا ہوں۔ الٰہی پیدا ہی نہ ہوئے ہوتے ہم تو ان لوگوں کے سامنے چار پائے ہیں۔ ولی کتنا بھی اُڑے مگر نبی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔ ہاں کوئی جھوٹا دعوے کر بیٹھے تو اس کا کیا علاج؟ ہم تو یہی کہیں گے۔ ان کی جوتیاں ہمارا سر۔

فرمایا "بعض اوقات دوستوں کے گناہ کی وجہ سے طبیعت میں قبض ہو جاتی ہے۔

پھر ان کے لئے استغفار پڑھنا پڑتا ہے۔ جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے فرمایا کہ تم وضو ٹھیک نہیں کرتے ہو تو مجھے نماز میں سہو ہو جاتا ہے۔"

فرمایا" اگر فقیر کے پاس مال ہو تو دُنیا دار حسد کرتے ہیں۔ ابھی تو انہوں نے یہ ظاہری مال ہی دیکھا ہے۔ اگر دُنیا دار اُن کا باطنی مال دیکھ لیں تو سر پھوڑ کر مر جائیں اور کہیں الٰہی! انہیں یہ کچھ دیا ہے؟"

فرمایا" پہلے خود عمل کرو۔ پھر اپنے خویش سے عمل کی اُمّید رکھو۔ اگر خود بے عمل ہے تو بال بچے کیا عمل کریں گے۔"

فرمایا" عام مسلمان اگر توبہ کریں تو توبہ تو قبول ہو جائے گی لیکن اگر محبّتِ شیخ پیدا نہ کرے گا تو مراتبِ اعلیٰ نہیں ملیں گے۔"

فرمایا" دُنیا اولیاء کی خادم بن کر آیا کرتی ہے نہ کہ حاکم۔ بلکہ ان کی طفیل اوروں کو بھی رزق ملتا ہے۔"

فرمایا" اے غافل ہوش کر کب تک سوئے گا۔ اور حرص کو چھوڑ۔ کیونکہ تیرے ساتھ کچھ نہیں جائے گا۔"

فرمایا" اولیاء کا غصّہ نفسانی نہیں ہوتا ہے۔"

فرمایا" جوانی کے عالم میں میرا معمول تھا کہ پیر ودھائی کے قبرستان میں روزانہ جاتا اور بعد نمازِ عشاء واپس آتا۔ ایک روز جب میں واپس آ رہا تھا تو جب لئی (ندّی) پر پہنچا۔ تو پانی میں مینڈک خوب ایک آواز سے گا رہے تھے۔ مجھے مینڈکوں کا اِس طرح ذِکر (اللہ) کرنا نہایت اچھا معلوم ہوا میں آگے نہ بڑھ سکا۔ وہیں بیٹھ گیا حتّٰی کہ فجر ہوگئی۔ (سُبحان اللہ عشق و محبّت و ریاضت اِسے کہتے ہیں۔ صرف پنجگانہ نماز پر فخر کرنا بے وقوفی ہے۔ یہاں تو ہر وقت عاجزی ہے۔)

ایک دفعہ لاہور میں شہنشاہ جہانگیرؒ کے مقبرے پر آپؒ نے رات گزاری صبح فرمایا "یہاں بہت ولی دفن ہیں۔ گزشتہ شب سب سے ملاقات ہوئی۔ بہت معقّا طبع والے ہیں۔"

ایک دفعہ بعد نمازِ عشاء درسِ قرآن کے اختتام پر آپؒ نے دُعا فرمائی۔ یا اللہ ہمیں جنّت میں بھی اِسی طرح اکٹھا کرنا۔ کوئی مشرق کا ہے اور کوئی مغرب کا۔ تیری رضا کے لئے جمع ہوئے

ہیں۔ ورنہ ہمارا کوئی دُنیوی رشتہ نہیں۔"

ایک دفعہ ایک دوست کچھ دیر کے بعد ملاقات کے لئے آیا۔ آپؒ نے فرمایا "کیوں دیر سے آتے ہو؟" عرض کیا "مکان کی تعمیر میں مصروف رہا۔" فرمایا "مکان تو یہیں رہ جائے گا ملاقات میں کیوں کوتاہی کی؟"

ایک بات ہو رہی تھی کہ داڑھی قبضہ رکھنی چاہیئے یا کم و بیش؟ آپؒ نے فرمایا "میں تو یہ جانتا ہوں کہ میں نے عالمِ خواب میں جو جو بزرگ دیکھے ہیں سب کی بھاری داڑھیاں دیکھی ہیں مثلاً حضرت پیرانِ پیر رحمۃ اللہ علیہ، امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم۔

مزارِ پیر حیّا کے پاس ایک شخص رہتا تھا اور آپؒ کی سبزی رات کو چوری چوری کاٹ کر لے جایا کرتا تھا۔ وہ شخص فوت ہو گیا اور آپؒ عید گاہ سے بعد نمازِ عشاء آتے ہوئے اس کے گھر کے باہر جہاں لوگ زمین پر بیٹھے ہوتے تھے تشریف لے گئے اور دُعا فرمائی۔ بعد میں آپؒ نے ہمیں ذکر فرمایا۔ کہ "میں نے خدا سے دُعا کی کہ الٰہی! میری خاطر اسے نہ پکڑیو۔"

ایک دفعہ آپؒ قبرستان پیر ودھائی سے بعد نمازِ عشاء گھر کو واپس آ رہے تھے۔ جب نالہ لئی پر پہنچے تو اس میں برسات کی وجہ سے بہت پانی آ چکا تھا۔ واپس اُسی پتھر پر آ بیٹھے۔ آدھی رات کو ایک بہت بڑا اژدہا برآمد ہوا جو آپؒ کے مصلّے کے گرد پھرتا رہا کبھی سامنے پھن پھیلا کر کھڑا ہو جاتا۔ پھر گھاس میں غائب ہو گیا۔

فرمایا "جب صبح میں لئی پر آیا تو پانی نیچے جا چکا تھا۔ یہ خدا کی طرف سے ایک آزمائش تھی۔"

ایک دفعہ ایک ابدال کی آپؒ سے ملاقات ہوئی اور اس نے دُعا و نصیحت کی یہ واقعہ کتاب "آثار الکریم" میں بھی ہے۔ آپؒ نے خود حاضرینِ مجلس کو سُنایا تھا۔

فرمایا "میں عید گاہ میں جایا کرتا تھا۔ پانی کی تکلیف تھی۔ بعد مغرب میں نے سجدے میں پڑ کر دُعا کی۔ دوبارہ اور سہ بارہ رات کو خواب میں دیکھا کہ میں چارپائی پر بیٹھا ہوں اور اس کے نیچے چشمے جاری ہو گئے ہیں۔ یہ اشارہ تھا طریقت کے فیض کا۔ اور بعد میں چند دنوں بعد یہ اندر کا کنواں کھدوا گیا اور پانی کی تکلیف جاتی رہی۔"

فرمایا "شروع میں مَیں چاہتا تھا کہ دوست بہت بنیں لیکن اب یہ حالت یہ ہے کہ کوئی نہ آئے اور نہ بلائے۔ اب تنہائی پسند ہے لیکن خدا سے ڈر لگتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایسا نہیں کیا۔"

فرمایا "اگر مُرید اپنے شیخ کے حکم کے مُطابق عمل کرتا رہے تو یقیناً کبھی ذلیل نہ ہو گا۔"

فرمایا "ہمیشہ جائز دُعائیں مانگا کرو۔ یہ نہیں کہ فلاں شخص کی خوب صُورت بیوی ہے یا اللہ مجھے دِلا دے۔ خدا نے ہر ایک کا جیسے مُناسب سمجھا جوڑا بنا دیا۔"

ایک دفعہ ایک شخص آیا اور کہنے لگا۔ جناب میں عشق لینے کے لئے آیا ہوں۔ فرمایا "افسوس کوئی لینے والا ہی نہیں مِلتا ؎

ہم تو مائل بہ کرم ہیں کوئی سائل ہی نہیں

فرمایا "کتاب "فیوضِ یزدانی" (مواعظ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ) میرے پاس خُدا نے بغیر طلب بھیجی۔ میرے حال کے بہت مطابق ہے۔ اور اکثر اوقات جو بات دِل میں آتی ہے اُسی کے مطابق مضمون ہوتا ہے۔"

فرمایا "مایُوس نہیں ہونا چاہیئے۔ اگرچہ خُدا دیر سے ملے[1]۔ دروازہ کھٹکھٹاتا رہے۔ ایک دن ضرور کُھلے گا۔ اور یہ بھی نہ کہے کہ مجھے حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت نہیں ہُوئی میں کیسے پہنچ سکتا ہُوں۔"

فرمایا "مولوی صاحب (حضرت عبدُالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے وعظ اگر کوئی لکھ لیا کرے تو کبھی کام آویں۔ بہت بابرکت وجُود ہے۔

(نوٹ:۔ اگر کسی دوست کے پاس حضرت عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ لکھّے ہوتے موجود ہیں تو وُہ مصنّف کو ارسال فرما دے یا مطلع کر دے)

اتوار کے دِن آپؒ چاقو پر دم کر کے تِلی کاٹا کرتے تھے۔ ایک آدمی آکر لیٹ گیا آپؒ نے ہاتھ لگا کر دیکھا اور کہا کہ پچھلے اتوار کی نسبت آج تِلی زیادہ بڑھی ہوئی ہے کیا بات ہے؟

---

[1] اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار ۔۔۔ نہ ہو اس سے مایُوس اُمّیدوار

کوئی گناہ تم سے ہوا ہے؟ توبہ کرو۔ اور کہو یا اللہ میری توبہ۔ اگر پھر گناہ کروں تو مجھے پھر پکڑ لینا۔ وہ شخص یہ الفاظ دُہراتا رہا۔ اور تلّی کٹوا کر چلا گیا اور شفایاب ہو گیا۔"

فرمایا "حافظ جھنڈے والا (جو مرزائیوں کے خلاف عام بازاروں میں تقریریں کیا کرتا تھا) ایک مقبول آدمی تھا۔ ایک دفعہ وہ میرے پاس یہاں آیا۔ کچھ دیر بیٹھا رہا اور کچھ منہ سے نہ کہا۔ میں نے بھی کوئی خاص توجہ نہ کی۔ رات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم خواب میں ملے۔ فرمایا "اِس حافظ کو تیس روپے دے دینا۔ اسے تبلیغ کے لئے ضرورت ہے۔" صبح اُٹھ کر میں بہت پشیمان ہوا کہ اتنا مقبول شخص اور میں نے توجہ نہ کی۔ اور تیس رُوپے میں نے اُسی دن اپنے مصلّے کے نیچے رکھ دیئے۔ کچھ دنوں بعد وہ پھر آیا۔ میں نے کہا "بھائی تم تو بڑے زبردست آدمی ہو۔ (یار توں تے بڑا ڈاڈھا آدمی ایں) اپنی امانت لو۔" وہ مسکرایا۔ کہ ہاں مجھے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی طرف سے کچھ اشارہ ہوا تھا۔

فرمایا۔ آج کل لوگ فقیر اسے کہتے ہیں جو کوئی غیب کی بات بتا دے یا گالیاں دے یہ گمراہی ہے۔ اصل راستہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعتِ حقّہ پر قائم رہنا ہے۔"

فرمایا۔ داتا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سفر کیا اور خدا کے راستے میں بہت تکلیفیں اُٹھائیں۔ ایک جگہ کھانے کو صرف سُوکھے ٹکڑے روٹی کے ملے۔ وہ پانی میں ڈال دیئے۔ جب نرم ہو گئے وُہی کھا لیئے اور سفر شروع کر دیا۔ پاؤں میں چھالے پڑ گئے۔ مگر اُنہیں خدا کی رضا مقصود تھی۔ لیکن آج کل کے صوفی ایسے ہیں کہ انہیں گرمیوں میں پہاڑ کی ہوا چاہیئے۔ اور ایک چائے نہ ملے تو رُوٹھ جاتے ہیں۔"

فرمایا "دُنیادار جتنا بُوڑھا ہو جائے اُتنا ہی ذلیل ہوتا ہے۔ مگر اس کے برعکس فقیر جتنا بُوڑھا ہوتا جائے اُس کی عزّت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔"

فرمایا "میرے قبلہ پیر و مرشد رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے فرمایا۔ بچّہ جنُونی کے (علم کے) پیچھے نہ پڑنا۔ صرف تعویذ وغیرہ دے دیا کرنا۔"

فرمایا "کھانا غفلت سے مت کھایا کرو تفکّر کیا کرو کہ کس طرح رزق تمہارے سامنے آ گیا ہے۔"

فرمایا "شروع شروع میں مجھ پر بہت سی آزمائشیں آئیں مگر خدا نے مجھے ثابت قدم رکھا۔ عیدگاہ میں جو حجرہ ہے وُہ پہلے ایک تہہ خانے کی شکل میں ہوتا تھا۔ میں روزانہ وہاں جایا کرتا تھا۔ ایک دن جب میں وہاں پہنچا تو وُہ تہ خانہ کپڑوں کے تھانوں سے بھرا پڑا تھا۔ میں حیران رہ گیا اور دل میں خیال کیا کہ خدا کی طرف سے کوئی آزمائش ہے۔ میرے ساتھ ایک دوست بھی تھا۔ میں نے اُسے کہا کہ چلو اِس بزازی کو سامنے عیدگاہ کی محراب میں ڈال دیں۔ چنانچہ ہم دونوں نے تمام تھان تہ خانے سے محراب میں منتقل کر دیئے۔ وُہ دوست ایک دو تھان مانگنے لگا۔ میں نے اُسے کہا کہ اگر یہ جائز مال ہوتا تو پہلے میں لیتا۔ جو چیز میں پسند نہیں کرتا تجھے کیسے دے دُوں؟ پھر میں کئی روز تک عیدگاہ میں نہیں گیا۔ نامعلوم ان تھانوں کا کیا ہوا۔ یہ ایک آزمائش تھی۔"

فرمایا۔ اسی طرح ایک دفعہ میں اسی قبرستان سے گزر رہا تھا کہ ایک قبر کے قریب ایک تھیلی پڑی ہوئی نظر آئی۔ میں نے اپنی چھڑی سے دیکھا تو اس میں رُوپے تھے۔ مَیں نے دِل میں کہا کہ یہ بھی ایک آزمائش ہے۔ میں نے آکر اپنے (قرآن کے) اُستاد سے یہ قصّہ بیان کیا۔ وُہ کہنے لگے تم نے غلطی کی۔ چلو مجھے دلا دو۔ جب اس قبر کے پاس پہنچے تو وہاں کچھ بھی نہ تھا۔ اُستاد صاحب کہنے لگے۔ حافظ صاحب آپؒ پاس ہو گئے ہو اور میں فیل۔"

فرمایا "شروع میں مجھے دُنیا کے لوگوں سے اِس قدر نفرت تھی کہ مَیں ویرانوں اور قبرستانوں میں وقت گزارتا تھا۔ رشتہ دار مجھے تنگ کرتے تھے اور کہتے تھے یہ دیوانہ ہو گیا ہے۔ اور میں عیدگاہ میں آکر خُدا کی جناب میں رویا کرتا تھا۔ الحمدللہ کہ خُدا نے محبت تو ڑ چڑھا دی۔"

ایک پٹھان شاہ محمد کوہاٹ کے علاقے کا رہنے والا تھا۔ ایک دفعہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں تشریف لے گئے تو اَور دوستوں کے ساتھ یہ بھی بیعت ہو گیا۔ دُوسری صبح آکر حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کہتا ہے کہ "جناب میں نے آپؒ کے ہاتھ پر گزشتہ شب غلطی سے بیعت کر لی ہے۔ میں گنہگار آدمی ہُوں۔ مجھے اِس توبہ پر قائم رہنا مشکل معلوم ہوتا ہے۔ مجھ سے گناہ اور برائیاں نہیں چھُوٹ سکتیں۔ لہٰذا آپؒ مہربانی سے اپنی بیعت واپس لے لیں۔"

حضرت صاحبؒ نے فرمایا۔ کہ "بیٹے اَب بیعت واپس نہیں ہو سکتی تم ہمارا ابتلایا ہوا ذکرِ الٰہی بھی ضرور کرتے رہنا۔" حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی واپسی پر یہ شخص کئی دن تک روتا رہا۔

اور پھر رہا نہیں گیا تو راولپنڈی آکر عید گاہ کے مجاہد سنگیوں میں شامل ہو گیا اور کئی سال تک آپؒ کی خدمت کرتا رہا۔ تہجّد گزار، نیک اور صالح بن گیا۔ سچ ہے ع۔

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

ایک دفعہ عید گاہ کا ایک سنگی تھا جو آپؒ کی چیزیں چرا چرا کر ایک دکان والے کے پاس رکھتا رہا۔ دوکان والے نے آکر آپؒ کو بتلا دیا۔ مگر آپؒ نے اس سنگی کو کچھ نہ فرمایا۔ چند روز بعد وُہ چیزیں لے کر گھر جانے لگا۔ تو بھی آپؒ نے اُسے نہیں جتلایا۔ فرمایا" میں نے سوچا کہ جتلانے سے یہ شرمندہ ہو جائے گا اور دوبارہ یہاں آنے کا قصد نہیں کرے گا اور اِس طرح فائدے سے محروم ہو جائے گا یہ واقعہ آپؒ کے خُلقِ عظیم کی ادنیٰ مثال ہے۔

فرمایا۔ ایک دفعہ میرے اُستادِ قرآن نے مجھ سے کہا کہ "حافظ جیؒ آپ کون سا عمل یا وظیفہ کرتے ہیں کہ آپؒ کے پاس اِتنی مخلوق آتی ہے"۔ میں نے کہا۔ یہی کہ میں مخلوق کے لئے عمل نہیں کرتا"۔

اپنے مخلص دوستوں اور خُلفاء کی اکثر تعریف فرمایا کرتے۔ فرماتے" قاضی (عالم الدین) صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت کام کئے ہیں۔ جن میں سے ایک ترجمہ "مکتوبات شریف" ہے۔ تخلّص بھی مسکین طبع بھی مسکین"۔

مولوی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق فرماتے کہ بہت مخلص شخص ہے ملنے کے لئے اور دوست بھی آتے ہیں لیکن جس روز فضل احمدؒ آتا ہے معاملہ کچھ اور ہی ہوتا ہے بہت بے غرض اور بے نفس آدمی ہے۔

اسی طرح صوفی عبدالرحمٰن صاحبؒ سہارن پوری۔ مولوی ثناء اللہ صاحبؒ۔ راجن شاہ صاحبؒ کے بارے میں فرمایا کہ شاہ صاحب اب اصل سیّد بنے ہیں۔ ساری ساری رات مراقبے میں بیٹھے رہتے۔

مزید برآں مصنّف کے والدِ محترم شیخ نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چکوال کی بھی تعریف فرماتے کہ کیسے اچھے تبّت بھرے خط لکھتے ہیں۔ چنانچہ ایک خط اُن کا راقم الحروف محمد اسمٰعیل صاحب کو بھی دیا جو اب تک اُن کے پاس محفوظ ہے۔

خدمت کرنے والے دوستوں کی بہت قدر اور تعریف کرتے کبھی خفا ہوتے تو دوسرے ہی لمحے دوگنی شفقت فرماتے اور فرماتے پیشوا کی خفگی رحمت ہوتی ہے۔

سید غلام شبیرؒ کوئٹہ میں ایک فدائی دوست تھے جو زلزلہ کوئٹہ میں شہید ہو گئے۔ اُن کی وفات پر آپؒ بہت روتے۔

بابو کرم دین صاحبؒ (محبوب صاحب کے نانا صاحب) کی وفات پر آپؒ روئے اور فرمایا کہ اس شخص کا احسان میں ادا نہیں کر سکتا۔ لڑکی (والدہ محبوب صاحب) کو خود آ کر لے جاتے تھے اور خود آ کر چھوڑ جاتے تھے۔

روزانہ آنے والے دوستوں میں سے اگر کوئی غیر حاضر ہو جاتا تو آدمی بھیج کر دریافت فرماتے۔

ایک دفعہ آپؒ سیڑھیاں چڑھ کر چوبارے پر تشریف لائے تو بہت سانس چڑھا ہوا تھا۔ فرمانے لگے اب بڑھاپے میں زندگی کا لطف نہیں رہا۔ جب خدا سے عرض کرتا ہوں تو یہی فرمان ہوتا ہے۔ اب جلدی ہی بُلا لیں گے لیکن اچھی جلدی ہے کہ بیس برس سے یہی حکم ہو رہا ہے۔ (اغلباً اِس واقعہ کے ایک دو برس بعد آپؒ کا وصال ہو جاتا ہے)

فرمایا "میں بُوڑھا ہو گیا ہوں۔ مجھ میں اب جوانوں والی بات نہیں لیکن کبھی کسی عورت کو بغور نہیں دیکھا۔ گھر میں بھی میں تمہاری مائی (حضورؒ کی اہلیہ صاحبہ) سے اہلِ خانہ کے بارے میں، پُوچھا کرتا ہُوں کہ یہ میری بیٹی ہے یا بہو؟"

ایک دوست تھا جو دُوسرے محلے سے سحری کے وقت چل کر آتا تھا اور ختم شریف میں شامل ہوتا تھا۔ وُہ بیان کرتا ہے کہ ایک روز وُہ سحری کے وقت آ رہا تھا کہ ایک ہندو عورت پر اس کی نظر پڑ گئی۔ جو گلی میں ایک نلکہ پر ننگی نہا رہی تھی۔ وُہ سنگی بیان کرتا ہے کہ گو میں حضرت صاحبؒ کے ساتھ ختم و نمازِ فجر میں شامل ہوا لیکن اس نظرِ غیر محرم نے مجھ سے قلبی نور چھین لیا بہت بے لطفی رہی اور تمام دن کام پر بھی بدمزگی رہی۔ آخر جب ڈیوٹی دینے کے بعد آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو چوبارے پر آپؒ دوستوں میں بیٹھے تھے میں بھی سلام کہہ کر جا بیٹھا۔

دوستوں سے مخاطب ہو کر آپؒ نے مندرجہ بالا الفاظ فرمائے کہ "میں بوڑھا ہو گیا ہوں الخ"

مَیں اپنے دِل میں سمجھ گیا کہ یہ جُوتے مجھی پر پڑ رہے ہیں۔ الگ ہو کر خوب رو دیا اور استغفار

کی تب کہیں جا کر میری حالت درست ہوئی۔

فرمایا۔ توے پر اگر سیاہی ڈال دی جائے تو کچھ فرق نہیں پڑتا لیکن اگر لٹھے پر ذرا سا داغ پڑ جائے تو فوراً نظر آ جاتا ہے۔ یہی مثال غافل اور ذاکر کی ہے۔ ذاکر اگر ذرا سی غفلت کرے یا کوئی مشتبہ کھانا کھالے تو اسے فوراً احساس ہوگا۔ اس کے بعد آپؒ نے سائیں نور حسین صاحبؒ (آپؒ کے خلیفے) کا قصہ سنایا۔ کہ میزبان نے آپؒ کو ایک شادی کے گھر کا کھانا کھلایا تھا جس سے رات بھر آپؒ کو بدخوابی ہوئی۔

فرمایا "قرآن ایک نور ہے۔ روزانہ چاہیے پاؤ بھر پڑھو مگر سمجھ کر اور معانی کی طرف غور کر کے پڑھا کرو۔"

فرمایا "عوام الناس اس لحاظ سے اچھے ہیں کہ بے خوف ہیں۔ بے چارے خواص ہر وقت خوف زدہ رہتے ہیں کہ نامعلوم بڑی سرکار میں جب پیشی ہوگی تو کیا حال ہوگا؟"

فرمایا کرتے تھے کہ "درس میں قرآن مجید سننے کا لطف مولوی صاحب (صاحبزادہ حضرت عبدالرحمٰن المعروف حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کی زبان سے ہی آتا ہے۔ بہت مبارک وجود ہے۔ اپنے وقت پر بڑے مراتب کو پہنچیں گے۔"

کُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَۃُ الْمَوْت

وصال

بیان کرتے ہیں کہ مئی ۱۹۳۲ء میں حضرت قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو کسی زہریلے کیڑے نے بوقتِ تہجد تاریکی میں کاٹ لیا جب کہ آپؒ سیڑھیوں پر سے نیچے اُتر رہے تھے۔ بعد ازاں غنودگی کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوستوں کے کہنے سُننے پر آپؒ کے زخم پر کوئی زہریلی جڑی بوٹی لگائی گئی جس سے ورم اور سوزش میں اضافہ ہو گیا۔ پانچ ماہ کے بعد اس عارضہ سے آپؒ کو افاقہ ہوا مگر اگلے سال یعنی مئی ۱۹۳۳ء میں تکلیف ازسرِ نو شروع ہو گئی۔ پیشاب کے بجائے خون خارج ہونے لگا اور بار بار پیشاب کی حاجت ہوتی۔ حکیم حافظ نور محمد، حکیم خادم علی اور مولانا حاجی محمد شریف صاحبان نے باہمی مشورہ کر کے دوا تجویز کی جس سے آپؒ کو عارضی طور پر آرام آگیا۔ مگر چار پانچ ماہ بعد پھر وہی کیفیت نمودار ہو گئی۔ پیشاب کے بجائے خالص خون خارج ہونے لگا۔ ضعیف العمر ہونے کی وجہ سے نقاہت میں اضافہ ہوتا گیا۔ ۱۹۳۴ء میں آپؒ نے اپنے مخصوص دوستوں سے فرمایا کہ یہ مرض الموت ہے اور میں نے اسی عارضہ میں اس دارِ فانی سے جانا ہے۔ حاضرین نہایت کبیدہ خاطر ہو گئے اور حاجی لعب دین رونے لگے تو آپؒ نے انہیں تشفّی دی اور فرمایا کہ خالق کو یونہی منظور ہے کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَۃُ الْمَوْتِ۔ کسی نفس کو موت کے بغیر چارہ نہیں۔ صبر و استقلال سے رہنا ضروری ہے۔ حضرت صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں آپؒ نے ارشاد فرمایا کہ ان کی خدمت کو میری خدمت اور ان کے وجود کو میرا وجود تصوّر کرنا اور سمجھنا اور دوستوں کے ساتھ اچھا برتاؤ اور سلوک رکھنا، اور حضرت صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے ساتھ ہر معاملہ میں شامل و شریک رہنا اور ان کی تابعداری اور فرماں برداری کو میری تابعداری اور فرمانبرداری سمجھنا۔ یہی سعادتِ دارین کے حصول کا ذریعہ ہے۔ اس پر نہایت ہمّت اور استقلال سے

ثابت قدم رہنا" ایک اور مقام پر فرمایا کہ مولوی صاحبزادہ عبدالرحمٰن صاحب کا وجود اس زمانے میں غنیمت ہے۔ یہ بہت ترقی کریں گے اور رُوحانی منزل میں مجھ سے بھی سات سیڑھیاں آگے ہوں گے۔ (ماشاء اللہ)

تکلیف دن بدن بڑھتی گئی اور اخراجِ خون سے ضعفِ قلب کا عارضہ بھی لاحق ہو گیا۔ ۱۹۳۵ء میں آپؒ کی نقاہت خطرناک حد تک بڑھ چکی تھی۔ ۳۰ مئی ۱۹۳۵ء کے زلزلہ کے حادثہ میں آپؒ کے نہایت مخلص اور شیدائی دوست سیّد غلام شبیر صاحب ای۔ اے۔ سی کوئٹہ شہید ہو گئے۔ اس حادثہ نے بھی آپؒ کی قلبی تکلیف میں اضافہ کیا۔ ۸۔ جون ۱۹۳۵ء کے عرس مبارک میں آپؒ بصد مشکل صبح خاص ختم شریف کی مجلس میں شامل ہوئے۔ اور گویا آپؒ کی زندگی کا آخری عرس مبارک تھا۔ اسی اثنا میں آپؒ کی پوتی حضرۃ ممتاز بیگم صاحبہ جو نہایت پاکباز اور دیندار بچی تھیں ۲۲ ستمبر ۱۹۳۵ء کو انتقال کر گئیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔

آپؒ رضائے الٰہی پر صابر و شاکر رہے لیکن ہونہار، فرماں بردار، دیندار اور خوش اطوار اولاد کی فطری محبّت نے ضعفِ قلب کے مرض کو مزید تقویّت دی۔ چنانچہ آپؒ کی کمزوری بے حد بڑھ گئی لیکن تمام فرائضِ پنجگانہ اور نوافلِ تہجّد و اوّابین و دیگر جملہ اوراد و وظائف میں آپؒ بفضلہ تعالیٰ بدستور مشغول رہے۔ البتہ جوانی کا سرور و کیف اس پیرانہ سالی میں نہ ہونے کا۔ آپؒ کبھی کبھی دبی آواز میں ذکر فرماتے تھے۔ احباب کے کہنے پر آپؒ فرماتے کہ فکر نہ کرو۔ جتنی تکلیف کا تم کو گمان ہے مجھے اتنی تکلیف نہیں۔ اور اگر ہو بھی تو دنیا کی لذّت اور الم دو قسم ہیں جسمانی اور رُوحانی۔ جس چیز میں جسم کی لذّت ہے اس میں رُوح کا رنج ہے اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے اس میں رُوح کی لذّت ہوتی ہے۔ مگر عوام النّاس کا معاملہ اس کے برعکس ہے۔ اللہ کے بندوں پر لازم ہے کہ جسمانی رنج و مصائب میں بھی اپنے مالک کے ساتھ خوش و خرّم زندگانی بسر کریں۔

از برائے عیش و عشرت ساختن
صد ہزاراں جاں بباید باختن

میرے دوستو! جاودانی آسائش و راحت کا حاصل ہونا آسان نہیں ہے۔ فقرا کے لیئے اس قسم کا دُکھ درد اکثر لازم رہا ہے اور یہ محبّت کے لوازم سے ہے۔

یہ شہادت گہِ اُلفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

اِس میں نکتہ یہ ہوتا ہے کہ ماسویٰ سے رِشتہ منقطع ہوجائے اور اللہ سے لگاؤ پیدا ہو۔
یہ راہ بھی عجیب ہے ؎

خرّم آناں کہ سرِ زُلفِ نگارے گیرند
بے قراری بہ کف آرند و قرارے گیرند

اِس راہ میں آرام بے آرامی میں ہے، قرار بے قراری میں۔ اِس مقام میں آرام و راحت طلب کرنا اپنے آپ کو رنج و اندوہ میں ڈالنا ہے۔ اِس منزل پر آدمی اپنے آپ کو محبوبِ حقیقی کے سپرد کر دے۔ یہی بہترین اقدام ہے ؎

راہروِ تشنہ لب نہ گھبرانا   وُہ لیا چشمۂ بقا تُو نے

۱۹۳۶ء کا سال طلوع ہوا۔ دوائیاں بے کار ہوگئیں۔ کبھی دن اور کبھی رات کو تکلیف زیادہ ہوجاتی ؎

اُلٹی ہوگئیں سب تدبیریں کچھ نہ دوا نے کام کیا
دیکھا اس بیماریٔ دل نے آخر کام تمام کیا

آپؒ اکثر فرماتے کہ مجھے دوائیاں دینی بند کردو میری طبیعت نہیں چاہتی اور یہ شعر بھی پڑھا کرتے ؎

مریضِ عشق پر رحمت خدا کی   مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

آپؒ فرماتے تم لوگ دوا میں شفا سمجھے بیٹھے ہو، میں اللہ تعالیٰ کو شافی جانتا ہُوں دوا پلینا چونکہ مسنون طریقہ ہے لہٰذا یہ کام بھی کرتا رہا ہُوں۔ مگر اِس عالمِ اسباب کے پیچھے مسبّب ہی فاعلِ حقیقی ہے ؎

وُہ جو چاہے تو اُٹھے سینۂ صحرا سے حباب
تشنۂ دشت ہو سیلی زدہ موجِ سراب

جن کو اللہ تعالیٰ نے بصیرت عطا فرمائی ہوتی ہے ان کی نگاہِ حق بیں ان اسباب و

علل کے پیدا کرنے والے پر ہوتی ہے۔ وُہ اسی کو فاعلِ حقیقی مانتے ہیں۔ جیسا کہ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (وُہ ریت جو آپ نے پھینکی آپ نے نہیں پھینکی اللہ نے پھینکی ہے) سے ظاہر ہے۔ سچ ہے ؎

گر گزندت رسد ز خلق مرنج — کہ نہ راحت رسد ز خلق نہ رنج

از خُدا داں خلافِ دُشمن و دوست — کہ دلِ ہر دو در تصرّفِ اوست

گرچہ تیر از کماں ہمے گذرد — از کماں دار بنید اہلِ خرد

ترجمہ:۔ اگر تجھے خلق سے نقصان پہنچے تو اس کا رنج نہ کر۔ کیونکہ نہ ہی رنج اور نہ ہی راحت خلق کی پیدا کردہ ہے۔ دوست اور دُشمن دونوں کو اللہ کا عطیہ سمجھ۔ کیونکہ ان دونوں کے دل اللہ کے قبضہ میں ہیں۔ اگرچہ تیر کمان سے نکل کر آتا ہے لیکن اہلِ عقل اسے شکاری کی طرف سے آیا سمجھتے ہیں۔

فرمایا میرا معاملہ اور ہے۔ میری نگاہ اس شافیِ مطلق اور خالقِ کون و مکان پر ہے۔ جو اپنے بندوں کو کھلاتا پلاتا اور جب وُہ بیمار ہوتے ہیں اُنہیں شفاء عطا فرماتا ہے۔

وَھُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِیْ وَاِذَا مَرِضْتُ ھُوَ یَشْفِیْنِیْ

چنانچہ دوا دینی بند کر دی گئی۔ ڈاکٹر کے مشورہ کے مطابق ضعفِ قلب کے انجکشن لگائے جاتے جس سے عارضی طور پر آفاقہ ہو جاتا لیکن آپؒ نے حکماً بعد میں یہ بھی بند کروا دیئے۔

ایک مرتبہ آپؒ کے بہت سے مخلص دوست اور خلفاء شریکِ محفل تھے آپؒ کی حالت دیکھ کر سب رو دیئے۔ آپؒ بھی آنسو بہانے لگے اور فرمایا کہ دوستوں کی فی اللہ محبّت نے آج مجھے بھی رُلا دیا ورنہ مجھے کوئی تکلیف یا درد نہیں ہے۔ پھر فرمایا اب آخری ملاقات ہے۔ اس کے بعد انشاء اللہ رُوحانی مُلاقاتیں ہوا کریں گی اور عاقبت میں میل و مُلاقات ہو گی ؎

جاتے ہُوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خُوب قیامت کا ہے گویا کوئی دِن اور

زندگی کے آخری ایّام میں اہل اللہ کو ملائکہ نظر آتے ہیں۔ اور وُہ ارواحِ طیّبہ بھی نظر آتی ہیں جو اُن کے ساتھ جانے والی ہوتی ہیں۔ اور اُن کو اُن کا آئندہ مقام بھی دِکھایا جاتا ہے۔

قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر بھی یہ سب امور یکے بعد دیگرے ظہور میں آکر متحقق ہوئے اور آپؒ کی زبانِ حقیقت بیان سے حاضرین سُنتے رہے۔

آپؒ نے صاحبزادہ مولوی عبدالرحمن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے فرمایا۔ بیٹا زمانہ کی حالت ہمیشہ ایک جیسی نہیں رہتی میرا زمانہ گزر گیا میرے متعلق جو کام تھا میں نے پورا کر دیا الحمدللہ مجھے اللہ کریم نے اَن گنت احسانات سے نوازا۔ مجھے خاص طور پر جود و انعام عطا ہوئے ان میں مجھے کمال اشتیاق بھی دیا گیا۔ ایک تو اپنے شیخ و مقتدا علیہ الرحمۃ کا، دُوسرے اپنے طالبانِ حق یعنی مخلص فی اللہ دوستوں کا، ان کے محبّت و اشتیاق میں میرا مدّعا خاص طور پر رضائے الٰہی رہا۔ میرے بعد میرے طریقِ سلوک پر جان و دل سے قائم رہنا۔ دُنیا عارضی ہے۔ اس بات پر مگول نہیں ہونا چاہیئے۔

جہاں اَے پسر مُلکِ جاوید نیست　　زِ دُنیا وفاداری اُمّید نیست

ترجمہ:۔ اَے فرزند یہ دُنیا عارضی ہے اور اس سے وفاداری کی توقّع نہیں۔

فرمایا احکامِ شریعت کی پابندی کو لازم رکھنا اور فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی اور کسل و تساہل کو قریب نہ آنے دینا۔ انشاء اللہ بفضلہٖ ہمیشہ خوش و خرّم رہو گے۔

تجہیز و تکفین کے بارے میں فرمایا کہ عین شریعت کے مطابق کرنا اور حرمین الشریفین کے سفر میں جو کالی کملی میرے پاس تھی وُہ قبر میں میرے نیچے بچھا دینا۔

آپؒ کی چارپائی حسب الحکم ڈیوڑھی میں بچھا دی گئی تاکہ ملاقات و زیارت کو آنے والے تمام دوست آپؒ کے نیاز حاصل کریں۔ ملاقات کے بعد دوستوں کو فوراً رخصت فرما دیتے حضرت صاحبزادہ مولوی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے بارے میں دوستوں کو خصوصی طور پر تلقین فرماتے کہ ان کا وجود میرا ہی وجود ہے۔ ان کی صحبت اور معیّت کو میری ہی صحبت جاننا۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی دُعائیں

آخری عمر میں اسمِ ذات یَاقُدُّوسُ آپؒ کا ہر وقت کا وظیفہ تھا اور ہر وقت وردِ زبان رہتا تھا سُبحان اللہ اس اسمِ پاک کی کیا شان ہے یعنی اللہ تعالیٰ پاک اور منزّہ ہے۔ اور رہر

نفس سے پاک اور ماورئی ہے اور اس اسمِ پاک کے وِرد سے عارف اس کے فیوض و برکات سے تمام کدورات سے اپنے اوقات کو صاف کر لیتا ہے اور اللہ تعالےٰ عارف کے زبان و دل کو غیبت سے پاک کر دیتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ دُعا بھی بکثرت وِردِ زبان رہتی۔ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ تَجَاوَزْ عَنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ اَللّٰھُمَّ ارْحَمْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔ سُبحان اللہ! یہ دُعا بھی ایک بلند پایہ ولی کے ہی شایانِ شان ہے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ گاہ بگاہ یہ دُعا بھی پڑھتے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا مِنْ تَحْتِیْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِیْ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَفِیْ لِسَانِیْ نُوْرًا وَفِیْ لَحْمِیْ نُوْرًا وَفِیْ دَمِیْ نُوْرًا۔

۱۵ مئی ۱۹۳۵ء کے بعد آپؒ نے زندگی کے آخری ایام چوبارے والے مکان واقع جامع مسجد روڈ میں گزارے۔ آپؒ کی حالت نارمل تھی۔ آپؒ کا سب عزیزوں اور دوستوں سے ملنے کا انداز الوداعی تھا۔ ۱۷ مئی بروز اتوار حسبِ معمول مجلس اور حلقۂ ذکر کی شمولیت کے بعد آپؒ کی خدمت میں زیارت و ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ حالت بہت اچھی تھی۔ تمام دوست مطمئن ہو کر اپنے گھروں کو چلے گئے۔ ۱۸ مئی اور ۱۹ مئی کو آپ بہ نفسِ نفیس قضائے حاجت وغیرہ کے لئے اُٹھتے رہے۔ بیماری ضرور تھی مگر بیماری کے آثار بالکل غائب تھے۔ آپؒ کی قوّتِ سامعہ اور باصرہ آخری دم تک سلامت تھیں۔ ۱۹ مئی کی شام کے بعد آپؒ پر ایک عجیب قسم کی فرحت اور خوشی کی کیفیت طاری تھی۔ اِسی حال میں اپنا دایاں دستِ مبارک سر کے برابر پھراتے اور فرماتے۔ ع

اُڑ بھمبیری ساون آیا

حضرت صاحب زادہ مولوی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) سے آپؒ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو طبیعت بالکل ٹھیک ہے البتہ اب آزادی چاہتی ہے۔ پھر پوچھا آج کیا دِن ہے۔ عرض کیا گیا کہ آج ۲۷ صفر گذر گیا اب ماہ صفر کا آخری چہار شنبہ ہے۔ صبح کو صفر کی ۲۸ تاریخ

ہو گی۔ آپؒ نے فرمایا بڑا مبارک دن ہے۔ اسی دن ہمارے قافلہ سالار جناب امامِ ربّانی، غوثِ صمدانی، قطبِ ربّانی، حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تھا اور حضرت سائیں توکّل شاہ رحمۃ اللہ علیہ انبالہ شریف والے بھی اسی دن دارِ فانی سے دارِ بقا کو تشریف لے گئے۔ غرض آپ کی تمام تر گفتگو گویا اپنے محبوبِ حقیقی سے ملنے کے اشتیاق کے بارے میں تھی۔

آپؒ نے تمام اہلِ خانہ کو بڑی تسلّی دی کہ جاؤ آرام کرو پھر سویرے اُٹھنا ہے۔ رات گیارہ بجے صاحبزادہ مولوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور اہلِ خانہ آرام کے لئے چلے گئے۔ لیکن حضرت مائی صاحبہ اور دونوں ہمشیرگان اور بڑی بھاوج صاحبہ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر و موجود رہیں۔ جب تین بجے سحر کا وقت ہوا تو حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمانے لگے کہ مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید بے خبری کی حالت میں پیشاب نکل گیا ہے لہٰذا میرے کپڑے بدل دو۔ مائی صاحبہ نے آپؒ کا بستر اور تہبند بڑے غور سے دیکھا اور عرض کیا کہ جناب بالکل کوئی نام و نشان نہیں ہے مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ خیر نہ سہی۔ دل میں شک سا پڑ گیا ہے۔ اس لئے بہتر ہے مجھے نئے کپڑے نکال دو۔

چنانچہ کپڑے بدلنے کے بعد آپؒ نے وضو فرمایا۔ وقت دریافت کیا تو صاحبزادہ مولوی صاحب۔ علیہ الرحمۃ نے عرض کیا کہ جناب عنقریب چار بجنے والے ہیں۔ آپؒ پلنگ پر قبلہ رُو بیٹھے تھے۔ سامنے تکیہ لگا کر سجدہ کے لئے جگہ بنائی ہوئی تھی۔ پہلے تو خفیہ طور پر کچھ دیر پڑھتے رہے۔ پھر دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھائے اور تین مرتبہ باآوازِ جہر یَا قُدُّوْسُ، یَا قُدُّوْسُ، یَا قُدُّوْسُ اور اسی طرح تین مرتبہ اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی پڑھا۔ تیسری مرتبہ آپؒ کے ہاتھ مبارک خود بخود نیچے ہوتے چلے گئے اور سر مبارک سامنے سجدہ گاہ پر جا رہا۔ اتنے میں مائی صاحبہ یا ہمشیرہ صاحبہ میں سے کسی نے کہا کہ "جناب حضرت صاحبؒ گئے"۔ قبلۂ عالم صاحبزادہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور بھاوج صاحبہ نے سر مبارک کو سجدہ گاہ سے اُٹھا کر لٹا دیا۔ دیکھا تو آپؒ کی رُوح پُر فتوح محبوبِ حقیقی سے واصل ہو چکی تھی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

صُورت از بے صُورتی آمد بروں ۔۔۔ باز شُد اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ترجمہ۔ دُنیائے عدم سے ایک نقش عالمِ وجُود میں آیا اور پھر واپس اللہ کی طرف لوٹ گیا۔

ایک عجیب و غریب واقعہ ظہور میں آیا۔ آپا حاجن کریمہ بانو نے (ایک صالحہ خاتون جو محلہ کمہاراں متصل باغ سرداراں میں رہتی تھی) عین اس وقت خواب دیکھا کہ آسمان سے روشنی جیسے کہ مشعل جل رہی ہے جو آسمان سے نازل ہو رہی ہے اور جناب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان میں اُتر رہی ہے۔ اُس وقت تقریباً چار بجے تھے وہ فی الفور حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مکان کی طرف چل پڑی۔ پتہ چلا کہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا ہے۔

سارا کمرہ ریحان کی خوشبو سے پُر تھا۔ آپؒ کا چہرہ ماہتاب کو شرما رہا تھا۔ آپؒ تو اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَاخَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَاھُمْ یَحْزَنُوْنَ کے مُطابق شاداں و فرحاں تشریف لے گئے البتہ وابستگانِ دامنِ عالیہ اور پس ماندگان کی حالت ناگفتہ بہ تھی ؎

بن دیکھے جن کے پل میں آنکھیں بھر آتیاں ہوں
کیا قہر ہے کہ ان سے برسوں جُدائیاں ہوں

اور بقول اقبال و سعدی رحمہم اللہ تعالیٰ ؎

نہ کہہ کہ صبر میں پنہاں ہے چارۂ غمِ دوست	نہ کہہ کہ صبر معمّائے موت کی ہے کشود
زعشق تا بہ صبوری ہزار فرسنگ است	دلے کہ عاشق و صابر بود مگر سنگ است

ترجمہ:۔ وُہ دِل جو عاشق بھی ہے اور صابر بھی، دِل نہیں پتھر ہے۔ کیونکہ عشق اور صبر کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔

قبلہ صاحبزادہ صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کی آنکھوں سے اشک رواں تھے مگر صبر و استقلال اور ضبطِ آہ و فغاں کا یہ حال تھا کہ تمام احباب کو بتاکیدِ شدید صبر کی تلقین فرماتے تھے۔ اور یہ ارشادِ باری تعالیٰ آپ کی زبانِ مُبارک پر تھا:۔

یَاۤاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ٥ اور وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْہُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْۤا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ ٥ اُولٰٓئِکَ عَلَیْہِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّہِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الْمُہْتَدُوْنَ ٥

ترجمہ:- اے ایمان والو صبر اور نماز سے استعانت (مدد) حاصل کرو۔ بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے اور خوشخبری ہو ان صبر کرنے والوں کو کہ جو مصیبت کے وقت صبر کرتے ہیں اور کہتے ہیں بے شک ہم اُسی کی طرف سے آتے ہیں اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ان پر اللہ کی رحمتیں ہوں یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔

مئی کی ۲۰ تاریخ تھی سخت گرمی کا موسم تھا مگر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے موسم اچانک ہی خوشگوار ہو گیا اور ٹھنڈی ہوا چلنی شروع ہو گئی۔ ۴ بجے بعد دوپہر آپؒ کو غسل دیا گیا اور نمازِ جنازہ ۶ بجے شام عیدگاہ شریف میں پڑھائی گئی۔ آپؒ کے جنازے میں بے شمار رجال الغیب نے شرکت کی۔ اتنا بے پناہ ہجوم پہلے کبھی دیکھنے میں نہیں آیا۔ عیدگاہ میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔ لوگوں کے ہجوم اور زیارت کے اشتیاق کے سبب آپؒ کی تدفین ۸ بجے رات عمل میں آئی اور آپؒ کی قبر اسی مقام پر تھی جس کی نشان دہی ۱۹۱۱ء میں حج بیت اللہ شریف کے بعد مدینہ منوّرہ کے قیام کے دوران جناب سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمائی تھی اور جہاں ۱۹۱۵ء میں آپؒ نے نشان لگوا کر ایک چبوترہ بنوا دیا تھا۔ دُور و دراز سے آنے والے بے شمار دوست نمازِ جنازہ میں شریک نہ ہو سکے بہت سے لوگ آپؒ کے آخری دیدار سے محرُوم رہے۔ تقدیر کے آگے کسی کا بس نہیں چلتا۔ ناچیز مؤلّف کے والدِ محترم شیخ نصیر الدین مرحوم بھی جنازے میں شریک نہ ہو سکے تاہم تدفین سے پہلے اُن کو آخری دیدار نصیب ہو گیا۔ ان کا کہنا ہے کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چہرہ بقعۂ نُور تھا۔

شیخ حسن الدین صاحب مرحُوم حمایتِ اسلام لاہور نے خوب کہا ہے

قبلۂ عالم جناب حافظ عبدالکریمؒ — حاملِ حکمِ شریعت صاحبِ خُلقِ عظیم

آشنائے سرِّ حق دانائے رمزِ لَااِلٰہ — واقفِ راہِ حقیقت، فقر کی جائے پناہ

رحمتِ حق نے بُلا کر لے لیا آغوش میں

جا رہے فردوسیوں کے عالمِ خاموش میں

محترم محمدؐ اکرام خان افضلؔ صاحب ہیڈ ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کُنجاہ ضلع گجرات نے

یہ قطعہ مؤرخہ ۲۶۔ فروری ۱۹۳۵ء منجانب اساتذہ سکول ہذا پیش کیا۔

آفتابِ علم و عرفاں، چشمۂ فیضِ عمیم
مشعلِ نورِ ہدایت، در صراطِ مستقیم
رہبرِ کامل، پناہ و چارۂ بے چارگاں
مردِ میدانِ ولایت حافظ عبد الکریمؒ

تبرّکاً ذیل میں حضرت حافظ جی قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل و اکمل مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ سکنہ جلہاری بھائی خان ڈاک خانہ مندرہ ضلع راولپنڈی شریف کے دو خطوں کا متن درج ہے۔ اس سے قارئین کو اس بے پناہ محبّت اور عقیدت کا اندازہ ہوگا جو مرید کے دل میں اپنے پیرِ کامل کے لیے موجزن تھی۔ یہ دونوں خط بنام راقم الحروف عاجز انیس احمد عفی عنہ لکھے گئے۔

۱۔ موضع جلہاری بھائی خان ڈاکخانہ مندرہ ضلع راولپنڈی

۳۱ $\frac{۷}{۴۱}$

اعزّی وارشدی واکرمی سلمہ ربہ

سلام مسنون! گرامی نامہ شرف صدور لا کر باعثِ ازدیادِ محبّت و مسرّت ہوا۔ تہہِ دل سے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے دونوں جہان اچھے کرے آمین!

میرا خیال ہے آپ بامراد ہیں۔ بامراد اس لئے سمجھ لیا گیا ہے کہ جن کے حصّے میں الٰہی سعادت ہوتی ہے وہ حسنِ ادب اور تواضع کے اوصافِ جمیلہ و حمیدہ سے متّصف ہوتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں آپ میں بدرجۂ اتم نظر آتی ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی وہ گراں مایہ عطا ہے جس کا شکریہ ادا نہ کرنا ظلمِ عظیم ہوگا۔ آپ اس نعمتِ عظمیٰ کے لئے کچھ وقت مستقل طور پر شکریہ ادا کریں تاکہ انعامات میں ازدیاد ہوتی رہے۔

دیگر جمعہ کے دن عصر کی نماز پڑھ کر معتکف ہوجانا چاہیئے۔ اور یہ اعتکاف صرف مغرب کی نماز تک کا ہوگا۔ اس عرصہ میں سوائے یَا اَللّٰہُ یَا رَحْمٰنُ کے ورد کے اور کوئی وِرد نہ کریں۔ جب مغرب کی اذان شروع ہوجائے تو اپنے لئے دعا سے حاجات مانگ کر

نماز باجماعت ادا کر کے مسجد سے برخاست ہو جیئے۔
دوم۔ آپ کے گرامی نامہ کے ایک لفظ سے بہت محظوظ ہوا۔ آپ نے جوابی لفافہ پر لاہور شریف لکھا ہے۔ شریف کے لفظ سے ذہن "مکتوبات شریف" کی طرف چلا گیا۔ امامِ ربّانی حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مکتوب گرامی قلیج خان کے نام ارقام فرمایا تھا۔ جس میں حضرت مجدّد علیہ الرحمۃ نے لکھا ہے "...... اِس فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں کی نسبت یہ شہر قطب الارشاد کا حکم رکھتا ہے۔ اِس شہر لاہور کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں جاری و ساری ہے۔ اگر اس شہر میں دین کو رواج ہو گیا تو بس سمجھنا چاہیئے گویا تمام علاقوں میں دین کا ڈنکا بج گیا۔ ربّ العزّت آپ کا حامی و ناصر ہو" مکتوبات شریف دفتر اوّل مکتوب ۴۶ بنام قلیج خان۔
گاہ بگاہ یاد آوری سے سرفراز فرماتے رہا کریں۔ بحمداللہ بعافیت ہوں۔ فقط والسّلام
دُعاگو۔ فضل احمد

۲۔ ۷۸۶

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، محبّ الفقراء و راہِ ہُدیٰ پروفیسر صاحب
آپ کا گرامی نامہ ملا۔ دِل سے دُعاگو ہوں کہ آپ کی سب مُرادیں دینی دُنیاوی بر لاوے۔ آپ بھی میرے لِئے دُعا کیا کریں۔ عاجز آپ پر اَور آپ کے سب خاندان پر بڑا خوش ہے آپ کے بچوں اَور بھائیوں اَور والدین کے لِئے دُعاگو ہے۔
میرے مکرّم۔ دُنیا چند روزہ ہے۔ جہاں تک ہو سکے خدا یادی اَور اتّباعِ شریعت میں کوشاں رہا کریں۔ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ غوثِ زمانہ قطب ربّانی تھے۔ آپؒ کے دیکھنے والے لوگ عقیدے والے امّید ہے اللہ تبارک وتعالےٰ بخش دے گا۔ کیونکہ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ تنہائی میں جا رہا تھا۔ آپؒ نے فرمایا کہ "فضل احمد، آج تین دن سے حکم ہو رہا ہے کہ جو آپ کو عقیدہ سے دیکھے گا اُسے بخش دیں گے۔ آپؒ منادی کر دیویں،

تو آپ نے عرض کی کہ الٰہی! میں عاجز کس مُنہ سے لوگوں کو کہوں تم کو فضل احمد کہتا ہُوں۔[1]
میں نے عرض کی قبلہ بے شک ہم کو معلوم ہے۔ آپؒ ایسے بزرگان دین میں سے ہُوئے ہیں۔
اللہ تعالیٰ آپؒ کی اور آپؒ کے خاندان کے بال بچے کی معیّت میں رکھے۔

دیگر۔ ایک دفعہ مولینا حاجی الحرمین مولینا عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سفر میں تھے
عاجز راقم الحرُوف ہمراہ تھا اور ٹرالی میں سوار تھے۔ راستے میں ٹرالی خراب ہو گئی۔ آپؒ نے
فرمایا کوئی رسّی ہے۔ ڈرائیور نے کہا کہ ہاں ہے۔ آپؒ نے فرمایا۔ مجھے دو۔ وُہ رسّی لے
کر آپؒ نے ٹرالی کو باندھا اور وُہ چلنی شرُوع ہو گئی اور منزلِ مقصُود پر پہنچا دیا۔ اور فرمایا
کہ آج رات کو والدی حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ملاقات فرمائی اور فرمایا کہ
"عبدالرحمٰن! کل تم ٹرالی پر سفر کرو گے۔ وُہ راستے میں خراب ہو جائے گی۔ تم رسّی سے باندھ
دینا چل پڑے گی۔"

یہ آپ کی معیّت اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تھی۔ آپؒ ان پر بڑے خوش تھے
اللہ کریم آپ کو اور ہم سب کو ان حضرات کی خوش اعتمادی میں رکھے اور اُٹھائے۔ فقط دُعا
سے یاد کیا کرنا۔

از طرف

عاجز فضل احمد

۸۔ اگست ۱۹۶۳ء

جو کتاب آپ لے گئے تھے اس کا خوب مطالعہ رکھیں۔ اور اگر لاہور سے
مل سکے تو خرید لیں یہ عاجز کو بھیج دیں۔

نوٹ: ضمناً یہ عرض کرنا بے جا نہ ہو گا کہ حاجی مولوی فضل احمد رحمۃ اللہ علیہ ایک آزاد منش،
درویش صفت اور جلیل القدر بزرگ تھے۔ ایک دفعہ جلہاری شریف میں ان کی
بیمار پُرسی کے لیے حاضر ہُوا۔ مسجد میں اُن کا قیام تھا۔ پہلے پُوچھا باوضُو ہو۔ میں نے

---

[1] یہ واقعہ مجھے برادرم صُوفی عبدالرحمٰن صاحب سکنہ کیدوڈاک خانہ سوہاوا ضلع جہلم نے بھی سُنایا۔ ان کے مطابق حضرت حافظ جی علیہ الرحمۃ کے الفاظ کچھ یُوں تھے "ماہاں بڑی شرم آنی اے۔ ماہاں کس مُنہ نال آکھاں"۔ سُبحان اللہ! (راقم الحروف)

اثبات میں جواب دیا۔حکم ملا کہ الماری میں سے کتاب نکالو۔ وُہ کتاب "نفحات الانس" تھی۔خود قبلہ رُو بیٹھ گئے۔فرمایا کتاب کھولو۔جو صفحہ سامنے آیا فرمایا پڑھو۔ میں نے ایک پیرا بلند آواز سے پڑھا۔ پھر حکم ہوا بس کتاب بند کر دو۔ پھر دُعا کے لئے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ پھر اَللّٰہ ھُوْ کا ذِکر کرنے کو کہا اور چند سیکنڈوں کے بعد پھر فرمایا بس اور دوبارہ دُعا فرمائی اور پھر فرمایا اچھا خدا حافظ اور اجازت دے دی۔ آج تک اس زیارت کا گہرا نقش میرے دِل پر قائم ہے ۔

وُہ صُورتیں الٰہی کس دیس بستیاں ہیں　　اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

ذیل میں اس خط کا متن پیشِ خدمت ہے جو میاں عبد اللطیف صاحب سیشن جج ریٹائرڈ نے مورخہ ۲۸۔ اگست ۱۹۷۹ء کو ناچیز مولّف کے نام لکھا:۔

۷۸۶

غالباً ۱۹۲۴ء کا ذِکر ہے کہ میں ایک دوست کے ہاں شکار کھیلنے گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک مولوی صاحب سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے کہ عید گاہ راولپنڈی میں ایک بزرگ کی زیارت کی ہے۔ جب ان کے چہرۂ مبارک پر نگاہ پڑی تو دِل نے کہا کہ یہ تو ولی اللہ ہیں۔ چند روز بعد میں راولپنڈی گیا۔ قبلہ حافظ جیؒ کے دستِ مبارک پر بیعت کی اور صاحبزادہ عبد الرحمٰنؒ نے ذِکر کی تلقین کی۔

خصوصی توجّہ اور نوازشات

۱۹۲۸ء میں مَیں اُونہ ضلع ہوشیارپور میں تعیّنات تھا۔ عید گاہ سے خلفاء وقتاً فوقتاً تبلیغ کے لِئے میرے علاقے میں بھی تشریف لاتے اور میں اپنے دوستوں اور رُفقاء کو سِلسلہ میں داخل ہونے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔ ایک صاحب نے اصرار کیا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کر لیا۔ میں نے اُسے سمجھایا کہ ہر شخص اِس امر کا مجاز نہیں ہوتا کہ اس کے ہاتھ پر بیعت کی جاتے۔ اور میں تو خود مُبتدی ہُوں۔ چند روز کے بعد حافظ جیؒ کا فرمان پہنچا کہ

تمہیں اجازت دی جاتی ہے سلسلہ میں لوگوں کو داخل کر لیا کرو۔

۳۱-۱۹۳۰ء میں میری تعیناتی کانگڑہ میں تھی۔ ایک دفعہ دھرم سالہ پہاڑ سے کانگڑہ کا سفر بائیسکل پر کرنا پڑا۔ ہزاروں فٹ کی اترائی تھی۔ دو تین جگہ سائیکل سے گرا۔ دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں زخمی ہو گئیں۔ قبلۂ عالمؒ کا مراسلہ پہنچا کہ کئی روز سے تمہارا خط نہیں آیا۔ اور تمہارے ہاتھوں کو کیا تکلیف ہے کہ پٹیاں باندھ رکھی ہیں۔

قبلہ حافظ جیؒ جب لاہور تشریف لاتے تو مقبرہ جہانگیر (شاہدرہ) کے باغیچہ میں قیام فرماتے۔ باغیچہ کا مالی بڑا مخلص مُرید تھا۔ ایک دفعہ میں کانگڑہ سے لاہور آیا اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ جب مغرب کا وقت ہوا تو اِس رُوسیاہ کو فرمایا کہ جماعت کراؤ۔ چنانچہ میں نے نماز پڑھائی اور قبلۂ عالمؒ نے میری اِقتدا میں نماز ادا کی۔ مولوی فضل احمد صاحبؒ بھی اس وقت موجود تھے۔ وہ مجھے کہا کرتے تھے کہ "اُس روز مجھے تم پر رشک آیا تھا کاش مجھے یہ منصب عطا ہوتا"

مئی ۱۹۳۶ء میں میں شیخوپورہ میں تعینات تھا۔ صاحبزادہ صاحب نے اِطلاع دی کہ قبلۂ عالمؒ کو مِل جاؤ۔ چنانچہ میں حاضرِ خدمت ہوا۔ قبلۂ عالم اُن دنوں باہر بیٹھک میں تشریف نہیں لایا کرتے تھے۔ مجھے اندر بُلایا۔ صاحبزادہ صاحب بھی موجود تھے۔ فرمانے لگے "مولوی صاحِب جج صاحب کو اپنا مُرید نہ سمجھنا اپنے خاندان کا ایک رُکن اور بھائی تصوّر کرنا"۔ چنانچہ صاحبزادہ صاحبؒ نے مجھے بھائیوں کی طرح سمجھا اور سلوک کیا۔

جناب صاحبزادہ صاحبؒ تبلیغی دوروں میں جب تھک جاتے تو چند روز اِس فقیر کے ہاں قیام فرماتے۔ شیخوپورہ۔ ملتان۔ ساہیوال اور جالندھر میں میرے پاس قیام فرمایا تھا۔ جب میں ریٹائر ہو گیا تو اکثر صاحبزادہ صاحبؒ کی معیّت میں تبلیغی اور تفریحی دورے کیے۔

اکثر شبِ تنہائی میں، کچھ دیر پہلے نیند سے
بیتی ہوئی دِلچسپیاں گذرے ہُوئے دِن عیش کے
بنتے ہیں شمعِ زندگی اور ڈالتے ہیں روشنی
میرے دلِ صد چاک پر

محمد عبد اللطیف

قبلہ حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے ایک خط مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۳۴ء کسی دوست کی جانب لکھا ہوا دستیاب ہوا۔ سرنامہ والا ورق نہیں ملا۔ متن درج ذیل ہے :-

"بابی جو تم نے لکھا ہے کہ چالیس سال خدمت کرتے ہو گئے ہیں اور گزران تنگی سے ہو رہی ہے کیا اچھا ہوتا کہ تم یہ شکایت لب پر نہ لاتے۔ اصحاب کرام نے اپنی عمریں خدمت کرتے گذار دیں اور گذران جیسی ان لوگوں نے کی اگر ہم کو یا تم کو کرنی پڑے تو شور و واویلا مچا دیں۔ میرے عزیز! اس خدمت کا صلہ کل بروزِ محشر دیکھو گے۔ یہ دُنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ یہاں بیجنا ہے اور وہاں جا کر اس کا پھل پانا ہے۔ تمام دوستوں کو نام بنام السّلام علیکم۔

۱۷-۷-۳۴ از دربارِ معلّیٰ قبلہ عالم جناب حضرت صاحب مدظلہم راولپنڈی شریف

نذرِ عقیدت

منجانب شیخ حسن الدین سپرنٹنڈنٹ تالیف وطبع انجمن حمایت اسلام لاہور

شمعِ کاشانہ اربابِ وفا ہیں حافظؒ — زینتِ محفلِ خاصانِ خدا ہیں حافظؒ
نامِ اقدس ہے سکوں بخشِ قلوبِ عشّاق — دردمندانِ محبّت کی دوا ہیں حافظؒ
رحمتِ خاص مُریدوں پہ گہر افشاں ہے — مخزنِ جُود و کرم، بحرِ سخا ہیں حافظؒ
کر دیا نُورِ ہدایت سے دِلوں کو روشن — بالیقیں چشمۂ انوار و ضیا ہیں حافظؒ
بے طلب اُن کے وسیلے سے خُدا دیتا ہے — جلوہ دارِ کرم و لُطف و عطا ہیں حافظؒ
اُن کے در سے کوئی میکش نہیں محرُوم پھرا — مُرشدِ میکدۂ اہلِ صفا ہیں حافظؒ

مشکل ہو جائے گی آساں تری ہر ایک حسن
حق سے تیرے لِئے مصرُوفِ دُعا ہیں حافظؒ

اور آخیر میں تمام دوست درج ذیل مُناجات پڑھ کر صدقِ دِل سے تمام دوستوں کے لِئے بالعموم اور درگاہِ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی کی ترقی و برکت کے ازدیاد کے لِئے بالخصوص دُعا فرمائیں اور عاجز، عاصی، بندۂ حقیر و پُرتقصیر مؤلف، اس کے

والدین، اہلِ خانہ اور جملہ اقربا کے لیے دعائے خیر و مغفرت فرمائیں۔ رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّفِی الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

مُناجات

کریما! کر کرم بہرِ کریمی — رحیما! رحم کر بہرِ رحیمی
کریما! بس کرم کا واسطہ ہے — کہ نسبت ہے مری عبدالکریمیؒ

قطعاتِ تاریخ و سنِ وصال

حضرت قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ کے وصال پر بعض احباب نے قطعاتِ تاریخ وغیرہ کا نذرانۂ عقیدت پیش کیا۔ وحید العصر حاجی مولوی محمد شریف علیہ الرحمۃ نے تاریخ کہی:

۱۳۵۵ھ — ۱۳۵۵ھ

تاریخِ وصالِ زاہد — بے مثال مبارک طلعت

۱۹۳۶ء — ۱۳۵۵ھ

حسینِ زمان سجادہ نشینِ خاندانِ نقشبندیہ — جنابِ خواجہ عبدالکریم برگزیدہ جہاں

۱۳۵۵ھ

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

۱۳۵۵ھ

ایضاً۔ سالِ وفاتِ حضرت پرسیدم از سروشے — آمد ندا کہ آہ آہ والاصفات رفتند

۱۹۳۶ء

ایضاً۔ ع ندا شد کہ برسید در باغِ جنت۔

قاضی عالم الدین علیہ الرحمۃ نے تاریخ وصال کہی ؎

۱۳۵۵ھ

بندۂ مسکین عاجز گفت از رنج و ملال — قطبِ اعظم کعبۂ کونین تاریخ وصال

تاریخ از کوثر صاحب ؎

۱۳۵۵ھ

ع جوہرِ دینِ محمدؐ با خدا عبدالکریم

تاریخ از صوفی محمد زمان علیہ الرحمۃ ؎

۱۳۵۵ھ

بشنو تاریخ وصالش زحقیقہ زمن — اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتِ عَدْنٍ

ذِکرِ ھُوْ

از حضرت سیّدنا و مولینا مجدّد الف ثانی قدس سرّہٗ

ہر روز باشی صائماً، ہر لیل باشی قائماً
در ذِکر باشی دائماً، مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

گر عیش خواہی جاوِداں، عزّت بخواہی در جہاں
ایں ذِکرِ ھُوْ ہر آں بخواں مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

سُودے ندارد خُفتنت، ناچار باید رفتنت
در گور تنہا ماندنت، مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

ھُوْ ھُوْ بذِکرش ساز کُن، نامِ خدا آغاز کُن
قفلے ز سینہ باز کُن مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

عِلمے بخوانی با عمل، فردا نباشی تا خجل
در پیشِ قادر لم یزل، مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

ہر دم خدا را یاد کُن، دِلہائے غمگیں شاد کُن
بُلبل صِفت فریاد کُن، مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

مِسکین احمد مرد شو، وز جُملہ عالم فرد شو
در راہِ حق چُوں گرد شو، مشغُول شو در ذِکرِ ھُوْ

مُناجات

(از شیخ سعدی علیہ الرحمۃ)

من بندہ شرمسارم تو رحم کُن رحیما
در فسق بے شمارم تُو رحم کُن رحیما

اندر سرائے فانی کردم گناہ تُو دانی
درماندہ را بخوانی تُو رحم کُن رحیما

شرمندہ رُوئے زردم جُرمِ عظیم کردم
خُود را بتو سپُردم تُو رحم کُن رحیما

غیبت دروغ گفتم غافل بسے بخفتم
توبہ بسے شکستم تُو رحم کُن رحیما

در وقتِ نزع جانم، گویا بکُن زبانم
تا کلمہ را بخوانم تُو رحم کُن رحیما

از تن رود چو جانم بستہ شود زبانم
بے چارہ چُوں بمانم تُو رحم کُن رحیما

در گور چُوں بمانم تنہا چو بیکسانم
ہردم ترا بخوانم تُو رحم کُن رحیما

یارب بحقِ مرداں گورم فراخ گرداں
از فضل تا قیامت تُو رحم کُن رحیما

یارب گُناہ گارم پُر عیب و شرمسارم
جُز تو کسے ندارم تُو رحم کُن رحیما

جنّت بدہ مکانم با جُملہ مومنانم
تا جاوداں بخوانم تُو رحم کُن رحیما

عُمرم گذشت باطل کردم گناہ حاصل
بر این فقیرِ غافل تُو رحم کُن رحیما

من سعدیؔ گدایم، بر دینِ مصطفائم
ہر دم ہمیں بخوانم، تُو رحم کُن رحیما

تضمین از ظفر بادشاہ بر مناجات حکیم سنائی رحمۃ اللہ علیہ

مندرجہ ذیل مناجات جناب حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو بہت مرغوب خاطر تھی اکثر بوقتِ سحر پڑھا کرتے تھے یا دوستوں سے سنا کرتے تھے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پئے دنیا یونہی بک بک کے عبث جان کھپائی
نہ دیا منزلِ عقبیٰ کا مجھے رستہ دکھائی
مگر اب جی میں سب چھوڑ کے اب ہرزہ سرائی
"ملکا ذکرِ تو گویم کہ تو پاکی و خدائی
نہ روم من بجز آں راہ کہ تو آں راہ بنمائی"

نہ پھروں عہد سے جب تک کہ مرے دم میں ہے دم
رہوں پیمانِ محبت پہ ترے میں یونہی محکم
طلبِ وصل تری دل سے مرے ہو نہ کبھی کم
"ہمہ درگاہ تو جویم، ہمہ در کارِ تو پویم
ہمہ توحید تو گویم کہ بتوحید سزائی"

نہ جیپ و راست سے گر ہووے تری نصرت و یاری
نہ ترا عرش سے تا فرش اگر فیض ہو جاری
نہ کہے کیوں کہ خدایا یہ خدائی تجھے ساری
"تو خداوند زمینی و خداوند یساری
تو خداوند زمینی و خداوند سمائی"

نظر آتی ہے جہاں میں جو سپیدی و سیاہی
قلم صنع پہ دے ہے ترے دن رات گواہی
تری یکتائی مبرا ہے ہر اک شے سے الٰہی
"تو زن و جفت نہ جوئی تو خور و خفت نخواہی
احد ابے زن و جفتی، ملکا کام روائی"

نہ پرستش کا تو محتاج، نہ محتاج عبادت
نہ عنایت تجھے درکار کسی کی نہ حمایت
نہ شراکت ہے کسی کی نہ کسی کی ہے قرابت
"نہ نیازت بولادت نہ بفرزند تو حاجت
تو جلیل الجبروتی تو امیر الامرائی"

جسے چاہے تو امیری دے جسے چاہے فقیری
جسے چاہے تو بزرگی دے جسے چاہے حقیری

کرم و عفو سے کیونکر نہ کرے عذر پذیری
"تو کریمی تو رحیمی تو سمیعی تو بصیری
تو معزّی تو مذلّی، ملک العرش بجائی"

گنہ و جرم پہ بھی کرتا ہے تو رزق رسانی
ترے الطاف سے محروم نہ میخوار نہ زانی
کہ تو ستّار ہے اور واقف اسرار نہانی
"ہمہ راعیب تو پوشی، ہمہ راعیب تو دانی
ہمہ را رزق رسانی کہ تو با جود و عطائی"

خرد و فہم سے گر دل نے کوئی بات تراشی
کہ ہوا اوّل و آخر کی حقیقت کا متلاشی
مرے نزدیک سوا اس کے ہے سب سمع خراشی
"نہ بُدے خلق، تو بودی، نہ بود خلق، تو باشی
نہ تو خیزی نہ نشینی، نہ تو کاہی نہ فزائی"

رہی مصروف ثنا میں ترے ہر چند خلائق
نہ ادا پر وہ ثنا ہو جو ثنا ہے ترے لائق
کہ وہ فوق اور ہے جس فوق سے ہے سب پہ تو فائق
"نہ سپہری نہ کواکب، نہ بروجی نہ وفائق
نہ مقامی نہ منازل نہ نشینی نہ بپائی"

رہ توفیق تری رکھتی نہایت ہے درازی
نہ لگے ہاتھ یہ کوچہ تری بے بندہ نوازی
نہ چلے کنہ حقیقت میں تری نکتہ طرازی
"بری از چون و چرائی، بری از عجز و نیازی
بری از صورت و رنگی، بری از عیب و خطائی"

نہ تجھے دوست کی حاجت ہے نہ اندیشۂ دشمن
نہ تجھے کام ہے عشرت سے، نہ شیوہ تراشیون
نہ تجھے چاہیئے مادی، نہ تجھے چاہیئے مسکن
"بری از خوردن و خفتن، بری از تہمت مُردن
بری از بیم و اُمیدی، بری از رنج و بلائی"

نہ رہا عالم طفلی و جوانی، ہوئی پیری
غم دنیا کی ہوس میں مجھے ہیگی یہ اسیری
نہ روا رکھ مرے حق میں تو یہ خواری و حقیری
"تو علیمی و حکیمی، تو خبیری و بصیری
تو نمائندۂ فضلی تو سزاوار خدائی"

ترے اوصاف بیاں کرنے کی باندھے ہے جو دھن جی
دم تقریر ہے گنگی، دم تحریر ہے لنجی!
مری گو نوک زباں گنج معانی کی ہے کنجی!
"نہ تواں وصف تو گفتن کہ تو در وصف نہ گنجی
نتواں شرح تو کردن کہ تو در شرح نیائی"

نہ بصر کو ہے یہ قدرت کہ تری دیکھے تجلّی
نہ خرد کو ہے یہ طاقت کہ تجھے پائے ذرا بھی
متحیّر ہوں میں اس میں کہ صفت کیا کروں تیری
"احد لیس کمثلی، صمد لیس کفضلی
لمن الملک تو گوئی کہ سزاوار خدائی"

ظفر اس وقت میں خاموش ہو گیا غنچہ کی مانند
کہ یہ اشعار مناجات کے یاد آئے اسے چند
کرے توصیف میں کس طرح تری اپنی زباں بند
"لب و دندان سنائی ہمہ توحید تو گویند
مگر از آتش دوزخ بودش روئے رہائی"

سلامٌ علیٰ نبیّنا صلّی اللہ علیہ وسلّم

بریں زمن بہ مدینہ صبا سلامُ علیک
چناں کہ مے بری زہل صفا سلامُ علیک
رساں رساں بہ درِ روضۂ رسولِ کریمؐ
بہ صد تضرّع زمن بے نوا سلامُ علیک
رساں رساں بہ درِ روضۂ رؤفؐ و رحیمؐ
بہ صد ہزار ادب التجا سلامُ علیک
بروزِ عینِ توقّع گناہ گاراں را
نہ زد کنی بہ پذیری شہا سلامُ علیک
بروزِ حشر اسیرانِ معصیت گویند
ترا کہ شافعِ روزِ جزا سلامُ علیک
زِ خستہ عاجز و مسکین و ناتواں جامی
رساں بہ حضرتِ او اے خدا سلامُ علیک

نعت و سلام بحضورِ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

(اعلیٰ حضرت احمد رضا خان صاحب بریلوی رح)

مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مہرِ چرخِ نبوّت پہ روشن دُرود — گُلِ باغِ رسالت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسریٰ کے دُولھا پہ دائم دُرود — نوشۂ بزمِ جنّت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے سرِ سروراں خم رہیں — اس سرِ تاجِ رفعت پہ لاکھوں سلام
جس کے سجدے کو محرابِ کعبہ جھکی — اُن بھوؤں کی لطافت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اُٹھ گئی دم میں دم آگیا — اُس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں — اس تبسّم کی عادت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اُٹھا غنی کر دیا — موجِ بحرِ سماحت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاکِ گذر کی قسم — اُس کفِ پا کی حُرمت پہ لاکھوں سلام
جس سُہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اُس دِل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت پہ دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری اُمّت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب اُن کی آمد ہو اور — بھیجیں سب اُن کی شوکت پہ لاکھوں سلام

مجھ سے خدمت کہ قُدسی کہیں ہاں رضاؔ
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

نعت

صبا روضے رسول اللہ ﷺ دے جائیں

صبا روضے رسول اللہ ﷺ دے جائیں
میدا احوال رو رو کے سنائیں

کہیں بعد از ہزاراں بار صلوٰۃ
کروڑیں بار تسلیم و تحیات

جو اے محبوب ﷺ ربانی نگاہ کر
وچھوڑے سے ہے جان آئی لباں پر

اللّٰہ عشق سے جل بل گیا جی
کہو اِس درد دا دارُو کراں کی؟

خُدا جانے جدوں دی جاتیاں ہیں
میرے بابل تیرے لڑلاتیاں ہیں

مرا دِل چُور کیتا درد تے غم
ترحم یا نبی ﷺ اللہ ترحم

دیہو جلوہ اُٹھا بردِ یمانی
نہیں تے ہو چکی ہے زندگانی

تعلّق شہر سے یکبار چھوڑوں
مدینے کی طرف دیوانہ دَوڑوں

جو تاں محبوب ﷺ دے آثار ویکھاں
اوہ روضہ مطلع الانوار ویکھاں

کراں دِن رات مَیں دِل سے دُعائیں
خُداوندا! حبیب ﷺ اپنا ملائیں

حیاتی ہو گئی برباد میدی
کرو مقبول ایہہ فریاد میری

گناہاں نال مَیں نامہ سیاہ ہوں
بسا تقصیر مند و پُر گناہ ہوں

تغافل نال گذری عمر ساری
گیاں ستیاں کھڑی رہیاں بچاری

نہ مَیں نے جاگ چرخے تند پائی
تمامی رات سونے میں گنوائی

کیا کرساں جو بھلکے کات منگسن
اجل دی جنج تُو ہے آن ڈھوسن

جدوں ڈولی کہاراں آن چائی
اکیلے چھوڑ جاسن بھین بھائی

بیگانیاں نال ہے پردیس جانا
نہیں نت نت فیر اس دیس آنا

غلام ایہہ پُر گناہ بے ساز و ساماں
پکڑ محکم رسول اللہ ﷺ دا داماں

(مولوی غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ)

مُناجات بدرگاہِ مُجیبُ الدّعوات

(حضرت خواجہ فریدُ الدّین عطّار رحمۃ اللہ علیہ)

بادشاہا جُرمِ مارا در گذار — ماگُنہ گاریم و تو آمُرزگار

بخش دے میرے گناہ اَے بادشاہ — بخشنے والا ہے تو میں پُرگناہ

تُو نکوکاری و ما بد کردہ ایم — جُرم بے اندازہ بے حد کردہ ایم

نیکی تُو کرتا ہے ہم بد کرتے ہیں — جُرم بے اندازہ بے حد کرتے ہیں

سالہا در بندِ عصیاں گشتہ ایم — آخر از کردہ پشیماں گشتہ ایم

قید میں عصیاں کے ہم برسوں رہے — اب پشیماں اپنے ہیں اعمال سے

دائما در فسق و عصیاں ماندہ ایم — ہم قرینِ نفس و شیطاں ماندہ ایم

مدتوں پابندِ عصیاں ہم رہے — نفس اَور شیطان کے پابند تھے

روز و شب اندر معاصی بُودہ ایم — غافل از امر و نواہی بُودہ ایم

رات اَور دن ہم گناہ کرتے رہے — ہو کے غافل حق کے امر و نہی سے

بے گُنہ نگذشت بر ما ساعتے — با حضُورِ دل نہ کردم طاعتے

ایک ساعت بے گناہ گذری نہیں — دل کی رغبت سے عبادت کی نہیں

بر در آمد بندۂ بگریختہ — آبرُوئے خود بہ عصیاں ریختہ

در پہ آیا بندہ اب بھاگا ہُوا — کھو کے اپنی آبرُو از سر تا پا

مغفرت دارد اُمید از لُطفِ تو — زانکہ خود فرمودۂ لَاتَقْنَطُوْا

رکھتا وُہ اُمّیدِ بخشش ہے سدا — کیونکہ تو لَاتَقْنَطُوْا فرما چکا

بحرِ الطافِ تو بے پایاں بود — نا اُمید از رحمتت شیطاں بود

بحر بے پایاں ہے تیرے لُطف کا — جس سے نا اُمّید بس شیطاں ہُوا

نفس و شیطاں زدکرم یا راہِ من
رحمتت باشد شفاعت خواہِ من

نفس اور شیطاں ہیں رہزن اے کریم
ہے شفاعت خواہ ترا فضلِ عمیم

چشم دارم کز گناہ پاکم کنی
پیش زاں کاندر لحد خاکم کنی

منتظر ہوں کر گنہ سے مجھ کو پاک
پیشتر اس سے ہوں مٹی میں خاک

اندراں دم کز بدن جانم بری
از جہاں با نورِ ایمانم بری

لے گا جس دم میرے تن سے جاں نکال
نورِ ایماں بخش دے اے ذوالجلال

بارہ ۱۲ کلمے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ بارہ کلمے توریت و زبور و انجیل و فرقان سے چُنے ہیں۔ جو صاحب ایمان ایک ورق پر لکھے اور ہر روز اس کو دیکھے اور اس پر عمل کرے وُہ خدا تعالےٰ کے مقبولوں میں سے ہو جائے گا۔

پہلا کلمہ۔ خُدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے فرزندِ آدم! روزی کا غم نہ کھا جب تک میرا خزانہ بھرا ہوا ہے۔ اور میرا خزانہ کبھی خالی نہ ہوگا۔

دُوسرا کلمہ۔ اے فرزندِ آدم! بادشاہ ظالم اور امیر کبیر سے مت ڈر، جب تک میری سلطنت ہے اور میری سلطنت ہمیشہ کے لیئے ہے۔

اپنے رازق کو نہ پہچانے تو محتاجِ مُلوک
اور پہچانے تو ہیں تیرے گدا دارا و جم

تیسرا کلمہ۔ اے فرزندِ آدم! کسی سے محبّت مت کر اور کسی سے کچھ مت مانگ جب تک تو مجھے پاتے اور مجھے جب چاہے گا پائے گا۔

زندگانی نتواں گفت حیاتی کہ مراست
زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

چوتھا کلمہ۔ اے ابنِ آدم! میں نے سب چیزیں تیرے لیئے بنائی ہیں اور تجھ کو اپنے لیئے۔ پس تُو اپنے آپ کو دُوسروں کے دروازے پر ذلیل مت کر۔

غیرِ حق ہر زہ کہ آں مقصودِ تُست
تیغ لا بر کش کہ آں معبودِ تُست

پانچواں کلمہ۔ اے فرزندِ آدم! میں جس طرح تجھ سے کل کا عمل نہیں چاہتا اسی طرح تو بھی مجھ سے کل کی روزی مت مانگ۔

هر چہ داری شبِ نو روز بمن سازکزد
غمِ فردا چہ خوری روزِ نو دو روزئ تو

چھٹا کلمہ۔ اَے فرزندِ آدم! جس طرح میں سات آسمان اَور عرش وکرسی اَور سات زمینوں کے پیدا کرنے سے عاجز نہیں ہوا۔ اسی طرح تیرے پیدا کرنے اَور روزی دینے سے عاجز نہ ہوں گا۔ بے شک روزی پہنچاؤں گا۔

ساتواں کلمہ۔ اَے آدم کے بیٹے! جس طرح میں تیری روزی نہیں کھوتا اسی طرح تو بھی میری عبادت مت چھوڑ اَور میرے حکم کے خلاف مت کر۔

آٹھواں کلمہ۔ اَے ابنِ آدم! جس قدر میں نے تیری قسمت میں رکھ دیا ہے اس پر راضی رہ۔ اَور نفس اَور شیطان کی خواہشوں سے دِل کو مت بھلا۔

رضا بداده بده وزجبیں گرہ بکشائے
کہ بر من وتو درِ اختیار نکشاد است!

نواں کلمہ۔ اَے فرزندِ آدم! میں تیرا دوست ہوں تو بھی میرا دوست بنا رہ اَور میری محبّت وعشق کے غم سے کبھی خالی نہ ہو۔

حضوری گرہمے خواہی ازو غائب مشو حافظ
متی ما تلق من تھوی دع الدنیا واھملھا

دسواں کلمہ۔ اَے ابنِ آدم! میرے غصّے سے نڈر مت ہو جب تک تو پلصراط سے گزر کر بہشت میں داخل نہ ہو جائے۔

گیارھواں کلمہ۔ اَے ابنِ آدم! تو مجھ پر اپنے نفس کی مصلحت کے باعث غصّہ ہوتا ہے اَور اپنے نفس پر میری رضامندی کے لئے غصّہ نہیں ہوتا۔

بارھواں کلمہ۔ اَے فرزندِ آدم! اگر تو میری تقسیم پر راضی ہو جائے تو اپنے آپ کو میرے عذاب سے چھڑا لے گا۔ اَور اگر تو اس پر راضی نہ ہو تو نفس کو تجھ پر مقرر کردوں تاکہ جانوروں کی طرح تجھ کو جنگلوں میں دوڑائے پھرائے۔ قسم ہے مجھے اپنی عزّت کی کہ کچھ حاصل نہ ہو مگر اسی قدر جو میں نے مقدّر کیا ہے۔

وصیّت نامہ

حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ برائے فرزند ارجمند خواجہ اولیا کبیر رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا۔ اے فرزند ارجمند! میں تجھے وصیت کرتا ہوں کہ علم، ادب، تقویٰ اور سنت و جماعت کے اتباع کو لازم پکڑنا۔ نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا، علم فقہ و حدیث و تفسیر سیکھنا۔ جاہل صوفیوں سے بچنا، اپنے احوال کو مشہور نہ کرنا، شہر کا قاضی و حاکم نہ بننا، قبالوں اور تمسکوں پر اپنا نام نہ لکھنا، بادشاہوں اور امیروں کے ساتھ صحبت نہ رکھنا، خانقاہ نہ بنانا۔ اپنے آپ کو شیخ نہ کہلانا۔ سماع نہ سننا اور اس سے انکار بھی نہ کرنا۔ کم بولنا، کم کھانا اور کم سونا، عام مخلوقات سے الگ رہنا۔ امردوں یعنی بے ریشوں اور عورتوں کی صحبت میں نہ بیٹھنا۔ دنیا کی طلب میں مصروف نہ ہونا۔ بہت رونا، کم ہنسنا، خندہ اور قہقہہ سے بالکل احتراز کرنا۔ کسی مخلوق کو اپنے آپ سے کمتر نہ جاننا اور اپنے آپ کو کسی سے بہتر نہ سمجھنا۔ اپنے آپ کو آراستہ نہ کرنا۔ جہاں تک ہو سکے مشائخ کی خدمت میں جان و دل سے دریغ نہ کرنا۔ مشائخ کو جان سے عزیز جاننا اور ان کے افعال پر انکار نہ کرنا چاہیئے کہ تیرا بدن لاغر اور تیری آنکھ گریاں اور دل غم ناک اور تیرا عمل خالص اور تیری دعا تضرع و زاری ہو۔ تیرے کپڑے پھٹے پرانے اور درویش تیرے دوست ہوں۔ عبادت تیرا سرمایہ اور مسجد تیرا گھر۔ دل تیرا ذاکر۔ زبان تیری شاکر۔ ذکر تیرا مونس اور فکر تیرا یار ہو اور حتی المقدور تو طریقہ خواجگان رحمۃ اللہ علیہم اجمعین پر ثابت قدم رہے فقط

ارشاداتِ عالیہ

سُلطان العارفین، خلیفۃ الٰہی، حضرت بایزید بُسطامی قدس سرہٗ العزیز

فرمایا۔ جب تک کوئی شخص لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی وادی کو طے نہ کرے گا اُس وقت تک مُحمّدٌ رّسُولُ اللہ تک نہیں پہنچ سکے گا۔

فرمایا۔ خلقت کی ہلاکت کے دو سبب ہیں۔ اوّل مخلوق کی عزت نہ کرنا۔ دُوسرے خالق کا ناشکرگزار ہونا۔

فرمایا۔ اللہ کی محبّت فرض اور دُنیا کا ترک کرنا سُنّت ہے۔

فرمایا۔ جو مُرید نعرے لگاتا ہے اور شور و فریاد کرتا ہے وُہ ایک چھوٹے سے حوض کی مانند ہے اور جو خاموش ہے وُہ موتیوں سے بھرے ہُوئے دریا کی طرح ہے۔

فرمایا۔ گناہ تمہارے لِئے اِس قدر مُضر نہیں جس قدر ایک مسلمان بھائی کو ذلیل کرنا مُضر ہے۔

فرمایا۔ عارفوں کا نفاق مُریدوں کے اخلاق سے بہتر ہے۔

فرمایا۔ جو شخص اپنے نفس کو بُرا نہیں سمجھتا وُہ کسی کام کا نہیں۔

فرمایا۔ بھُوک ایک ایسا بادل ہے جس سے رحمت کی بارش کے سِوا کچھ اور نہیں ہوتا۔

فرمایا۔ متکبّر معرفت کی خوشبو نہ سُونگھ سکے گا۔ متکبّر وُہ ہے جو اٹھارہ ہزار عالم میں سے کسی کو اپنے سے حقیر سمجھے۔

فرمایا۔ راحت اور آرام کا دروازہ اپنے اُوپر بند کرنا تصوّف ہے۔

فرمُوداتِ عالیہ

محبُوبِ سُبحانی غوثِ صمدانی حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی قدس سرہٗ العزیز نے

فرمایا۔ احکامِ قرآن و حدیث پر عمل کرو۔ اِس سے تمہیں حقیقی منزل کی آگاہی ہو گی اور محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وسلّم کا قرب حاصل ہو گا۔

____ شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلّم کو ہمیشہ مقدّم رکھو اور اس کا دامن مضبوطی سے پکڑو۔

____ تیرے سب سے بڑے دُشمن تیرے بُرے ہم نشین ہیں۔

____ بے ادب خالق و مخلُوق دونوں کا معتوب و مغضوب ہے۔

____ خالق کا مقرب وہی ہے جو مخلُوق پر شفقت کرتا ہے۔

____ موت کو یاد رکھنا نفس کی تمام بیماریوں کی دوا ہے۔

____ اہل اللہ کے نزدیک مخلوق بمنزلہ اولاد کے ہے۔

____ بہترین عمل دُوسروں کو دینا ہے نہ کہ دُوسروں سے لینا۔

____ قول بے عمل اور عمل بے اخلاص نا قابلِ قبول ہے۔

____ صبر اختیار کر کیونکہ دُنیا تمام تر ہی آفات و مصائب کا مجمُوعہ ہے۔

____ مومن اپنے اہل و عیال کو اللہ جل مجدہٗ پر چھوڑتا ہے اور مُنافق اپنے درہم و دینار پر۔

مُرشدِ کامل کی پہچان

____ شریعتِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلّم کا ماہر ہو۔

____ معرفت کا رمز شناس ہو۔

____ اعلیٰ اخلاق کا حامل اور مہمان نواز ہو۔

____ غُربا کے ساتھ انکسار سے پیش آتے۔

____ ریا، لالچ، حسد، خود پسندی، غفلت اور عیش و عشرت سے دُور رہتا ہو اور مُریدین باصفا کو رُوحانی تربیت دینے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

مزارِ پُرانوار جناب سیدنا علی ہجویری المعروف بہ داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

لاہور شریف۔ پاکستان
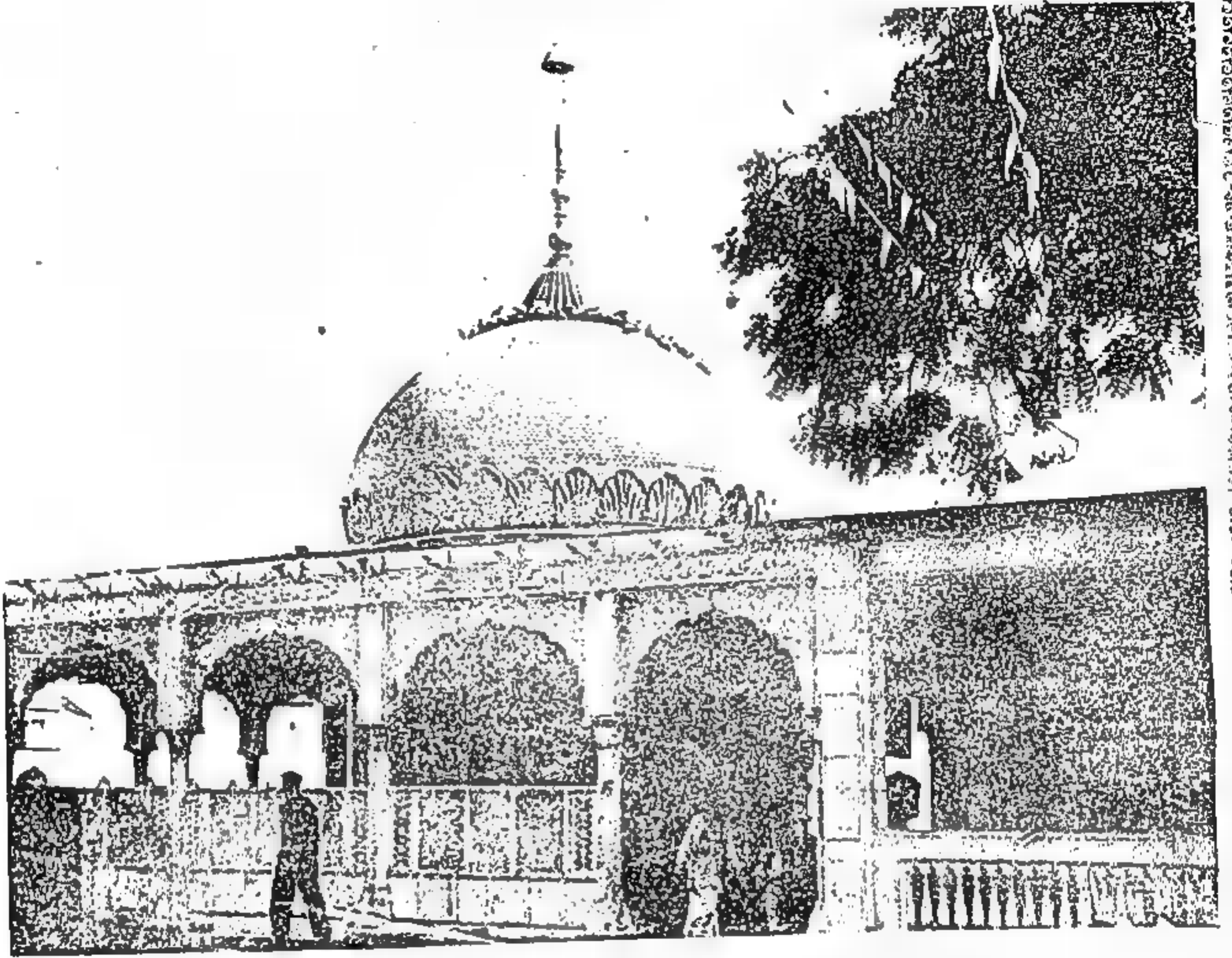
سیدِ ہجویر مخدومِ اُمم ۔۔۔ مرقدِ اُو پیرِ سنجر را حرم ۔۔۔ اقبالؒ

جناب قبلہ عالم حافظ جی علیہ الرحمۃ جب کبھی لاہور شریف میں رونق افروز ہوتے تو مزار پاک عالی جناب حضرت سید علی ہجویری داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ پر ضرور حاضر ہو کر فیوضِ عالیہ اور کمالاتِ عالیہ سے فائز المرام ہوتے۔ ایک جمعرات بوقتِ تہجد حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ آج ہماری مہمانی کھا کر جانا۔ اسی اثنا میں دو مجاور صاحبان چائے اور خطائیاں لے کر آ گئے اور جناب قبلہ عالم علیہ الرحمۃ اور ان کے احباب کی تواضع کی۔ قبلہ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ فرمانے لگے۔ عجب دربار گہر بار ہے۔ ظاہری اور باطنی فیوض و برکات کا دریا چل رہا ہے۔ کسی نے کیا عمدہ کہا ہے ؎

گنج بخش فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا ۔۔۔ ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

(آثار الکریم صفحہ ۹)

ارشاداتِ عالیہ

امام العارفین، حجۃ الکاملین، سند الواصلین، زبدۃ السالکین، مظہر العلوم الخفی والجلی حضرت مخدوم علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش صاحب قدس سرہ العزیز

فرمایا۔ دس چیزیں دس چیزوں کو کھا جاتی ہیں۔ (۱) توبہ گناہ کو (۲) جھوٹ رزق کو (۳) غیبت نیک اعمال کو (۴) غم عمر کو (۵) صدقہ بلا کو (۶) غصہ عقل کو (۷) پشیمانی سخاوت کو (۸) تکبر علم کو (۹) نیکی بدی کو (۱۰) عدل ظلم کو۔

فرمایا۔ بیگانے کو قریب تر ہونے سے منع کرو۔

—— اپنے گناہوں کے لئے رات دن استغفار کرو۔

—— اپنے اساتذہ کرام کا حق ادا کرو۔

—— کمزوروں پر رحم کرو اور لقمہ حرام نہ کھاؤ۔

—— ایسا کام کرو جس سے کسی کو فائدہ حاصل ہو کسی کی دل شکنی نہ کرو۔

—— اللہ رب العزت سے مرشدِ کامل و اکمل کی صحبت طلب کرنی چاہیئے۔

—— تحفہ اور ہدیہ کو رد نہیں کرنا چاہیئے۔

—— جہاں عزت و تکریم کے مخالف ہوں وہاں مت جا۔

—— دلوں کا بگڑنا اہل زمانہ کے بگڑنے سے مطابقت رکھتا ہے۔

فرمایا:۔

—— صوفی وہ ہے جس کے ایک ہاتھ میں قرآن مجید اور دوسرے ہاتھ میں سنتِ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ہو۔

—— اولیاء اللہ ملکِ خدا کے والی اور منتظم ہیں۔ آسمان سے بارش ان کے قدموں کی برکت سے ہوتی ہے زمین سے پیداوار ان کے احوالوں کی صفائی سے ہوتی ہے۔

—— والدین کو اپنا قبلہ گردانا چاہیئے۔

—— مشاہدہ حق اولیاء اللہ کے توسلِ عالی سے حاصل ہو سکتا ہے۔

ارشاداتِ عالیہ

سُلطان الہند غریب نواز خواجہ مُعین الدّین حسن سنجری چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا۔ خُدا پر توکّل کیئے رہو اور کسی سے کوئی توقع نہ رکھو۔

—— کسی سخت مصیبت یا بیماری میں مبتلا ہونا صحتِ ایمان کی دلیل ہے۔

—— ثابت قدم مُرید وُہ ہے جس سے بیس سال تک کوئی گناہ سرزد ہی نہ ہو۔

—— غریبوں سے محبّت رکھو اور جھُوٹ اور غیبت سے بچتے رہو۔

—— جو فقر و فاقہ اور بیماری کو دوست رکھتا ہے خُدا تعالیٰ اسے دوست رکھتا ہے۔

—— نماز اور شریعت کے فرائض کا منکر کافر ہے۔

—— افضل ترین زُہد موت کو یاد کرنا ہے۔

—— صدقہ دینا ہزار رکعت نفل نماز سے افضل ہے۔

—— چاہیئے کہ بندہ درُود شریف پڑھنے کی کثرت کرے۔

—— کلامِ اولیاء اللہ پڑھنا نافع ہے۔

اسمِ اعظم

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسمِ اعظم یہ ہے کہ ہر نماز کے بعد ایک سو مرتبہ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ پڑھ لیا کرے۔ اور اپنی ہر ضرورت کے پورا ہونے کے لئے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے۔

ارشاداتِ عالیہ حضرت مجدّد الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ!

فرمایا جمعیتِ خاطر سے حق تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ اور متعلقین کا غم حق تعالےٰ کے حوالے کر۔

— دُنیا کی مصیبتیں بظاہر زخم ہیں مگر درحقیقت ترقیوں کا موجب ہیں۔

— حادثاتِ دُنیا کی تلخی کڑوی دوا کی مثل ہے۔

— گُناہ کے بعد ندامت بھی توبہ کی شاخ ہے۔

— خُدا کے دُشمنوں کے ساتھ اُلفت کرنا خُدا کے ساتھ دُشمنی ہے۔

— عورت کا نامحرم مرد سے ملائم گفتگو کرنا داخلِ بدکاری ہے اور اس کا باریک کپڑے پہننا ننگی ہونے کے حکم میں ہے۔

— کُفر کے بعد سب بڑا گناہ دِل آزاری ہے خواہ مومن کی ہو یا کافر کی۔

— اس دُشمن کا دفعیہ سخت مشکل ہے جو اطاعت کی راہ سے آئے۔

— شعر خوانی اور قصہ گوئی بدبختوں کے نصیب کر اور اپنے لیئے خاموشی۔

— موذّن منادِ رحمٰن ہے اور گوّیا منادِ شیطان ہے۔

— سرود و نغمہ ایک زہر ہے جو شہد میں ملا ہوا ہے اور گانا بجانا زنا کا بستر ہے۔

— کسی فقیہ نے کسی زمانہ میں سماع و رقص کے جواز کا فتویٰ نہیں دیا۔ اور جو اس کو جائز بتلائے ہرگز اس کا اعتبار نہ کر۔

— متکبّروں کے ساتھ تکبّر کرنا صدقہ ہے۔

— آخرت کا کام آج اور دُنیا کا کام کل۔

— اِسلام غریبوں میں ظاہر ہوا اور عنقریب غریبوں میں ہی رہ جائے گا۔

— دولت مندی سے زیادہ کوئی چیز ایمان میں خلل انداز نہیں ہے۔

— دولت مند ہر پیغمبر کو جھٹلاتے رہے اور غریب مسکین ہی ان کی تصدیق کرتے رہے۔

_____ دُنیا میں آرام کا خواہاں بے وقُوف اَور عقل سے دُور ہے۔

_____ ناقص پیشوا آخرت کی کھیتی کا ناقص تخم ہے۔

_____ اہل وعیال کے ساتھ حد سے زیادہ محبّت مت کر کہ ضروری کام میں فتور آئے۔

_____ ہر عمل جو موافقِ شریعت ہے ذِکر میں داخل ہے اگرچہ خرید و فروخت ہو۔

_____ جس کے پاس بیوی۔ گھر۔ نوکر اَور سواری ہے وُہ بادشاہ ہے۔

_____ نفس پر شریعت کی پابندی سے زیادہ کوئی چیز دُشوار نہیں ہے۔

_____ خلافِ شریعت ریاضتیں اَور مجاہدات خسارہ ہی خسارہ ہے۔

_____ احسان سب جگہ بہتر لیکن پڑوسی کے ساتھ بہترین ہے۔

_____ دُنیا ایک نجاست ہے جو سونے میں چھپائی گئی ہے۔

_____ ضرُوری حاجتیں دُنیا طلبی میں داخل نہیں ہیں۔

_____ زندگی کی فرُصت بہت کم ہے اَور ہمیشہ کا عذاب یا راحت اِسی پر مرتّب ہے۔

_____ تمام مخلوقات میں زیادہ محتاج اِنسان ہے سب سے زیادہ عذاب عالِم بےعمل پر ہوگا۔

_____ اللہ کو جاننا یہ ہے کہ شِرک نہ کرے اَور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو سمجھنا یہ ہے کہ اُن کے سوا کِسی کی پیروی نہ کرے۔

ارشاداتِ عالیہ قبلہ حضرت علامہ عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

فرمایا۔ اللہ کے ذِکر کے سوا جو چیز ہے باطل ہے۔

— جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

— عقل خُداشناسی کے لِئے پیدا کی گئی ہے۔

— نیکی کی توفیق پر نفس پر غرور مت کر۔

— مومن کا شیوہ ہے نعمت میں شکر اور مصیبت میں صبر کرے۔

— موت سے پہلے مرجاؤ راحت پاؤ گے۔

— فقیری کی منزل میں طعن ضروری ہے۔

— چھوٹا گناہ بڑے گناہ کو دعوت دیتا ہے۔

— دوستو۔ جلدی جلدی مِلا کرو اِس سے محبّت بڑھتی ہے۔

— دوستو۔ دُنیا دِل لگانے کی جگہ نہیں۔

— دوستوں کی مجلس میں راحت ہے۔

— مومن دُنیا کو مُسافر خانہ سمجھتا ہے۔

— صحت پر ہر چیز کا دار و مدار ہے۔

منظوم مؤلّف

"دُشمنی دُنیائے دُوں کی در خورِ ماتم نہیں
دوستی اِس کی میسّر ہو تو کوئی غم نہیں

دُشمنوں کا زندگی کے ہر ڈگر پر ساتھ ہے
پر عدُو کے ہاتھ سے بالا خُدا کا ہاتھ ہے

اِس چمن میں ہر تمنّا آشیاں برباد ہے
ہاں، مگر جو دِل خُدا کی یاد سے آباد ہے

اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْر
اِس خبر سے بے خبر ہونے کا ہے سارا فتور

فرمودات عالیہ

قبلۂ عالم الحاج حافظ حضرت حبیبُ الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ

فرمایا۔ دوستو! اصل عزت اللہ اور اللہ کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے پاس ہے۔

___ دوستو! نفس سے جہاد سب سے افضل جہاد ہے۔

___ دوستو! سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے چوبیس گھنٹے کا رشتہ قائم کرو۔

___ دوستو! کسی دُنیادار سے مانگنا غلط ہے۔ رسُول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلّم) سے مانگو۔

___ دوستو! کوشش کرو کہ دِل ٹھیک ہو۔

___ دوستو! یہ دُنیا جائے سکُون و راحت نہیں ہے۔

___ دوستو! رسُول اللہ صلی اللہ علیہ کے احکام کی پیروی کرو اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے رشتہ جوڑو۔

فرمایا ؎

چُوں غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

___ دوستو! ضبطِ نفس میں محکم رہو (اور پھر آپ نے یہ آیت پڑھی لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ)

فرمایا کہ حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا وصال میرے لیئے تین گنا نقصان ہے یعنی کہ میں اپنے والدِ محترم کے سایہ سے محرُوم ہوگیا۔ اپنے اُستادِ محترم کی رہنمائی سے رہ گیا اور اپنے مُرشدِ معظم کی رُشد و ہدایت کی تعلیم سے منقطع ہو گیا لیکن میرا عقیدہ اور مشاہدہ ہے کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اب ان پر پہلے سے زیادہ مہربان ہیں یاد رکھو کہ وفات کے بعد فیض ہزاروں گنا بڑھ جاتا ہے جب جسمانی بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں تو رُوح لاکھوں گنا زیادہ طاقت پکڑ لیتی ہے۔

فرمایا۔ دوستو! رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی تابعداری ہی دراصل اللہ تعالیٰ کی تابعداری ہے۔

یہ اشعار آپ اکثر دُعا میں شامل فرماتے ہیں ؎

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا — يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِيْ فِيْ بَحْرِ هَمٍّ مُّغْرَقٌ — خُذْ يَدِيْ سَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

منتخبات

(مکتوباتِ امامِ ربّانیؒ، آثار الکریم، ہدایت الانسان، بیاضِ شیخ نصیر الدین صاحبؒ)

(ا) اشعارِ فارسی

شنیدم کہ در روزِ اُمید و بیم
بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

دادیم ترا ز گنجِ مقصود نشاں
ما گر نہ رسیدیم تو شاید برسی

بمقبولی کسے را دسترس نیست
قبولِ مقبلاں در دستِ کس نیست

بر مریدِ صادق و صاحب تمیز
ہست ذکرِ سیرتِ پیراں عزیز

ذکرِ پیراں تازہ ایمانش کند
قصۂ آں جلوہ بر جانش کند

گنج بخشِ فیضِ عالم مظہرِ نورِ خدا
ناقصاں را پیرِ کامل کاملاں را رہنما

آں دل کہ رم نمودے از خوبرو جواناں
دیرینہ سال پیرے بردہ بہ یک نگاہے

اے بسا ابلیس آدم روئے است
پس بہر دستے نباید داد دست

گفت پیغمبر بآوازِ بلند
بر توکل زانوئے اُشتر بہ بند

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

تُو درو گم شو کمال ایں ست و بس
تُو مشو اصلا وصال ایں ست و بس

عاشق کہ شد کہ یار بحالش نظر نہ کرد
اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

خاکساران جہاں را بحقارت منگر
تُو چہ دانی کہ دریں گرد سوارے باشد

کفر کافر را و دیں دیندار را
ذرۂ دردے دلِ عطارؒ را

زندگی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آں است کہ با دوست وصالے دارد

ذکر گُن ذِکر تا تُرا جان است
پاکیٔ دِل ز ذِکرِ رحمان است

پس از سی سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ یک دم با خدا بُودن بہ از مُلکِ سُلیمانی

از خُدا خواہیم توفیق ادب
بے ادب محرُوم ماند از فضلِ رب

آں چہ زر مے شود از پرتو آں، قلب سیاہ
کیمیاست کہ در صحبتِ درویشاں است

ستم است گر ہوست کشد کہ بہ سیرِ سرو دسمن درآ
تو ز غنچہ کم نہ دمیدہ ای در دل کشا بہ چمن درآ

(ب) اشعارِ اُردُو

زباں پہ بارِ اِلٰہا یہ کِس کا نام آیا
کہ میرے نُطق نے بوسے مرے دہاں کے لیئے

اُلفت کا جب مزا ہے کہ ہو تم بھی بے قرار
دونوں طرف ہو آگ برابر لگی ہُوئی

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اُس کے زورِ بازُو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

جب اس انگارۂ خاکی میں ہوتا ہے یقیں پیدا
تو کر لیتا ہے یہ بال و پرِ رُوح الامیں پیدا

یقیں محکم، عمل پیہم، محبّت فاتحِ عالم
جہادِ زندگانی میں ہیں یہ مردوں کی شمشیریں

کرو مہربانی تم اہلِ زمیں پر
خُدا مہرباں ہوگا عرشِ بریں پر

مریضِ عشق پر رحمت خُدا کی
مرض بڑھتا گیا جُوں جُوں دوا کی

نہیں مِلتا ترے محمل کا نشاں اے لیلےٰ
چھان مارے ترے مجنوں نے بیاباں کتنے

رسُول اللہ آتے ہیں جہاں ہو ذکرِ خیر اُن کا
تو اس صُورت سے اپنے گھر بُلا لے جس کا جی چاہے

فرش والے تِری عظمت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا

عمل سے زندگی بنتی جنّت بھی جہنّم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

مرے گناہ زیادہ ہیں یا تری رحمت
کریم تو ہی بتا دے حساب کر کے مجھے

چند عنایات تری ہوں تو گنی بھی جائیں
فضل کا سیل بہاتے تجھے دیکھا ہم نے

دِل کے آئینے میں ہے تصویرِ یار　　جب ذرا گردن جُھکائی دیکھ لی

وُہ مزا دیا تڑپ نے کہ یہ آرزُو ہے یارب　　میرے دونوں پہلوؤں میں دِل بیقرار ہوتا

بُرا ہُوں یا بھلا ہُوں خیر جَیسا ہُوں تمہارا ہُوں

طریقہ ہے کریموں کا نبھانا اپنے چاکر سے

جو چمن سے گذرے تو اَے صبا تو یہ کہنا بلبلِ زار سے

کہ خزاں کے دن بھی قریب ہیں نہ لگانا دِل تُو بہار سے

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا　　دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا

تجھ سے مانگوں میں تجھی کو کہ سبھی کچھ مِل جائے　　سَو سوالوں سے یہی ایک سوال اچھا ہے

رہروِ تشنہ لب نہ گھبرانا　　وُہ لیا چشمۂ بقا تُو نے

(ج) اشعارِ پنجابی

مالا پھیرے جُگ گیو اُور گیا نہ من کا پھیر

کر کا منکا چھوڑ کے من کا منکا پھیر

کاگا سب تن کھائیو، چُن چُن کھائیو ماس

دو نیناں مت چھیڑیو، انہیں پیا ملن کی آس

بھیکا کھڑا وِچ بازار گُل دی مانگے خیر

کُتا دَر دَر پھرے، دَر دَر دُر دُر ہو

ایک دَر کا ہو رہے، دُر دُر کرے نہ کو

مندر ڈھا دے، مسجد ڈھا دے، ڈھا دے جو ڈھے جاندا

اِک کِسے دا دِل نہ ڈھائیں، سوہنا رب دلاں وِچ رہندا

گیا وقت ہسّن کھیڈن دا، آیا وقت فریدا چلن دا　　او کھا ویلا یار ملن دا، جان لباں تے آوندی اے

محمدؐ نوں چھڈیاں گذارا نہیں ہونا　　منالے توں جیویں وی مَندا وی سوہنا

ایہہ دُنیا توں چھڈ دیں ہو سکدا گذارا　　محمدؐ نوں چھڈیاں گذارا نہیں ہونا

(د) رُباعیاتِ فارسی

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بُت پرستی باز آ
ایں درگہِ ما، درگہِ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

(ابوسعید ابوالخیرؒ)

مرا شیخ دانائے مُرشد شہابؒ
دو اندرز فرمُود بر رُوئے آب
یکے آں کہ بر خویش خوش بیں مباش
دِگر آں کہ بر غیر بدبیں مباش

سعدیؒ

مپندار سعدی کہ راہِ صفا
تواں رفت جُز در پئے مصطفےٰ
خلافِ پیمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

سعدی

تسبیح ملک را و صفا رضواں را
دوزخ بداں را و بہشت مر نیکاں را
دُنیا جم را و قصر خاقاں را
جاناں ما را و جانِ ما جاناں را

سرمد کار اختصار می باید کرد
یک کار ازیں دو کار می باید کرد
یا سر برضائے دوست می باید داد
یا قطعِ نظر زیار می باید کرد

سرمد شہید

سرمد غمِ عشق دردمنداں دانند
خود منشاں و خود پسنداں دانند
از نقش تواں بسُوئے نقاش شدن
ایں نقشِ عزیب نقشبنداں دانند
منزلِ عشق بسے دُور و دراز است ولے
طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے
در طلب کوش و مدہ دامنِ اُمیّد ز دست
دولتے ہست کہ یابی سرِ راہے گاہے

(د) رُباعیاتِ اُردُو

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے
جو ہوگا تِرے کرم سے ہوگا

حالی

یہ دُنیا عجب رام کہانی دیکھی
ہر چیز یہاں کی آنی وفانی دیکھی
آکر جو نہ جائے وُہ بڑھاپا دیکھا
جاکر جو نہ آئے وُہ جوانی دیکھی

حالی

کیا کیا دُنیا سے صاحبِ مال گئے
دولت نہ گئی ساتھ نہ اطفال گئے
پہنچا کے لحد تلک پھر آئے سب دوست
ہمراہ اگر گئے تو اعمال گئے

نہ سُنو گر بُرا کہے کوئی
نہ کہو گر بُرا کرے کوئی
روک لو گر غلط چلے کوئی
بخش دو گر خطا کرے کوئی

غالب

ماں باپ سے بھی سوا ہے شفقت تیری
افزوں ہے تِرے غضب سے رحمت تیری
جنّتِ اِنعام کر کہ دوزخ میں جلا
وُہ رحم تِرا ہے یہ عدالت تیری

عصیاں سے کبھی ہم نے کنارا نہ کیا
پر تُو نے دِل آزُردہ ہمارا نہ کیا
ہم نے تو جہنّم کی بہت کی تدبیر
لیکن تیری رحمت نے گوارا نہ کیا

کٹی گناہوں میں عُمر ساری الٰہی توبہ الٰہی توبہ
ہیں عبدِ عاصی تُو ربِّ باری، اِلٰہی توبہ الٰہی توبہ
گُنہ کی گٹھڑی رکھی ہے سر پہ قدم اُٹھاؤں نہیں سکے کیونکر
کٹھن ہے منزل ہے بوجھ بھاری، الٰہی توبہ الٰہی توبہ

سخت ہے میری مصیبت سخت گھبرایا ہوں میں
بن کے فریادی تری سرکار میں آیا ہوں میں

آہ تیرے سامنے آنے کے نا قابل ہوں میں
منہ چھپا کر مانگتا ہوں تجھ سے وہ سائل ہوں میں

(س) متفرق فقرات (نثر)

ایمان۔ اللہ تعالیٰ کے سوائے سب چیزوں سے قطع تعلق کرنا جن کی طرف دِل مائل ہوتا ہے خواہ وُہ نفع رساں ہوں یا ضرر رساں۔

توبہ۔ انسان اس راستہ سے جو اللہ تعالیٰ سے دُور ہے ہٹ کر ایسا رستہ لے جو اُس کے قرب کی طرف جاتا ہے۔

عبادت۔ جو کچھ بندہ کام کرے جو خدا کے پسندِ خاطر ہو۔

عبودیّت۔ جو کچھ خدا کرے وُہ بندہ کے پسندِ خاطر ہو۔

(عبادت تو بندگی کا نام ہے اور عبودیّت بندہ ہونے کا نام ہے۔ جو شخص ایک گھڑی عبودیّت کے ساتھ بندگی کرے وُہ بہتر ہے کہ ایک سال کی عبادت کرے)

محبّت } از دِل خیزد و بر دل مے ریزد۔

محنت } محنت اور محبّت میں صرف نقطے کے اُوپر نیچے کا فرق ہے ورنہ صُورت اور معنی میں ایک ہی ہیں۔ (اِس میں اِشارہ یہ ہے کہ جہاں کہیں محبّت ہے محنت سے خالی نہیں)

اعتقاد۔ اعتقاد عمل پر مقدّم ہے۔ اور عبادت کی مقبُولیّت، عقیدے کی صحّت پر موقُوف ہے۔

ع قیاس کن زِ گلستانِ من بہارِ مرا

قبلۂ عالم حضرت حافظ محمد عبدالکریم علیہ الرحمۃ کے

خُلفائے عظّام

قبلۂ عالم حضرت حافظ عبدالکریم صاحب قدس سرہٗ کے خلفائے عظّام میں سے چیدہ چیدہ حضرات کا مختصراً تعارف درج ذیل ہے حضرت سائیں کریم بخش صاحب سب سے پہلے شخص ہیں جن کو قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے داخلِ طریقہ فرمایا۔

سائیں کریم بخش رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا اسمِ گرامی میراں بخش تھا۔ اس کو شرک جان کر انہوں نے اپنا نام کریم بخش بدل دیا۔ آپؒ پہلے وہابیہ نجدیہ عقائد و خیالات رکھتے تھے۔ ایک مرتبہ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نالہ لئی کے کنارے مراقبہ میں بیٹھے تھے کہ سائیں صاحبؒ کا ادھر سے گزر ہوا حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا مانگنے کے بعد فرمایا۔ آؤ تمہیں اللہ کا ذکر بتاؤں۔ سائیں صاحبؒ نے کہا کہ یہ شرک ہے بحث و تمحیص کے بعد طوعاً و کرہاً داخلِ طریقت ہو گئے اور مُرشدِ کامل کی نظر نے آپؒ کو کیمیا کر دیا۔

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

آپؒ کے عقائد یکسر بدل گئے عشقِ الٰہی کا غلبہ اس قدر رہا کہ سائیں مجذوب مشہور ہو گئے اور بے شمار مخلوق کی فیض رسانی کا باعث ہوئے۔ آپؒ کا وصال مدینہ منوّرہ میں ہوا۔ مزار مُبارک جنّت البقیع میں ہے۔

تمھی سے شہیدوں میں داخل ہوئے ہیں گُل و لالہ و ارغواں کیسے کیسے

جناب بابُو کرم الدّین صاحب رحمۃُ اللہ علیہ

آپؒ نے بیعت تو حضرت خواجہ فقیر محمدؒ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مُبارک پر کی لیکن تربیت اور ترقی کے لیے آپؒ کو قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کیا گیا آپؒ اپنے پیر و مرشد سے والہانہ عقیدت رکھتے تھے۔ اور ذکرِ جہر کی جگہ خدامِ دربار سے حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی باتیں پُوچھتے رہتے۔ فرماتے ذکرِ خیر وظیفہ سے کم نہیں بلکہ اولیٰ تر ہے کہ حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ سایۂ رہبر بہ از ذکرِ حق۔ اور پھر ذکرِ حبیب وصلِ حبیب سے کم نہیں ہوتا۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے قربت یہاں تک پہنچی کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ صاحب کے ساتھ آپؒ کی دُخترِ نیک اختر کا نکاح ہوا اور صاحب زادگان منظور الٰہی صاحب مرحوم اور محبوب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ بابو کرم الدین صاحب کے نواسے ہیں۔ زندگی کا بیشتر حصّہ لالہ موسےٰ میں گذارا۔ وہاں ۱۳۴۵ھ میں محلّہ کریم پُورہ میں سفرِ حج کے زادِ راہ سے ایک مسجد تعمیر کی کیونکہ اچانک بیماری کی وجہ سے آپؒ سخت نحیف، ضعیف اور لاغر ہو گئے تھے۔ بابو صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ۲۱۔ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ کو انتقال فرمایا۔

جناب قاضی عالم الدّین صاحب رحمۃُ اللہ علیہ

آپؒ گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہونے کی وجہ سے فقیر مؤلف کے والدِ محترم شیخ نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قریبی دوست تھے۔ اور گھنٹہ گھر کے قریب آپؒ کا مکان تھا جہاں راقم الحروف نے بھی ایّامِ طفولیّت میں ایک مرتبہ آپؒ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ آپؒ کی سادہ اور درویشانہ وضع قطع اور طبیعت کا آج بھی دِل پر گہرا نقش ہے۔ آپؒ قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے فاضل اور اجل خلیفہ تھے اور آپؒ کے بے حد منظورِ نظر۔ آپؒ صحیح معنوں میں اسم بامسمّٰی تھے آپؒ نے بحکم مُرشدِ کامل "مکتوبات شریف" حضرت امامِ ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا اُردو میں ترجمہ کیا جو قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے رُوحانی تصرّف اور استمداد کی بدولت ایک

بے مثل اور لازوال کارنامہ ہے۔ مزید برآں "آثار الکریم" اور "فیض الکریم" تصوف کی بلند پایہ کتب ہیں "مجموعہ گلزار الکریم" بھی آپ کے روحانی فیوض و برکات کا مخزن ہے۔ علاوہ ازیں "ہدایت الانسان" کی جو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے قاضی صاحب علیہ الرحمۃ نے ہی ترتیب و تدوین کی۔

قبلہ قاضی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہایت منکسر المزاج اور مسکین طبع تھے۔ اور یہی عجز و نیاز ان کا طرۂ امتیاز ہے۔ آپ کا وطن مالوف موضع بھڈیار تحصیل پسرور ضلع سیالکوٹ ہے۔ لیکن آپ تمام عمر گوجرانوالہ میں اقامت پذیر رہے۔ مزار پُر انوار بڑے قبرستان گوجرانوالہ میں ہے۔

مولوی حاجی فیروز الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مولوی صاحب موہڑہ پرکاں متصل مندرہ ضلع راولپنڈی کے رہنے والے تھے اور قبلہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدیمی دوستوں میں سے تھے۔ طبعاً مجذوبی کیفیت کے مالک تھے۔ مرشد کامل کی نظر نے قطرے کو گوہر بنا دیا۔ جب قبلہ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ حج مبارک کے لئے تشریف لے گئے تو مولوی فیروز الدین صاحب آپ کے ہمراہ تھے۔ اور خدمت بجا لاتے رہے۔ منازل سلوک طے کر کے درجۂ تکمیل کو پہنچے۔ اپنے علاقہ پوٹھوار میں انہیں مقبولیت اور شہرت حاصل تھی۔ آپ نے بوقت وصال اپنے مقامی دوستوں اور نیک و صالح آدمیوں کو بلا کر ذکر جہر شروع کیا۔ ذکر اللہ کے عاشق تھے۔ اسی ذکر کی حالت میں راہی ملک بقا ہوئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ کا مرقد موہڑہ پرکاں میں ہے۔

حاجی نظام الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد و مسکن کٹاریاں متصل نور پور شاہاں ضلع راولپنڈی ہے اور مزار مبارک بھی وہیں ہے۔ آپ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدیم اور مخلص و ممتاز خلیفہ تھے اور احکام شریعت و طریقت کے سخت پابند تھے۔ ایک مرتبہ جب آپ بیت اللہ شریف میں مقیم تھے کہ قبلہ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حج مبارک کے لئے تشریف لے گئے۔ طواف کے دوران آپ کی نظر مرشد کامل پر پڑی تو نعرہ مار کر بے ہوش ہو گئے۔ آپ اپنے پیر کامل کے شیدائی اور فدائی تھے۔ آپ کی ذات اقدس

سے بہت سی مخلوقِ خدا کو ہدایت نصیب ہوئی۔ آپؒ کی نمازِ جنازہ خود قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی جس میں اولیاء اللہ اور رجال الغیب شریک تھے۔

مثلِ ایوانِ سحر مرقد فروزاں ہو ترا　　نور سے معمور یہ خاکی شبستاں ہو ترا
آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

سیّد غلام شبّیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ای۔ اے۔ سی)

آپؒ سادات سے تھے۔ آپؒ کا مسکن و مولد قصبہ تلون ضلع جالندھر تھا۔ آپ صوفی محبوب الٰہی صاحب کی شخصیّت سے متاثر ہو کر حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے۔ مرشدِ کامل آپؒ پر بے حد مہربان تھے۔ اور اُن کو مقامِ خاصاں عطا فرمایا تھا۔ آپؒ ۳۱۔ مئی ۱۹۳۵ء میں کوئٹہ میں زلزلہ کے حادثہ کا شکار ہو گئے۔

خوش درخشید ولے شعلۂ مستعجل بود

سائیں نور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ پنڈ جھاٹلہ تحصیل راولپنڈی کے رہنے والے تھے محکمہ پولیس میں ملازم تھے یادِ الٰہی نے اپنی طرف کھینچ لیا اور ملازمت ترک کر دی۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے خلعتِ خلافت عطا فرمائی اور ہند کی سیاحت کے لیئے ارشاد فرمایا۔ آپؒ نسبتِ مجدّدیہ کے مظہر تھے۔ آپؒ کا مزار بمقام گھکر متصل قصبہ امیٹھی ضلع لکھنؤ دریائے گومتی کے کنارے پر واقع ہے۔

جناب الحاج حضرت صوفی عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جناب صوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اصلی مولد قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر تھا۔ ابتدائی عمر میں تلاشِ معاش میں ریلوے ورکشاپ میں ملازم ہو گئے۔ قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سُنا تو حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ مصلحتِ ایزدی کے تحت نوکری چھوٹ گئی۔ اور حضرت

قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ نے آپؒ کو مخلوقِ خدا کی ہدایت و رہنمائی کے لیئے برما جانے کا حکم دیا۔ وہاں رنگون کے قریب ریلوے ورکشاپ میں ملازمت مل گئی اور ایک سال کے بعد آپؒ کو دربارِ عالیہ کی طرف سے خلعتِ خلافت اور بیعت کرنے کی اجازت عطا ہو گئی اور مخلوقِ خدا کو بہت فیض پہنچا اور ہزاروں لوگ مُرید ہو گئے۔ قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ نے بذاتِ خود تین چار مرتبہ برما کا دورہ فرمایا اور صُوفی صاحبؒ کو لطفِ خاص سے نوازا۔ صُوفی صاحب رحمۃ اللہ علیہ شکل میں قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے مشابہ تھے اور سفید داڑھی کی وجہ سے نئے دوستوں کو پہچاننے میں مغالطہ ہو جاتا۔ ضعیف العمری میں آپؒ سہارن پور میں مقیم ہو گئے۔ اور ۲۸۔ نومبر ۱۹۵۰ء بروز منگل وار مطابق ۱۷ صفر المظفر ۱۳۷۰ھ، ۱۳ مگھر ۲۰۰۷ بکرمی کو اس دارِ فانی سے انتقال فرما گئے۔

حضرت مولانا الحاج صُوفی صافی مولوی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ جناب قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ کامل تھے۔ بزرگ عالی نسب، علم و فضل اور تقویٰ و حضور و صفا میں اپنے زمانے کے مشاہیر اولیاء میں اونچا مقام رکھتے تھے۔ آپؒ کا مولد و مسکن کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ تھا۔ صاحبِ کرامت تھے۔ دربارِ عالیہ کے ادنیٰ سے ادنیٰ خادم کو اپنا مخدوم سمجھتے تھے۔ حضرت قبلۂ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی معیّت میں فریضۂ حج ادا کیا اور زیارتِ فیض بشارت روضۂ اطہر سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلّم سے مشرّف ہوئے۔ حاجی صُوفی محمد نیاز الدّین صاحب اور صُوفی محمد حسین صاحب ہر دو کو خلافت و اجازتِ بیعت جناب قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کی تھی مگر بیعت وُہ صُوفی مولوی ثناء اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر ہوئے تھے۔

الحاج صُوفی محمد نیاز الدّین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صُوفی حاجی محمد نیاز الدین صاحب علیہ الرحمۃ کا وطن مالوف بھی کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپؒ بسلسلۂ معاش کلکتہ کے قریب ہوڑہ میں مقیم تھے۔ آپؒ نے حضرت صُوفی

مولانا ثناء اللہ صاحب کے دستِ حق پرست پر بیعت کی۔ کلکتہ اور مضافات کے علاوہ دارجلنگ اور تمام بنگال میں آپ کا ارشاد اور فیض جاری ہے۔ ہوڑہ میں زمانہ قدیم کی ایک مسجد کو دوبارہ عالی شان طور پر تعمیر کروایا اور مسجد کا نام "مسجد صوفیہ کریمیہ" رکھا۔ آپ نے شریعت اور طریقت کی اشاعت میں بہت محنت اور جانفشانی دکھائی۔ آپ نے ۶۔ اگست ۱۹۴۲ء بمطابق ۲۴۔ رجب ۱۳۶۱ھ میں اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا۔

راس المفسرین اُستاذ المحدثین فقیہ اعظم الحاج ابو یوسف مولوی محمد شریف صاحب رحمۃ اللہ علیہ

صاحبِ مذکور حضرت حافظ صاحب قدس سرہٗ کے جلیل القدر خلیفہ اور علمائے زمانہ میں ممتاز مقام کے مالک تھے۔ تمام ہند میں بے شمار اولیائے کرام اور علمائے عظام کی صحبت و خدمت میں حاضر ہوئے لیکن گوہرِ مقصود قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں ملا۔ آپ صاحبِ قال بھی تھے اور صاحبِ حال بھی۔ "گلزارِ نقشبندیہ" میں آپ کا عربی، فارسی اور اردو میں منظوم کلام شامل ہے۔ آپ نے فرقہ ہائے باطلہ وہابیہ نجدیہ، شیعہ شنیعہ اور فرقہ ضالہ مرزائیہ کی تردید میں بہت عمدہ رسائل اور دینی کتب تصنیف فرمائیں۔ صاحبِ ممدوح اور مذکور کا مولد و مسکن کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ نے کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں انتقال فرمایا۔

الحاج مولانا مولوی حکیم خادم علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حکیم صاحب مذکور قبلۂ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے اکابر میں سے ہیں۔ آپ فضائل ظاہری سے آراستہ اور فضائل باطنی سے پیراستہ تھے۔ آپ ایک بلیغ مقرر اور اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔ آپ کے قصائد اور اشعار "گلزارِ نقشبندیہ" میں موجود ہیں۔ کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ آپ کا مسکن تھا۔ آپ اعلیٰ درجے کے حکیم حاذق تھے اور روحانی اور جسمانی طور پر خدمتِ خلق فرماتے تھے۔

طریقت بجز خدمتِ خلق نیست ۔۔۔ بہ تسبیح و سجادہ و دلق نیست

آپ نے کوٹلی لوہاراں ضلع سیالکوٹ میں انتقال فرمایا۔

حضرت مولوی فضل احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ حضرت قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفائے عظام میں سے ہیں۔ ابتدا میں چند کتب دینی مولوی محمد غوث صاحب سکنہ بانٹھ سے پڑھیں۔ بعد میں گوجرخان میں قاضی عبدالعزیز صاحب سے قرآن مجید اور دیگر چند کتب پڑھیں۔ پھر رہبرِ کامل کا اشتیاق ان کو نگری نگری پھراتا قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں لے گیا اور پھر وہیں کے ہو رہے۔

آپ ذکرِ الٰہی میں مستغرق رہتے اور ذکرِ جہر بہت جوش و جذبہ سے فرماتے۔ گرمیِ فطرت کا یہ عالم تھا کہ شدید سرما میں تہجّد کے وقت صرف ململ کا کرتہ پہنے چھت پر کھڑے سورۂ یوسف کی تلاوت فرمایا کرتے اور ذرّہ بھر سردی محسوس نہ ہوتی۔ اگر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خاطر نظرِ شفقت نہ ہوتی تو مجذوب ہو جانے کا احتمال تھا۔ آپ ذکرِ جہر سے مُردہ دلوں کو گرما دیتے تھے۔ جہلم، میانوالی، سرگودھا، جھنگ اور فیصل آباد کے اطراف میں بہت سی مخلوق نے آپ کے وسیلہ سے ہدایت پائی۔

آپ چکوال میں فقیر مؤلّف کے والد بزرگوار جناب الحاج شیخ نصیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چکوال) کے پاس گاہے بہ گاہے تشریف لاتے تھے اور ذکرِ جہر سے ہمارے گھر کی چار دیواری لرز اُٹھتی تھی۔ جو ولولہ اور جوش و خروش میں نے آپ کے ذکرِ جہر میں دیکھا ہے اور کہیں دیکھنے میں نہیں آیا۔ آپ نے ۱۹۷۰ء میں اس دارِ فانی سے انتقال فرمایا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

میاں محمد عبداللطیف صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ریٹائرڈ سیشن جج

قبلہ میاں محمد عبداللطیف صاحب زاد لطفہ، وعنایتہٗ بلادِ شریفہ لاہور کے رہنے والے ہیں اور محکمہ سول کے ایک افسرِ اعلیٰ کی حیثیت سے زندگی گزاری۔ قلبِ بیمار کے بہانے مسیح الحاک کی خدمتِ اقدس میں نہایت سادہ لباس اور صورت میں عیدگاہ شریف میں حاضر ہوتے اور

حقیقی طلب کا اظہار کیا طبیعت کی عاجزی اور انکساری حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو بہت پسند آئی۔ آپ نے جج صاحب کو داخلِ طریقہ فرمایا اور مرشدِ کامل کا حق ادا کرتے ہوئے آپ کو خلافت اور اجازتِ بیعت عطا فرمائی۔ میاں صاحب ملتان، کرنال، ضلع ہوشیار پور، جالندھر، کانگڑہ اور دیگر مقامات پر فائز رہے۔ آپ نے ہر جگہ غافل مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ حدیث مبارکہ ہے کہ مومن شخص مسجد میں ایسا ہوتا ہے جیسے پانی میں مچھلی۔ مومن کی روحانی زندگی ذکرِ الٰہی سے وابستہ ہے اور مسجد ذکر کے لئے بہترین مقام ہے۔ جج صاحب کا اوڑھنا بچھونا ذکرِ الٰہی ہے اور رضائے الٰہی کے حصول کے لئے ریاضت اور عبادت اُن کی خوراک ہے۔ بایں ہمہ طبیعت میں انکساری اور تواضع بے حد زیادہ ہے۔ اور دربارِ عالیہ میں حاضری کے وقت جس عقیدت اور تواضع کا وہ اظہار کرتے ہیں اس سے "با ادب با نصیب" کا منظر آنکھوں کے سامنے اُبھر آتا ہے اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ جج صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ قبلہ عالم حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت پیاری اور قیمتی نشانی ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو عمرِ خضری عطا فرمائے۔ آمین۔

مخلص باللہ حاجی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کاٹھیاواڑ کے رہنے والے تھے بسلسلہ کاروبار برما میں مقیم تھے جب جناب صوفی عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ وہاں رشد و ہدایت کے لئے مامور ہوئے تو آپؒ نے ان کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی جب قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سیر و سیاحت کرتے ہوئے رنگون تشریف لے گئے تو آپؒ نے ان کو خلافت اور اجازتِ بیعت عطا فرمائی۔ اور اُن کے اوصافِ ظاہری اور باطنی کو دیکھ کر اُن کو فیوض و برکات سے نوازا۔ اُن کی مساعیٔ جمیلہ سے کافی مخلوق فیض یاب ہوئی۔

صوفی نواب الدین آف کھاریاں

بحکم قبلہ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ صوفی نواب الدین سکنہ موضع موہری تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کو بعض خطرناک لغزشوں کی بناء پر طریقت سے خارج کر دیا گیا ہے۔ اور

وُہ مردود ہو گیا ہے۔ مورخہ ۲۰ جون ۱۹۵۵ء

سیّد فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ ڈھریالہ جالپ تحصیل پنڈدادن خان ضلع جہلم کے رہنے والے تھے۔ نہایت کثیر الذکر و العبادات تھے۔ طالبینِ حق کی رُشد و ہدایت میں ہمہ تن مصروف رہتے۔ آپؒ کی ذاتِ بابرکات سے خلقِ خُدا کو بے حد فیض پہنچا۔

حافظ دین محمّد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ راولپنڈی سے چند میل دُور موضع گاڑ کے رہنے والے تھے۔ ایک کامل مُسلمان اور مردِ زاہد تھے۔ ایک عُمدہ مبلّغ اور حافظِ قرآن تھے۔ جوانی میں آپؒ عشقِ مجازی کا شکار ہو گئے تو قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دُعا سے آپؒ کی مجلس میں آ کر حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے اور پُرانی زندگی سے قطع تعلق کر کے نئی زندگی کا آغاز کیا۔ بمبئی کی طرف کئی مرتبہ سیر و سیاحت کی اور مخلوقِ خُدا کو ہدایت کا رستہ دکھایا۔ آپؒ کی تقریر پُر تاثیر ہُوا کرتی تھی۔

حاجی صُوفی میراں بخش صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ سب سے پہلے آستانۂ عالیہ پر حضرت قبلہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت پر مامُور ہُوئے اور مدّت مدید تک کمال صبر و استقامت اور ہمّت سے آپؒ کی خدمت کی۔ دُوسری مرتبہ جب حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ حج بیت اللہ شریف کے لِئے تشریف لے گئے تو آپؒ کی معیّت میں حج و زیارتِ بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ پاک حضرت صاحبِ لولاک صلی اللہ علیہ وسلّم سے بھی فائز اور مشرّف ہُوئے۔ اُمّی ہونے کے باوجُود اپنے مُرشدِ کامل کی توجہ اور نظرِ لطف کی بدولت خاص اثر رکھتے تھے۔ صاحبِ شریعت تھے اور ذکرِ جہر بہت جذبے اور جوش کے ساتھ فرماتے تھے۔ آپؒ بھی اکثر فقیر مؤلف کے والدِ محترم شیخ نصیر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ (سابق ہیڈ ماسٹر گورنمنٹ ہائی سکول چکوال) کے پاس تشریف لاتے اور مسجد میں قیام فرمایا کرتے۔ آپؒ کی شخصیّت

بہت سادہ مگر پُر کشش تھی۔ مدّت ہوئی آپؒ کا انتقال ہو گیا۔ ع
حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھا

سیّد راجن شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ موضع کمانوالہ متّصل شہر سیالکوٹ کے رہنے والے تھے طلب حق کا ولولہ دل میں موجزن تھا۔ پیرِ کامل کی طفیل منزلِ مُراد کو پہنچ گئے۔ حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آپؒ کے حال پر نظر کرمانہ فرماتے۔ آپؒ نے خدمتِ خلق کے لئے اَن تھک محنت کی۔ ۲۶۔ اپریل ۱۹۴۵ء کو آپؒ نے انتقال فرمایا۔

حافظ مولوی محمد اکبر کریمی رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا مولد ضلع گجرات پنجاب ہے۔ عرصہ دراز تک نیویں مسجد چوک متی لاہور میں خطیب رہے۔ آپؒ حافظِ قرآن تھے اور قرآن مجید نہایت ترتیل و تجوید سے پڑھتے تھے۔ کتابت کا کام کرتے تھے۔ قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے کمالات و تصرّفات سے آگاہ ہو کر آپؒ کی بیعت کر لی۔ لاہور میں حلقۂ ذکر اور دوستوں کی مجلس بحکم مُرشدِ کامل کرتے رہے۔ اپنے پیرِ کامل و اکمل کی نظرِ فیض کی بدولت آپؒ نے کافی ترقی کی۔ بالآخر آپؒ ضعیف العُمری میں لاہور میں انتقال کر گئے۔

سیّد حاکم شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ کا مولد و مسکن موضع وڑائچانوالہ ضلع گجرات ہے۔ آپؒ کی پہلی بیعت جناب پیر حیدر شاہ صاحبؒ جلال پُوری سے تھی۔ مگر اُن کے وصال کے بعد تکمیلِ مراتب کے لئے باشارۂ غیب قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہوئے۔ اور ع
نخستیں گام بر منزل رسیدی
مُرشدِ کامل کی پہلی ہی توجّہ سے صاحبِ مقام ہو گئے۔ اُمورِ شرعیہ میں راسخ القدم، تقلیدِ مُرشد میں

عالی ہمم اور آداب سلف کا جذبہ محکم رکھتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بروز سوموار مؤرخہ ۱۲۔ دسمبر ۱۹۴۹ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۶۹ھ بموجب ۲۷ مگھر ۲۰۰۶ب کو انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

صوفی حاکم دین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا آبائی وطن موضع ننگلیاں متصل پسرور ضلع سیالکوٹ تھا۔ آپ ایک عرصہ تک سیالکوٹ چھاؤنی میں بطور خیاط کام کرتے رہے۔ بعد ازاں آپ لاہور بھاٹی دروازہ میں رہائش پذیر ہوئے اور خلقِ خدا کو خوابِ غفلت سے بیدار کرتے رہے۔ آپ نہایت حلیم الطبع اور نرم کلام تھے۔

مولوی نور حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا وطنِ مالوف موضع موسیٰ متصل حضرو ضلع کیمبل پور (اٹک) تھا۔ آپ قبلہ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے منظورِ نظر خادموں میں سے تھے۔ بھلوال ضلع سرگودھا وغیرہ کے لوگوں کو آپ کی ذات سے بہت فیض پہنچا۔ آپ نہایت سادہ طبیعت اور درویشی پسند تھے اور عیدگاہ شریف کے درویشوں کے ساتھ مل کر خدمتِ آستانۂ عالیہ سے فیض حاصل کرتے رہے۔

الحاج مولوی محمد یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ میرپوری

آپ کا وطن میرپور (آزاد کشمیر) ہے۔ آپ کو قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے والہانہ عشق تھا۔ آپ کی اطاعت میں اُن کو بہت فیوض و برکات ملے۔ میرپور کے علاقے کے لوگوں کو آپ کی ذاتِ بابرکات سے بہت فیض حاصل ہوا ہے۔

الحاج مولوی دیوان علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

آپ موہری تحصیل کھاریاں ضلع گجرات کے رہنے والے تھے۔ قبلۂ عالم حضرت صاحب

رحمۃ اللہ علیہ کی نگہِ فیض سے مستفیض ہو کر خدمتِ بندگانِ خدا کے لئے منتخب ہوئے نہایت متشرع بزرگ تھے۔ زیارتِ حرمین الشریفین سے بھی مشرف ہوئے۔ گم گشتہ خلق کو دعوت اِلی الحق دے کر بیدار اور ہوشیار کرتے رہے۔

الحاج مولانا مولوی محمد سعید صاحب کاشغری رحمۃ اللہ علیہ

آپؒ ترکی النسل تھے مشرقی ترکستان کے شہر یارقند کے رہنے والے تھے۔ جب قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی زیارت ۱۹۱۱ء میں تشریف لے گئے تو اثنائے سفر آپؒ کی زیارت ہوئی تو پھر حلقۂ ارادت و خدمت میں داخل ہو گئے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی قرأت پر فریفتہ تھے۔ صاحبِ اجازت ہونے کے بعد مشرقی پاکستان میں آپؒ کی مساعی سے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کو بہت فروغ ہوا۔ آپؒ دو مرتبہ کاشغر سے راولپنڈی اپنے عقیدت مندوں کے ساتھ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لئے تشریف لائے۔ آپؒ مرشدِ کامل سے عقیدت اور محبت کا اعلیٰ نمونہ تھے۔

قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَلْاِسْلَامُ کُلُّہٗ ذَوْقٌ

فرمایا نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے اِسلام سب کا سب ذوق ہے

دُعائے حزبُ البحر

یہ بے نظیر دُعا حضرت شیخ ابُوالحسن شاذلی علیہ الرحمۃ کی تالیف ہے۔ اور آپؒ کا ارشاد ہے کہ اس دُعا کا ایک ایک لفظ اُنھوں نے سیّد الجنّ والانس سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مُبارک سے سُنا ہے اور اس میں رتی بھر کی کمی بیشی نہیں ہے۔ دُعائے حزبُ البحر کا صحیح نسخہ ہے جو شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی زبانِ مبارک سے حرف بہ حرف ادا ہوا جس میں اِس دُعائے مقبول بے مثل کی سندِ اجازت، حزب البحر کی زکوٰۃ اور اشارات کے بیان کے علاوہ مؤلف دُعائے حزب البحر حضرت شیخ ابُوالحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ کا مختصر حال بطور تعارف درج ہے۔ اس کے علاوہ اِس دُعا کے فقرات کے فوائد جو خاص حاجتوں کے حصُول کے واسطے اسماء جلالی یا جمالی کے ساتھ مِلا کر پڑھے جاتے ہیں، خاص مطلبوں اور فائدوں کے واسطے حزب البحر پڑھنے کا طریق دُعائے اعتصام اور دُعائے اختتام اور سُورۃ یٰسین پڑھنے کی ترکیب بھی درج ہے۔

دُعا پڑھنے کے لیئے کسی صاحبِ مجاز سے اجازت لینا ضروری ہے ورنہ اندیشہ ہلاکت اور ضرر ہے۔ یہ صحیح نسخہ دربار عیدگاہ شریف سے دستیاب ہے۔

ختم خواجگان قدس اللہ اسرارھم

قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو خلعتِ خلافت کے ساتھ ختم خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ کے پڑھنے کا ارشاد ہوا اور آپؒ نے تا زیست سفر و حضر میں ناغہ نہیں فرمایا۔ قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ہر رات کو ہزار بار سُورۃ اخلاص پڑھے اس کی برکت سے اُمید رکھے کہ حقیقتِ تعالیٰ کی رؤیت سے مشرف ہو، نیز ختم خواجگان سے صعب ترین دشمن سے حفظ و امن نصیب

ہوتا ہے نفسِ امّارہ اور شیطان سے بڑھ کر انسان کے لئے اور کوئی صعب ترین دشمن نہیں۔ اگر ان ہر دو دشمنوں سے پناہ مل جائے تو پھر کوئی خوف و خطر نہیں۔ نیز فرمایا کرتے کہ سورۂ اخلاص کے فضائل و خواص میں سے ہے کہ جو کوئی اسے دس مرتبہ پڑھے۔ حق تعالےٰ اس کے تمام گناہ بخش دیتا ہے چہ جائیکہ ختم شریف میں ہزار مرتبہ پڑھی جاتی ہے۔

ختم حضرت خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

اوّل درود شریف سو بار۔ پھر یَا خَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ پانچ سو بار، پھر درود شریف سو بار۔

ختم شریف حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

اوّل درود شریف سو بار، پھر سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ ط وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ط پانچ سو بار، پھر درود شریف سو بار۔

ختم شریف حضرت خواجہ محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ

اوّل درود شریف سو بار، پھر لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّیْ کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ پانچ سو بار، پھر درود شریف سو بار۔

ختم خواجگان قدس اللہ اسرارہم کے علاوہ

صبح کا ختم

یہ ختم بعد از ادائے تہجد قبل از نماز فجر حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ بلاناغہ پڑھا کرتے تھے جو حاضری و زیارتِ مدینہ منوّرہ روضۂ اطہر کے وقت جناب سیّد الاوّلین والآخرین نے پڑھنے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔ سحر کا وقت دن اور رات میں اسی فضیلت کا حامل ہے جو سال کے ایّام میں یومِ عرفہ کو۔ مہینوں میں رمضان المبارک کو اور ہفتہ کے دنوں میں جمعۃ المبارک کو حاصل ہے ۔۔

وقتِ سحر وقتِ مناجات ہے　　خیز دراں وقت کہ برکات ہے

حدیثِ مبارکہ کے مطابق اللہ تعالیٰ آخرِ شب میں آسمانِ دنیا پر نزولِ اجلال فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کہ ہے کوئی جو مجھ سے دعا مانگے تاکہ میں قبول کروں۔ اور کوئی ہے جو مجھ سے طلب کرے اور میں دوں، کوئی ہے جو مجھ سے مغفرت چاہے تاکہ میں اسے بخش دوں۔

شجرہ طیبہ خواجگان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ صبح اور شام ختم شریف کے بعد دونوں وقت شجرہ طیبہ حضرات خواجگان رحمہم اللہ تعالیٰ پڑھا جاتا۔ اس کے بے شمار ظاہری اور باطنی فوائد ہیں۔ اور جملہ خواجگان نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی توجہ سائل پر ہوتی ہے۔ راقم الحروف نے قبلہ عالم حضرت خواجہ حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں شجرہ طیبہ بزبانِ فارسی پیشِ خدمت کیا۔ قبل ازیں مدینہ منورہ میں حاضری کے دوران پہلی ہی شب قبلہ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس احقر العباد کو ایک سنہری قلم عطا فرمایا۔ چنانچہ یہ شجرہ طیبہ ان دونوں بزرگوں کے روحانی تصرف کا نتیجہ ہے۔ اور اس نسبتِ عظمیٰ کے فوائد بے حد و بے حساب ہیں۔

عرس مبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

بقول حضرت قبلہ عالم خواجہ حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مختلف حضرات کا عرس مناتے ہیں۔ کوئی حضرت غوث الاعظم سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا، کوئی غریب نواز حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا اور کوئی امامِ ربانی حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مناتا ہے۔ لیکن قبلہ عالم حضرت حافظ صاحب قدس سرہ کے دل پر اللہ تعالیٰ نے یہ بات القا کی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عرس منایا جائے۔ چونکہ چاند اور سورج دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں آپ نے عرس مبارک کے لئے آپؐ کی شمسی تاریخ پیدائش کو لیا جو کہ ۸ جون ۶۳۲ء ہے۔ چنانچہ ہر سال ۸ جون کو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا عرس بصد عقیدت و احترام منایا جاتا ہے۔ اس فقیر حقیر و پُر تقصیر کو قبلہ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی زندگی کے

آخری ایّام میں (سنہ ۱۹۶۰ء میں) خاص طور پر اِرشاد فرمایا تھا کہ "اگر آنا نہ ہوسکے تو خط لکھ دیا کرو۔ مگر عُرس پر ضرور آنا۔"

عُرس مُبارک کے موقع پر گویا بارانِ رحمت کا نزول ہوتا ہے اور انوارِ الٰہیہ کی بارش سے جل تھل ہو جاتا ہے۔ اور وہ فیوض و برکات اور فوائد حاصل ہوتے ہیں کہ سال بھر کی انفرادی ریاضت اور عبادت سے حاصل نہیں ہوتے۔ یوں کہیئے کہ عُرس مُبارک ایک طرح کا حج اصغر ہے۔

عُرس مُبارک حضرت حافظ عبدالرحمٰن صاحب قدس سرّہٗ ۲۔ جنوری

قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتِ بابرکات عجیب و غریب شانِ الٰہیہ کا مظہر تھی۔ آپؒ کی تاریخ پیدائش ۸۔ جون ہے۔ آپؒ صحیح معنوں میں فنافی الرّسولؐ تھے۔ اور عشقِ محمدیؐ آپؒ کے رگ و پے میں رچا ہوا تھا۔ اللہ کا ذکر اور عشقِ رسُول صلی اللہ علیہ وسلم ہی آپؒ کا سرمایۂ حیات تھا۔

عاشقِ صادق ہُوں میں عشق سے میرا وجُود　　عشق سراپا دوام جس میں نہیں ہست و بُود
مُسلمِ ہندی ہُوں میں دیکھ مرا ذوق و شوق　　دِل میں صلوٰۃ و درُود، لب پہ صلوٰۃ و درُود

شوق مری لَے میں ہے شوق مری نے میں ہے
نغمۂ اللہ ہُو میرے رگ و پے میں ہے

غیرتِ الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ محبُوبِ خُدا اور حبیبِ کبریا ہیں۔ اُن کا سچّا غلام بھی خصُوصی انوار و اکرام سے نوازا جائے۔ اور عوام النّاس کے لیئے فیُوض و برکات کا سرچشمہ بنے۔ چنانچہ قبلۂ عالم حضرت خواجہ حافظ حبیبُ الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ نے بتائیدِ ایزدی آپؒ کے یومِ وفات مورخہ ۲۔ جنوری کو آپؒ کا سالانہ عرس منانے کا آغاز کیا۔ چنانچہ درگاہ عالیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی میں ہر دو سالانہ عُرس منائے جاتے ہیں یعنی عرس پاک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ۸۔ جون کو اور حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مُبارک ۲ جنوری کو۔

تمام برادرانِ طریقت کی سعادتِ دارین اور فلاحِ دُنیوی اور اُخروی اِسی میں ہے کہ ان نادر موقعوں کو ہاتھ سے نہ کھویا جائے۔ ؎

پھر بہار آئی چمن میں خُوں فشاں لالے ہُوئے　　پھر مرے داغِ جنوں آفت کے پرکالے ہُوئے

یسِ حسرت چشمِ خونیں سے رواں ہونے لگا　　جذبۂ دِل خود بخود آتش فشاں ہونے لگا
ابرِ رحمت بن کے پھر عرسِ مُبارک آ گیا　　فیض کا سیلاب ہر قلب و نظر پہ چھا گیا!

پھر مئے توحید سے سرشار دیوانے ہُوئے

پھر لبِ محفل پہ جاری دِل کے افسانے ہُوئے

دادیم ترا ازِ گنج مقصُود نشاں　　ماگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

دُعا ہے کہ مولا کریم ہم بدکار اور سیہ کار غلاموں کو اِن نفوسِ قدسیہ کے صدقے ایسی مقدّس تقریبات میں خشوع و خضوع سے شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

کما قال علیہ الصّلوٰۃ والسّلام الاسلام کلّہ ذوق۔ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے اِسلام سب کا سب ذوق ہے۔

ذِکر کُن ذِکر تا ترُا جان است
پاکیٔ دِل ز ذِکرِ رحمان است

اَنوارُ الرَّحمٰن

محمد رسول اللہ
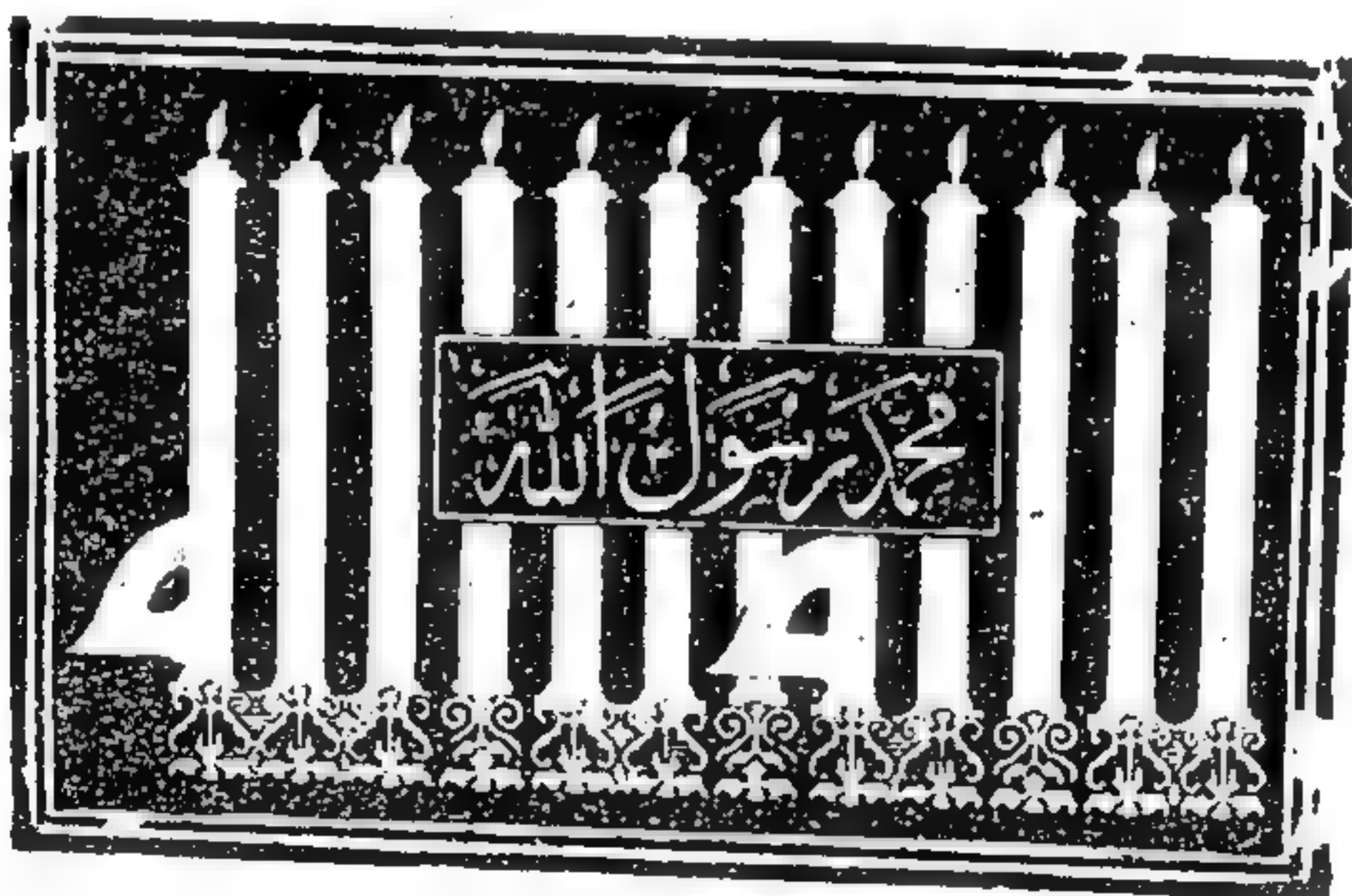
پیرِ طریقت شیخ المشائخ قطب الاقطاب غوث الاعظم

الحاج حافظ خواجہ مولوی محمد عبد الرحمن صاحب قدس سرہٗ

تاریخ ولادت :- ۸۔ جون ۱۸۹۸ء بروز سوموار مطابق ۲۵ ذی الحجہ ۱۳۱۳ھ

تاریخ وصال :- ۲۔ جنوری ۱۹۶۱ء بروز سوموار

رسُولِ اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجھے سرزمینِ ہند کی طرف سے خوشبو آتی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اس کفرستان کے ظلمت کدہ میں اسلام کی قندیل کو روشن اور برقرار رکھنے میں جن عظیم اولیائے اُمّت اور صلحائے مِلّت نے حصّہ لیا ہے مؤرّخ کا قلم اُن کی عظمت اور کارہائے معجز بیان کو پیش کرنے سے قاصر ہے حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، حضرت خواجہ معین الدین حسن چشتی اجمیری اور حضرت اِمام ربّانی مجدّد الف ثانی رضوان اللہ علیہم وُہ نفوسِ قدسیہ ہیں جن کے بارے میں سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بشارت تھی کہ اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ اور عُلَمَآءِ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَآءِ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْل۔

اِمامِ ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کا مقام بالخصوص ایک تاریخی اہمیّت کا حامل ہے۔ آپؒ نے شہنشاہ جلال الدّین اکبر جیسے جابر بادشاہ کے شاہی جلال کی پروا نہ کی اور اُس کی حاکمیّت کا بُت لَا اِلٰہ کی ضربتِ کاری سے پاش پاش کر دیا۔ شہنشاہ نور الدّین جہانگیر سے ٹکرّ لی اور سرِ دربار علی الاعلان فرمایا کہ "اے جہانگیر! کیا یہ کھُلی ہُوئی حماقت نہیں کہ مَیں اپنے جیسے بے بس اِنسان کے سامنے سر جھکا دُوں۔" اور جب شاہی غضب کے وارد ہونے سے پہلے مفتیِ دین نے فتویٰ دیا کہ "اے شیخ احمدؒ! میں فتویٰ دیتا ہُوں کہ سر جھکا دیا جائے" تو آپؒ نے نہایت پُرسکون اور پُرعزم انداز میں جواب دیا "کہ فتویٰ درُست ہے جان کو بچانے کے لِئے سر جھکا دینا جائز ہے لیکن تقویٰ اِس بات کی اِجازت نہیں دیتا کہ اللہ کے سوا

کسی غیر اللہ کے سامنے سر جھکا دیا جائے ۔

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

خواجگانِ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمرے میں شہنشاہ ظہیر الدین بابر کی اَولاد میں سے بیسویں صدی کے دو جلیل القدر اور عالی مرتبت اولیاء اللہ بھی شامل ہیں جن میں اسلاف کی جھلک نظر آتی تھی ۔ اور اُن کے اسمائے گرامی ہیں قطبِ ربّانی، غوثِ صمدانی، محبوب سُبحانی حضرت حافظ محمد عبد الکریم صاحب قدس سرّہٗ اور قطب الاقطاب غوث الاعظم الحاج حافظ محمد عبد الرحمن صاحب المعروف تائی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۔

زباں پہ بارِ الٰہا یہ کس کا نام آیا
کہ میرے نطق نے بوسے مرے زباں کے لئے

قبلہ عالم حضرت حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر مفصلاً پہلے آچکا ہے ۔ آپؒ ذات کے مغل تھے آپؒ کے آباو اجداد شہر غزنی واقع مشرقی ترکستان و افغانستان کے رہنے والے تھے آپؒ کے جدِّ امجد کا نام غلام مصطفٰے خاں تھا ۔ جس کا سلسلۂ نسب شہنشاہِ ہند ظہیر الدین بابر سے جا ملتا ہے ۔ بابر کا نام آپ کے والد شیخ فرغنہ نے حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر رکھا تھا ۔ غلام مصطفٰے خان صاحب کابل اور دہلی کے درمیان اُونٹوں اور دیگر اجناس کی تجارت کیا کرتے تھے ۔ اُن کے دو صاحب زادے تھے ۔ ایک کا نام تھا حسین خان اور دُوسرے کا نام تھا اللہ داد خان ۔

غلام مصطفٰے خان صاحب کی وفات کے بعد دونوں بھائی اکٹھے تجارت کرنے لگے ۔ اور پنجاب میں سکونت اختیار کرلی ۔ بتاتے ہیں کہ اِن دنوں جناب امام شاہ بری لطیف رحمۃ اللہ علیہ کا بہت شہرہ تھا ۔ آپ کا مزارِ پُرانوار شہر راولپنڈی سے قریباً بارہ میل کے فاصلے پر شمال کی طرف دامنِ کوہ میں قصبہ نور پور شاہاں میں واقع ہے اور ماحول بہت پُرفضا ہے جناب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ ایک صوفی کامل، سالک اور متشرع بزرگ تھے ۔ اور آپؒ کے پائے کا کوئی اور ولی اِس علاقے میں نظر نہیں آتا تھا ۔ جب شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی شہرت کا آوازہ

دونوں بھائیوں کے کانوں تک پہنچا تو جناب حسین خان صاحب کے دل میں غائبانہ عشق کی آگ بھڑک اُٹھی۔ چنانچہ دونوں بھائی صلاح مشورے کے بعد شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضری کے لیے چل کھڑے ہوئے۔ ولی کامل کی نظرِ کیمیا اثر جب حسین خان صاحب پر پڑی تو اُن کا حال متغیر ہو گیا۔ دُنیاوی کاروبار بھول گئے اور جذب و مستی کے آثار ظاہر ہو گئے ۔

زندگانی نتواں گفت حیاتے کہ مراست
زندہ آنست کہ با دوست وصالے دارد

تاثر کی شدّت کچھ اس قدر فزوں تھی کہ انھوں نے تجارت کے ۲۰۰ (دوسو) اُونٹ مع مال و اسباب خُدا کی راہ میں لُٹا دیئے اور شاہ صاحب علیہ الرحمۃ کی غُلامی اپنالی۔ ان کا نام مُرشد کی طرف سے شاہ حسین سائیں رکھا گیا ۔

بھول جا سب کچھ تو پھر یادِ خُدا کا لُطف دیکھ
معرفت کہتے ہیں جس کو، درسِ عرفاں ہے یہی

حضرت امام شاہ بری لطیف علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔ آپ بھی اپنے دَور میں مرجعِ خلائق تھے اور لوگ آپ کے فیوض و برکات سے مستفید ہوتے تھے۔ آپ کا مزار حضرت امام بری لطیف علیہ الرحمۃ کے مغرب کی طرف ہے۔

دُوسرے بھائی اللہ داد خان صاحب نے بھی نُور پُور شاہاں میں اپنے بھائی کے پاس اقامت اختیار کر لی۔ اللہ داد خان صاحب کے صاحبزادے اللہ رکھا خاں صاحب کی شادی شاہ صاحب کے ایک مقرّب دوست محمد دین صاحب کی صاحبزادی سے کر دی گئی۔ اللہ رکھا خان صاحب نے انقلابِ روزگار کے باعث راولپنڈی میں بود و باش اختیار کر لی۔ خواجہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب علیہ الرحمۃ المعروف حافظ جی علیہ الرحمۃ آپ کے پڑپوتے تھے۔

حضرت حافظ خواجہ عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے والدِ ماجد نذر محمد صاحب بھی نہایت ہی متدیّن، پابندِ شریعت اور صوفی منش بزرگ تھے۔ آپ کا دستور تھا کہ ہر ماہ میں ایک مرتبہ حضرت شاہ چراغ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضری دیتے اور کھانا پکا کر خُدا کی راہ میں لوگوں میں تقسیم کر دیتے۔ خواجہ حافظ عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دور کے نہایت بلند مرتبہ

ولی تھے۔ آپؒ کا عمل قرآن اور شریعتِ مطہرہ کے تابع ہوا کرتا تھا۔ آپؒ حضرت فقیر محمد صاحب چورہ شریف سے بیعت تھے اور مرشدِ کامل اپنے مریدِ اکمل کو اولاد سے بھی زیادہ عزیز رکھتے تھے۔ اور آپ کو سندِ اجازت اور خلافت سے سرفراز فرمایا۔ قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدین کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ برِّ صغیر ہند و پاکستان کے اطراف و اکناف میں آپؒ کے معتقدین پھیلے ہوئے ہیں۔

علامہ حضرت حافظ محمد عبدالرحمٰن صاحب المعروف ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے فرزندِ ارجمند تھے۔ آپؒ کے چار بھائیوں کی جوانا مرگ کے بعد آپؒ ہی مسندِ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ آپؒ بروز دوشنبہ (سوموار) مورخہ ۸۔ جون ۱۸۹۸ء کو پیدا ہوئے۔ ۸۔ جون رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا شمسی یومِ وصال ہونے کی نسبت سے بہت متبرک دن ہے۔ آپؒ کی پیدائش کا وقت بھی صبحِ صادق ہے۔ بچپن سے رُشد و ہدایت کے آثار آپؒ کی پیشانی سے ظاہر تھے۔ قبلۂ عالم حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ نے دُعا دی تھی۔ کہ آپؒ کے خاندان میں سات پشتوں تک ولی اللہ پیدا ہوں گے۔ یہ گویا مرشدِ کامل کی دُعائے مستجاب کی پہلی نشانی تھی۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم اسلامیہ سکول راولپنڈی میں حاصل کی ازیں بعد صرف و نحو اور دینیات کی نصابی کتب راولپنڈی میں ہی بعض اساتذہ سے پڑھیں۔ پھر مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد مدرسہ دیوبند میں مولانا محمود الحسن صاحب اور سیّد انور شاہ صاحب کشمیری سے حدیث و فقہ میں دستگاہ حاصل کی اور دستارِ فضیلت سے نوازے گئے۔ آپؒ نے بعض دُوسرے اساتذہ کرام سے بھی دیگر علوم اور ادبیات کا استفادہ فرمایا۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ التحصیل ہونے کے باوجود آپؒ بریلوی مکتبِ فکر سے منسلک رہے بقولِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ ؎

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد ایں چہ بوالعجبی ست
سرود بر سرِ منبر کہ ملّت از وطن است چہ بے خبر ز مقامِ محمدِ عربی ست!
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست
اگر بہ او نہ رسیدی تمام بولہبی ست

آپ جب دیوبند سے واپس راولپنڈی تشریف لائے تو حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو درسِ قرآن مجید پر مامور فرمایا۔ تاکہ دوستوں کو قرآنِ حکیم کے معانی، مطالب، معارف اور فیوض و برکات سے کماحقہٗ آگاہی ہو حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کی زبان نہایت شیریں اور پُر تاثیر تھی۔ اور جب آپ قرآن مجید کی قرأت کرتے تو سامعین پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ قرآنی معارف بیان کرتے ہوئے معترضین کے سوالوں، اعتراضوں اور مسئلوں کا جواب اس خوبی سے ذہن نشین کراتے کہ چون و چرا کی مجال نہ رہتی۔ آپ کو فنِ مناظرہ میں بھی کمال حاصل تھا۔ آغاز میں آپ مناظرہ اور مباحثہ کے مشتاق تھے اور وہابی، دیوبندی اور بریلوی تنازعہ میں حصّہ لیا کرتے تھے لیکن بعد میں آپ کچھ تنہائی پسند ہو گئے اور ایسی بے فائدہ بحثوں سے اعراض برتنے لگے۔

آپ کے بقیہ چاروں بھائی حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے عین حیات میں ہی جہانِ فانی سے کوچ کر گئے تھے۔ اور ان کی وفات سے جملہ خانگی امور کا بار آپ کے کندھوں پر ہی آپڑا تھا۔ تاہم آپ اپنے فرائضِ منصبی نہایت تندہی اور خندہ رُوئی سے انجام دیتے رہے۔ حضرت حافظ جی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا سایۂ مبارک سر سے اُٹھ جانا آپ کے لیے ایک اور صدمہ جانکاہ تھا کیونکہ اس طرح تمام جزدی اور کلّی کاروبار کا بوجھ آپ ہی کے سر آپڑا تھا لیکن آپ صابر رہے۔ اور حسبِ سابق دوستوں کی دلجوئی اور خاطر و مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے تھے۔

آپ اختلافی علمی مسائل کے بجائے عملی مسائل کی طرف زور دیتے تھے اور ہمیشہ علماء کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ فروعی اختلافات کو موضوعِ سخن بنانے کے بجائے ٹھوس عملی مشکلات پر اظہارِ خیال کیا کریں۔ حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں عیدگاہ شریف میں ایک مجلس منعقد ہوئی۔ پیر سید جماعت علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ جو اپنے پیر بھائی قبلۂ عالم حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے بہت بڑے عقیدت مند تھے تقریر کرنے کے لیے کھڑے ہوئے اور فرقہ وہابیہ کے لیے تلخ و ترش الفاظ استعمال کرنے لگے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فوراً ٹوکا اور فرمایا کہ ایسے الفاظ استعمال کرنے سے ہماری اخلاقی کمزوری ثابت ہوتی ہے۔ حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا رُجحان نمایاں طور پر صلح پسندانہ اور رواداری کا مظہر تھا۔ علماء اور صوفیاء میں بنیادی فرق یہی ہے کہ علماء تو منطقی مُوشگافیوں میں مشغول رہتے ہیں اور اصفیاء کی نظر تزکیۂ نفس اور باطنی صفائی پر مرکوز ہوتی ہے۔ اور ان کا

طریقۂ کارِ عشق و محبت ہے بقولِ حالیؔ ؎

یہ پہلا سبق تھا کتابِ ہُدیٰ کا | کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا
وُہی دوست ہے خالقِ دو سَرا کا | خلائق سے ہے جس کو رشتہ وِلا کا

اور بقول حضرتِ اقبال علیہ الرحمۃ ؎

عقل و دِل و نگاہ کا مُرشدِ اوّلیں ہے عشق
گر یہ نہیں تو شرع و دِیں بُت کدۂ تصوّرات

اکبر الٰہ آبادی نے کیا خُوب کہا ہے ؎

شریعت درِ محفلِ مُصطفےٰ | طریقت عرُوجِ دلِ مُصطفےٰ
عبادت کی عزّت شریعت میں ہے | محبّت کی لذّت طریقت میں ہے
شریعت میں ہے قیل و قالِ حبیبؐ | طریقت میں حُسن و جمالِ حبیبؐ

نبوّت کے اندر ہیں دونوں ہی رنگ
عبث ہے یہ مُلّا و صُوفی کی جنگ

قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِتّباعِ شریعت میں کمال درجہ کے عامل تھے اور بدعات سے قطعی طور پر نفرت فرماتے تھے ؎

خلافِ پیمبرؐ کسے راہ گزید | کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

حضرت مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر اکثر حاضری دیا کرتے تھے۔ اور طریقت میں مسلکِ مجدّدیہ پر کاربند تھے ۱۹۴۷ء میں مملکتِ خُداداد پاکستان کے وجُود میں آ جانے کے بعد سرہند شریف ہندوستان کے قبضہ میں چلا گیا تو آپؒ نے راسخ الاعتقادی کے ساتھ وہاں جانا ختم کر دیا۔ کیونکہ رُوحانی رشتہ اِتنا پختہ ہو چکا تھا کہ آپؒ زیارت کے پروگرام کے بارے میں غیر مسلموں کے تسلّط کو گوارا نہیں فرماتے تھے۔

قبلۂ عالم حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ نے آپؒ کو خلافت پر سرفراز فرما کر سجادہ نشین ہونے کا اعلان فرما دیا تھا جس طرح حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے دَور میں سلسلۂ ذِکر و بیعت جاری تھا آپؒ کے دَور میں بھی جاری رہا۔ کامیابی اور نصرت ہر مقام پر آپؒ کے قدم چُومتی تھی۔

اور ایک عاشق زار کی طرح آپ کا پیچھا کرتی تھی۔

شر کا سدِّ باب

شرِّ شیطان اور آفاتِ زمانہ سے مخزنِ ولایت کو محفوظ رکھنے کے لئے حضرت فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے جانشین حضرت خواجہ دین محمد رحمۃ اللہ علیہ نے اعلان کیا تھا کہ حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کا وجود اُن کا وجود ہے۔ اور کوئی خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ یا حضرت خواجہ دین محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ان کے ساتھ دُشمنی یا حسد کرے گا وُہ جھوٹا ہے ایسے ہی قبلۂ عالم حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حضرت مولوی عبدالرحمٰن صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) کے وُجود کو میرا وجود سمجھو اور اُن کی صحبت اور خدمت کو میری صحبت اور خدمت جانو کہ سعادتِ دارین کا یہی راستہ ہے۔ الحمدللہ کہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اِس سلسلے میں کوئی مشکل یا مخالفت درپیش نہیں آئی۔ اِسی طرح حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ نے شرِّ شیطان اور آفاتِ زمانہ سے حفظِ ماتقدم کے طور پر مخدومنا وسیّدنا حافظ حبیبُ الرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنا جانشین مقرر کیا اور اپنی زندگی میں ہی اُن سے درسِ قرآن مجید اور بیعت وغیرہ لینے کا کام لیتے رہے تاکہ تمام دوست اس امر سے مطلع ہو جائیں اور بعد میں گمراہ نہ ہوں۔ کیونکہ قرآن مجید میں سُورۃ یُوسف میں آیۂ ربّانی ہے فیکید والک کیدا ان الشیطٰن للانسان عدوٌّ مبین۔

قبلۂ عالم ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "حبیب صاحب کا تصوّر میرا تصوّر ہے۔ جس نے حبیب صاحب سے بیعت کی اُس نے گویا مجھ سے نوجوانی میں بیعت کی"۔ تاریخ شاہد ہے کہ رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے وصال کے بعد خلافت کے بارے میں جھگڑے کا امکان پیدا ہو گیا۔ اگر حضرت عمر فارُوق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فراست اور قوّتِ ایمانی آڑے نہ آتی تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے انتخاب میں اُلجھاؤ پیدا ہو سکتا تھا۔ لہٰذا ایسے شر انگیز ممکنات کا سدِّ باب ضروری قرار دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرت یُوسف علیہ السّلام کے تمام بھائیوں سے قطع نظر حضرت یُوسف علیہ السّلام کو نبوّت کے لئے منتخب فرمایا۔ ع

یہ اُس کی دین ہے جسے وُہ بے نیاز دے

قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پچّیس سالہ دورِ خلافت میں طریقتِ نقشبندیہ کو خوب فروغ حاصل ہوا۔ آپ کریمانہ اخلاق کے مالک تھے۔ صاف گوئی اور حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ گویا قولاً سدیداً کی مجسّم تفسیر تھے۔ قبلۂ عالم حضرت حبیب الرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ نے ۲ جنوری ۱۹۷۹ء کو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس مبارک کے موقع پر جو خطبہ دیا تھا اُس کا پورا متن حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حیاتِ طیبہ پر روشنی ڈالتا ہے۔ آپ کی کرامات زبان زدِ خلائق ہیں۔ چند ایک واقعات بطور مُشتے از خروارے پیشِ خدمت ہیں:۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر کبھی کبھی جلالی کیفیت وارد ہوتی تھی جس کی جھلک ان دو واقعات میں نظر آتی ہے۔ ۵۶-۱۹۵۵ء کا واقعہ ہے۔ خواجہ ناظم الدین اُس وقت وزیر اعظم پاکستان تھے۔ قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں تبلیغی دَورے پر تھے۔ ایک مرتبہ مجلس ہو رہی تھی۔ کسی نے کہا یہاں سی آئی ڈی کا آدمی موجود ہے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو اچانک جلال آگیا۔ آپ نے اُس شخص کو بآوازِ بلند پکار کر کہا کہ جا اور خواجہ ناظم الدین کو اللہ کے بندے فقیر عبدُ الرحمٰن کا پیغام پہنچا دے کہ اُس نے بڑے ظلم کیے ہیں اس لئے اُس کا تختہ اُلٹ جائے گا۔ تمام سامعین ساکت رہ گئے اور وہ شخص چلا گیا۔ ابھی قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کراچی میں ہی تھے کہ چند دنوں کے اندر گورنر جنرل غلام محمد نے خواجہ ناظم الدین کو وزاتِ عظمیٰ سے برخاست کر دیا۔

ہیبتِ حق است ایں از خلق نیست
ہیبتِ ایں مردِ صاحب دلق نیست

راوی کا بیان ہے کہ عید گاہ شریف کی اراضی کی توسیع کے بارے میں قبلہ ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں عرض کیا کہ متعلقہ کمشنر (غالباً راجہ حسن اختر) سے رجوع کیا جائے کہ اس کا والد آپ کے ملنے والوں میں سے تھا۔ چنانچہ جب آپ لاہور تشریف لے گئے اور ضمناً اس شخص سے عید گاہ کی زمین کے بارے میں بات کی کہ کارِ خیر ہے لیکن اس شخص نے اپنی معذوری ظاہر کی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت قدرے متغیّر ہو گئی۔ آپ نے قدرے سکوت کے بعد فرمایا کہ "زمین اللہ کی ہے ہم تو اتمامِ حجت کے لئے آئے تھے"۔ یہ کہہ کر آپ چلے آئے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ ابھی لاہور میں ہی تھے کہ ایک دن کے بعد اخباروں میں جلی حروف کے ساتھ یہ خبر

شائع ہوئی "حکومت نے راجہ حسن اختر کو بدعنوانی کے الزام میں برطرف کر دیا"
ایک مرتبہ حضور ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کراچی تشریف لے گئے۔ بازار میں ایک دوکان میں آپ تشریف فرما تھے کہ دو فیشن ایبل لڑکیاں ٹیڈی لباس پہنے اندر داخل ہوئیں۔ ان کی بے حیائی اور عریانی کو دیکھ کر قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ سے نہ رہا گیا۔ انہوں نے خشمگین نظروں سے ان کو دیکھا، اور کہا "اے لڑکیو! کیا تم مسلمان ہو؟ کیا مسلمان لڑکیوں کی یہی شان ہے جو تمہاری ہے؟ راوی کا بیان ہے کہ آج کل کی نسل مادر پدر آزاد ہو چکی ہے خصوصاً کراچی کا ماحول الٹرا ماڈرن ہو گیا ہے لڑکیاں نہایت بے باکی سے آوارہ پھرتی ہیں۔ لیکن حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کے جادو نے گویا انہیں مسحور کر دیا۔ اُن کے چہروں پر شرم و حیا کی سرخی دوڑ گئی۔ اور انہوں نے دوپٹوں سے اپنا سر اور جسم ڈھانپ لیا" حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ اتباع رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اتباع شریعت پر بہت زور دیتے تھے ؎

پس کرامت نیست جز افعالِ رب
زہد و ورع و علم و اخلاق و ادب

نفیس خلیلی کی نظم "مسلمان عورت" سے اقتباس

(امرتسر ۱۹۳۷ء)

شجاعوں کی بیٹی شجاعوں کی پوتی
شجاعت کے دریا کا انمول موتی

مجاہد کی ہمدوش دشتِ وفا میں
برابر کی شامل نزولِ بلا میں

کمانِ خمیدہ، سہامِ برندہ
وہ رعدِ خروشاں، وہ برقِ جہندہ

بکھرتا، گرجتا، برستا ہوا قہر
بھڑکتی ہوئی آگ، اُمڈتی ہوئی لہر

وہ حورِ ارم کا لقب پانے والی
وہ ناموسِ شوہر پہ مٹ جانے والی

خیالوں سے پوشیدہ، نظروں سے مستور
شرافت کے پردے میں نورٌ علیٰ نور

(باقی برصفحہ آئندہ)

بس یہی اُن کی زندگی کا مقصد تھا بس مُریدین الصّادقین کا فرض اوّلین یہی ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

اصالت کا جس کی ثناخواں زمانہ
حیا جس کا غازہ، وفا جس کا شانہ
اطاعت چلن، خدمتِ خلق تیور
دُلہن، عصمتِ بے بہا جس کا زیور
حیادار، اپنے پرائے سے پردہ
پئے حفظِ ناموس سائے سے پردہ
نہ دیکھا جسے آہ! چشمِ قمر نے
وُہ کُوچہ بکُوچہ لگی جست بھرنے
جو ننگی ہے پنڈلی، کھُلی ہے کلائی
سرِ عام ہوتی ہے جلوہ نمائی
حیا سوز بیٹی کا اللہ والی
مقدّر کی ہیٹی کا اللہ والی
سمندر ہے اَور کاغذی ہیں سفینے
جہنّم ہے اَور کانچ کے آبگینے
جو عُریاں ہیں بازُو برہنہ ہیں سینے
اقارب ہیں سب بے حمیّت کمینے
وُہ بھائی ہے ملعُون جس کی بہن ہے
وُہ دُولھا ہے نامرد جس کی دُلہن ہے
یہ عورت نہیں، شعلۂ آتشیں ہے
یہ فرحت نہیں، سوزشِ آتشیں ہے
نقاب اُٹھ گیا رہ گئی بے نقابی
حیا چل بسی، آ گئی بے حجابی
یہ عصمت فروشی ہے عِصمت مآبی
مسلمان عورت ہے یا مُرغِ آبی
کہ سینے کو تانے چلی جا رہی ہے
زمیں بارِ عصیاں سے تھرّا رہی ہے
بظاہر اسے کوئی مانے نہ مانے
کہ اِنکار کو سینکڑوں ہیں بہانے
ابھی تو یہ سیکھی ہے پوڈر لگانے
ابھی تو لگی ہے یہ سُرخی جمانے
ابھی کیا دِکھایا ہے اس بے حیا نے
ابھی کب پڑے ہیں جگر آزمانے
ابھی حشر پوشیدہ کتنے ہیں باقی
ابھی دُور ہے دَورِ مینا و ساقی
ابھی نُورچشموں کو ہے خوفِ مادر
ابھی دُختروں کو ہے اِحساسِ چادر
بزرگی ابھی سر پہ منڈلا رہی ہے
حیا سوزیوں کی گھڑی آ رہی ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

کہ اللہ اور اُس کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی اطاعت کریں۔ اور دل سے یہ عہد کریں۔ کہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

یہ پلّو کی آڑیں، یہ گھونگھٹ کی اوٹیں
کوئی تا بہ کے قید خانوں میں لوٹیں

کہاں تک پڑیں گھر میں تہذیب گھوٹیں
سہے کون جاہل بزرگوں کی چوٹیں

غرض کوئی دم کی ہے پردہ نشینی
بہو اور خسر کی حجاب آفرینی

ابھی ان کی گھٹّی میں ہے جوشِ دینی
ابھی نامکمّل ہے کوتاہ بینی

وُہ دن آ رہے ہیں بدآموزیوں کے
سیہ کاریوں کے، حیاسوزیوں کے

وُہ تقلیدِ مغرب کا طُوفاں بہے گا
شرافت کا تنکا نہ باقی رہے گا

تباہی کی بُنیاد ہے زن مُریدی
مُصیبت یہ ہے اپنے ہاتھوں خریدی

میاں ہے جو تقلیدِ مغرب کے بس میں
تو بیوی نے کھائی ہیں فیشن کی قسمیں

بنی مردِ میداں ہے ساڑھی کے اندر
کلب میں، سٹیشن پہ، گاڑی کے اندر

امیروں نے ثابت کیا خام پردہ
غریبوں نے اپنا لیا عام پردہ

جو مجذُوب پردہ کی بڑ ہانکتے ہیں
وُہ پردے سے افلاس کو ڈھانپتے ہیں

مُسلمان عورت وُہ آوارہ خُو ہے
جہاں دیکھئے گا اسے رُوبرُو ہے

دُکانوں میں پھیلی ہُوئی چار سُو ہے
شب و روز اغیار سے دُوبدُو ہے

سرِعام شورش پسند اس کا آہنگ
نہ مجمع سے خائف نہ انبوہ سے دنگ

کہیں اس سے صرّاف کا قافیہ تنگ
کہیں بے حجابانہ بزّاز سے جنگ

ستم یہ کہ جھگڑا چکائے تو شوہر
بگاڑے تو بیوی، بنائے تو شوہر

یہ ہیں کج کلاہانہ شانیں تمہاری
یہ ہیں چشمِ بد دُور آنیں تمہاری

حیا سوزیاں خامشی سے گوارا
تمہیں آہ تقلیدِ مغرب نے مارا

اثر بے حیائی کا اولاد پر ہے
نئی روز بیداد بیداد پر ہے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کا ساتھ دیں گے۔ قبلۂ عالم حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کو اِس بات کا کتنا خیال تھا۔ روزنامہ "تعمیر" کے مدیر کا کہنا ہے کہ جب فیلڈ مارشل ایوب خان کے زمانے میں اسلام آباد کو وفاقی دارالحکومت بنایا گیا تو حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سرد آہ بھری اور فرمایا۔ ٹھیک ہے کم رہنے لگیں گے۔ ریلیں بنیں گی۔ شاندار عمارتیں تعمیر ہوں گی۔ ترقی ہوگی مگر پنڈی کی معصومیت گئی۔

ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب ساکن سول لائنز گوجرانوالہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ میاں محمد اسمٰعیل صاحب کرمانوالے علیہ الرحمۃ آپؒ سے ملنے کے لئے حاضر ہوئے۔ آپؒ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پاؤں دباتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ اللہ اللہ ولی را ولی می شناسد۔

ڈاکٹر عبدالرحمان صاحب کا بیان ہے کہ کسی دوست نے عرض کیا کہ حضورؒ دل میں ہر وقت پراگندہ خیال آتے رہتے ہیں۔ اور نماز وغیرہ کا صحیح لطف نہیں ملتا۔ آپؒ نے فرمایا کہ دِل ایک گذرگاہ ہے کہ دِل ایک گذرگاہ ہے۔ اِس میں ہر قسم کے خیالات آتے ہیں جس طرح گھروں میں ہر طرح کے چور اُچکے وغیرہ پھرتے رہتے ہیں لیکن جس دن بادشاہ یا حکمران کی آمد ہوتی ہے تو مکمل پہرہ لگ

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

وُہ ننھے، وُہ معصوم، وُہ بھولے بھالے	وُہ آنکھوں کی ٹھنڈک، وُہ دِل کے اُجالے
وُہ مومی کھلونے، بدی جن کو ڈھالے	تم ایسا بد آموز ماں باپ پالے
نگاہِ جہاں میں یگانہ وُہ ہوں گے	کہ آشوبِ چشمِ زمانہ وُہ ہوں گے
مجھے اُن کی غفلت پہ طیش آ رہا ہے	کہ ناموس بگڑا چلا جا رہا ہے
نزولِ بلا میں کوئی شک نہیں ہے	مگر غافلوں کو خبر تک نہیں ہے
خُدارا بس اب مُنہ نہ کھلوائیے گا	سنبھل جائیے ہوش میں آئیے گا
نہ یُوں جور و ظُلم و سِتم ڈھائیے گا	نہ یُوں دامِ تلبیس پھیلائیے گا
تمہیں کہہ دو گر آج محشر بپا ہو	خُدا اور نبیؐ کا تمہیں سامنا ہو

بجُز دین کے نہ کوئی آسرا ہو
جہنّم سزا ہو کہ جنّت جزا ہو

جاتا ہے اور جو پرُ چکے دکھائی نہیں دیتے۔ اسی طرح اللہ اللہ کرتے رہو۔ وقت آئے گا جب دل اللہ کا گھر بن جائے گا۔ پھر یہاں پر پہرہ لگے گا۔ اور تمام فاسد خیالات کافور ہو جائیں گے۔

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

اخی المحترم محمد یحییٰ صاحب کلاتھ مرچنٹ نیا مزنگ لاہور بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے قبلہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ مبارک پر بیعت کی۔ تقریباً دو سال بعد ان کے ذہن میں خیال آیا کہ ایسے بلند مرتبت ولی اللہ کے قدموں میں ان جیسے ناہنجار اور نا اہل مرید کا وجود مرشدِ کامل کی شان کے خلاف ہے۔ چنانچہ وُہ بیعت واپس کرنے کے خیال سے راولپنڈی گئے تاکہ درگاہِ عالیہ کی ان کے سیاہ اعمال کی وجہ سے بدنامی نہ ہو۔ وُہ قبلہ حافظ محمد عبدالکریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ اقدس پر بحالتِ مراقبہ میں بیٹھ گئے۔ قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو واپس بلایا اور فرمایا کہ بیعت واپس نہیں ہو سکتی۔ تمہارا جو جی چاہے کرو ہم ہر دم آپ کے ساتھ ہیں۔ چنانچہ جب برادرم محمد یحییٰ صاحب لاہور جانے والی بس میں سوار ہوئے تو راستے میں گوجرانوالہ کے قریب خیال آیا کہ کیا آپؒ نے درست فرمایا تھا۔ اور کیا واقعی حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے ساتھ ہیں۔ عین اُسی وقت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بس میں ان کے سامنے ظاہر ہوئے اور اُن کے وہم کا ازالہ ہو گیا۔

یکے رابگیر و محکم بگیر

اخی المکرّم الحاج صوفی سخاوت حسین صاحب سکنہ ٹکال تحصیل کہوٹہ لکھتے ہیں کہ میں سالپور چھاؤنی میں تعینات تھا۔ دِل ہر وقت پریشان رہتا تھا۔ ہر اتوار مختلف مزارات حضرت کاکا صاحبؒ، حضرت غالبؒ بابا اور حضرت پیرؒ بابا کے مزارات پر حاضری دیتا مگر قلبی بے سکونی کا وہی عالم تھا۔ ۲/۱ کو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں خط لکھا کہ یا حضرت دِل ہر وقت پریشان رہتا ہے دُعا فرمائیں کہ سکونِ قلب حاصل ہو۔ ۲/۱۱ کو قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ کا جواب موصول ہوا "عزیزم من! جہاں تک ہو سکے اپنے دِل کو خدا کی یاد سے آباد رکھیں۔ زندگی وُہی ہے جو یار کی یاد میں بسر ہو۔ اور ساتھ ہی اشارہ بھی فرما دیا کہ ؎

دَر دَر دی توُں چھڈ غلامی، گولی بن اِک در دی
جے گولی اِک در دی بنسیں، مالک بنسیں گھر دی
خط پڑھ کر میں نے تمام مزارات پر جانا چھوڑ دیا اور سکونِ قلب حاصل ہو گیا۔

اخی العزیز ایم جمال الدین ہمدم رحمانی سکنہ سیالکوٹ لکھتے ہیں کہ بندہ کے ہاں اولادِ نرینہ نہ تھی میں نے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے دُعا کی درخواست کی اور اللہ تعالےٰ نے مجھے ایک لڑکا عطا فرمایا۔

برادرم صوفی بشیر احمد صاحب نے قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں بعض کرامات اور واقعات کا ذکر کیا ہے جن میں سے چند ایک قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں۔

صوفی صاحب کی عمر گیارہ بارہ برس کے لگ بھگ تھی۔ گھر والوں نے ان کی ڈیوٹی کنوئیں پر لگا دی۔ چنانچہ وُہ وہاں اکیلے پہنچے تو عالمِ تصوّر میں کیا دیکھتے ہیں کہ قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ان کے قریب ہی چلتے پھرتے نظر آرہے ہیں اور صوفی صاحب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہیں۔ اور پھر ذکرِ جہر شروع ہو گیا۔ دِل تھا کہ تھمنے کا نام نہیں لیتا تھا۔ اِسی بے تابی کے عالم میں روتے روتے یہ شعر زبان پر آجاتے ہیں ؎

مِی یاری تے سبھے لگا ندے نی، اے پر توڑ چڑھا وندا کوئی کوئی اے
نالے دوستی دا سبھے کرن دعویٰ، اوکھے ویلے کم آوندا کوئی کوئی اے
خبصورتی دا کرن سبھے دعویٰ جلوہ حُسن دکھا وندا کوئی کوئی اے
کُوچے یار دے وڑن مسکین سبھے گل یار نوُں لا وندا کوئی کوئی اے

صدیقی العزیز بشیر احمد صاحب کا بیان ہے کہ اِس واقعہ کے بعد صوفی نعمت محمد صاحب خلیفہ درگاہِ عالیہ کے ساتھ انہیں راولپنڈی جانا نصیب ہوا تو ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بغیر خط یا تعارف کے آپ کو پہچان لیا۔ اور فرمانے لگے "آیئے مولوی بشیر احمد صاحب آ گئے ہو"۔ اور اس پہلی ملاقات کا اثر یہ ہوا کہ عاجز صاحب نے داڑھی رکھ لی اور واقعی مولوی بن گئے۔ علم اور تعلیم

کے بغیر ہی آپ کو خطابت اُور تقریر کا جوہر بھی عطا فرما دیا۔ سُبحان اللہ ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی	بدلتی زمانے کی تقدیر دیکھی

ایک مرتبہ صوفی بشیر احمد صاحب شدید بُخار میں مُبتلا ہو گئے۔ بے ہوشی کے عالم میں بھی ذکرِ خفی جاری تھا کہ قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اَور قبلہ حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ خواب میں بیمار پُرسی کے لِئے تشریف لائے اُور اس کے بعد صوفی صاحب کا بخار خود بخود اُتر گیا اُور وُہ رُو بہ صحت ہو گئے۔

حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے پہلے مولوی صاحب کہہ کے خطاب کیا تو یہ مُسلمان صُورت بن گئے۔ اُور جب حضورؒ نے خواب میں اُن کو صُوفی صاحب کہہ کر مخاطب کیا تو لوگوں نے اُن کو صُوفی صُوفی کہنا شروع کر دیا۔

تقبیلِ ابہامین کی برکت

اخی المحترم صُوفی صاحبؒ کا بیان ہے کہ قبلۂ عالم ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے اِسمِ مُبارک پر انگوٹھے چُوم کر آنکھوں سے لگانے کے بارے میں دو تین حدیثوں کا حوالہ دے کر فرمایا کہ جب سے میں نے یہ حدیث پڑھی اُور نامِ پاک کو چُومنا شروع کیا۔ میری آنکھیں نہیں دُکھیں۔ یہ تقریباً بیس۲۰ سال قبل کا واقعہ ہے۔ صُوفی عاجز صاحب کی آنکھیں بھی بقولِ خود اس کے بعد اِس عمل کی بدولت آج تک نہیں دُکھیں۔

یادِ یارِ مہرباں آید ہمے

ناچیز انیسِ دلریش ایک مرتبہ دُنیاوی اُور خانگی حالات سے سخت پریشان ہو کر قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ حقیر سخت آزردہ اُور دِل شکستہ تھا۔ دِل و دماغ ماؤف تھے لیکن آپؒ نے جس شفقت سے زخمِ دِل پر مرہم کا پھاہا رکھا اُس کا احساس درویشِ دلریش کے دِل میں آج بھی تازہ ہے۔ عاجز نے گزارش کی ؎

"قبلۂ عالمؒ! ازل سے ہُوں گرفتارِ بلا	سازگار آئی نہیں مجھ کو زمانے کی ہوا

بجلیوں کی زد میں ہے خرمن مری تقدیر کا
ہوں نشانہ دشمنوں اور حاسدوں کے تیر کا
چُور ہے زخموں سے دل، اس کا مداوا چاہیئے
جاں بلب ہوں اک نظر رشکِ مسیحا چاہیئے

حضور رحمۃ اللہ علیہ نے متبسّم ہو کر فرمایا ؎

قبلۂ عالمؒ ہوئے یوں لب کُشا میرے لیئے
ان کا فرمانا تھا فرمانِ خدا میرے لیئے
"دشمنیِ دنیائے دوں کی درخورِ ماتم نہیں!
دوستی اس کی میسّر ہو تو کوئی غم نہیں
دشمنوں کا زندگی کے ہر ڈگر پر ساتھ ہے
پر عدو کے ہاتھ سے بالا خدا کا ہاتھ ہے
اس چمن میں ہر تمنّا آشیاں برباد ہے
ہاں مگر جو دل خدا کی یاد سے آباد ہے
اَنْتَ کَافِیْ اَنْتَ شَافِیْ فِیْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْر
اس خبر سے بے خبر ہونے کا ہے سارا فتور"
اللہ اللہ اب مرا حرفِ تمنّا اور ہے
دل وہی دل ہے مگر دل کا تقاضا اور ہے

"آہ گر من باز بینم روئے یارِ خویش را
تا قیامت شکر گویم کردگارِ خویش را"

کارِ مرداں روشنی و گرمی است

اخی العزیز حاجی محمد شہادت علی خاں شیخوپورہ سے رقم طراز ہیں کہ افسوس ہم نے قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو آپؒ کی زندگی میں نہیں پہچانا۔ آپؒ اپنے زمانہ کے غوث اور قطب تھے۔ ایک دفعہ عرس مبارک کے موقع پر بندہ اور چند دوست دوستوں کو کھانا کھلانے پر مامور تھے جب کھانا کھلانے کے بعد بندہ آپؒ کے حجرۂ مبارک میں گیا تو آپؒ نے فرمایا انتظام اچھا ہو گیا ہے۔ بندہ نے عرض کی کہ جناب بہت اچھا انتظام ہو گیا ہے۔ تو حضورؒ نے اپنی زبان مبارک سے فرمایا۔ کہ میں یہیں سے سب کچھ دیکھ رہا تھا آپ بے فکر رہیں۔

اسی طرح کسی دوسرے عرس مبارک کے موقع پر بندہ مسجد کے اوپر بعد از نماز مغرب نوافل ادا کر رہا تھا۔ دوسرے کونے میں تخت پوش پر قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب تشریف فرما تھے۔ بندہ بعد از نماز و نوافل حضورؒ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپؒ نے فرمایا کہ جس جس کے لیئے آپ نے نفل پڑھے۔ ان کو ذرّہ ذرّہ ثواب پہنچ گیا ہے حالانکہ بندہ نے کچھ بھی نہیں بتلایا تھا۔

علامہ ڈاکٹر سر محمّد اقبال علیہ الرحمۃ

صدیقی العزیز میر عبدالعزیز صاحب سابق اسسٹنٹ پوسٹ ماسٹر جنرل پنجاب فرماتے ہیں کہ یہ ۱۹۳۷ء کا ذکر ہے۔ علامہ اقبال رحمۃ اللہ سخت علیل تھے اور مرض الموت میں مبتلا۔ انہوں نے آفتابِ ولایت قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شہرہ سُنا تو اشتیاق کا اس قدر غلبہ ہوا کہ بصد عجز و نیاز پیغام بھیجا کہ حضورؒ میں آخری دموں پر ہوں۔ ناتوانی اور نقاہت کی بدولت حاضرِ خدمت ہونے سے معذور ہوں۔ الطافِ کریمانہ سے متوقع ہوں کہ لاہور میں اپنی زیارت سے سرفراز فرمائیں گے۔ چنانچہ قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ لاہور تشریف لے گئے اور علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تین گھنٹے بیٹھے رہے۔

سِیرُوا فِی الاَرض

اپنے دورِ حیات میں قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے سفر کیے۔ چنانچہ "گلدستۂ ریاضِ اسلام" مصنفہ حاجی محمد علی صاحب میں آپؒ کے بغداد شریف، کربلائے معلّٰی، نجفِ اشرف، صحرائے شام، دمشق، بیت المقدس، خلیل الرحمٰن، سویز، مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ وغیرہ کے سفر کے چشم دید حالات اور دلچسپ معلومات درج ہیں۔ برّصغیر پاک و ہند کا کوئی ایسا مشہور مقام نہیں جہاں آپؒ تبلیغِ دین کے لیے نہ پہنچے ہوں۔ جوانی میں آپؒ کی صحت قابلِ رشک تھی۔ سُرخ و سپید رنگ اور سیاہ گھنی ڈاڑھی میں آپؒ ایک مسلمان مجاہد کا مجسّم پیکر نظر آتے تھے لیکن مجاہدے کے ساتھ ساتھ آپ نحیف البدن اور نازک مزاج ہو گئے۔ لیکن آپؒ کی تُسبک روی دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی تھی ؎

محفلِ کون و مکاں میں سحر و شام پھرے | مئے توحید کو لے کر صفتِ جام پھرے
کوہ میں دشت میں لے کر ترا پیغام پھرے | اور معلوم ہے تجھ کو کبھی ناکام پھرے؟

لیکن آخری پانچ برس میں آپؒ نے تبلیغی سفر تقریباً چھوڑ دیئے تھے۔ کیونکہ آپؒ کی طبیعت

علیل رہا کرتی تھی۔ مگر پھر بھی اپنے قریبی دوستوں کی دعوت پر اُن کے ہاں تشریف لے جاتے۔ نمازِ جمعہ اور دُوسری نمازیں آپؒ کے فرزندِ دلبند حضرت خواجہ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہی پڑھاتے تھے اور اتوار کو مجلسِ درسِ قرآن مجید اور مجلسِ ذکر بھی وُہی کراتے تھے۔ مزید برآں اکثر و بیشتر بیعت بھی آپؒ کے فرزند ارجمند و ذیشان ہی کیا کرتے۔ آپؒ کی صحت آخری دو سالوں میں بہت گر گئی تھی۔

۸ جون ۱۹۵۹ء کے عرس مُبارک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم پر آپؒ کی جسمانی حالت حد درجہ کمزور ہو گئی تھی۔ اور آپؒ کے جسم مُبارک کی ہڈیاں بھی ظاہر تھیں۔ اور سُرخ و سفید گوشت سے بھرا ہوا چہرہ اب نحیف و نزار نظر آتا تھا۔ لیکن چہرے کی بشاشت اور انوار کا نزول پہلے سے کہیں زیادہ تھا۔ اور دوسروں کے مقابلے میں آپؒ کی صحت صد گونہ بہتر معلوم ہوتی تھی۔ بایں ہمہ دوستوں کے دِلوں پر ایک انجانی سی اُداسی چھائی ہوئی تھی۔ عُرس مُبارک پر اتنی بھیڑ تھی کہ حضرت قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کا دستِ مبارک مصافحہ کرتے کرتے تھک گیا۔ لیکن آفرین ہے شانِ ولایت پر کہ چہرہ متبسّم رہا اور جبینِ مبارک پر تھکاوٹ یا تلخی کی سلوٹ تک نظر نہیں آئی۔

پھر ۸ جون ۱۹۶۰ء کا عُرس مبارک بھی آ گیا۔ آپؒ اب کے بہت نحیف و نزار ہو چکے تھے۔ اور اپنے کمرے سے باہر تشریف لانے سے قاصر تھے۔ ۷ جون بروز منگل وار صاحبزادہ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو ارشاد فرمایا کہ "جاؤ اور برآمدے میں دوستوں سے مِلو"۔ اگرچہ جناب صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ آپؒ کی جگہ پہلے بھی دوستوں سے مِلتے تھے۔ لیکن یہ نظارہ کچھ عجیب کیفیّت کا حامل تھا۔ جونہی باہر سے آنے والے زائرین کی ٹولیاں حضرت غریب نواز ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بجائے آپؒ کے فرزندِ دلبند کو دیکھتیں تو حواس باختہ ہو جاتیں۔ خود صاحبزادہ صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ ۷ جون کا دن یُونہی گزر گیا۔ ۸ جون بروز چہار شنبہ (بدھ وار) حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے باوجُود شدید علالت کے مجلسِ ختم شریف میں آنا منظور فرما لیا۔ آپؒ کو دوستوں نے آرام کرسی پر بٹھا کر اُٹھا لیا۔ خدّام ہزاروں کی تعداد میں باآوازِ بلند ذکر اذکار کر رہے تھے۔ اَللّٰہ ھُو کے جگرپاش آہنگ کے ساتھ آپؒ کو محفل میں لے جایا گیا۔ قرآن خوانی ہو رہی تھی کہ اچانک آپؒ نے دُعا کے لیے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ اور وُہ وقت اس عاجز و مسکین کو کبھی نہ بھُولے گا۔ قبلہ عالم غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں برقی تاثیر تھی جس سے ساری محفل میں بجلی کی رَو دَوڑ گئی۔ ہر شخص دلریش ہو کر آہ و فغان کر

رہا تھا اور بارگاہِ ایزدی میں رو رو کر اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت طلب کر رہا تھا حکم ہوا کہ ہر شخص اپنی تمنّا اور مُراد اپنے دل میں رکھ کر اللہ تعالےٰ سے طلب فرمائے۔ اِس بندہ حقیر و پُرتقصیر نے جو طلب کیا تھا ایک دو سال کے اندر ساری مُرادیں پُوری ہوگئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ جب قبلۂ عالم غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اچانک دُعا کے لِئے ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ اُس کی وجہ یہ تھی کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مُبارک دیگر اصحاب کے ساتھ مجلس میں تشریف لائی تھی۔ اور دُعا میں اُن کی شرکت کے لِئے حضرت غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھ اُٹھا دیئے۔ دُعا کے بعد آپؒ اچانک نڈھال ہو گئے۔ اس سے پہلے بالکل مستعد بیٹھے تھے۔ گویا کسی فرض کی ادائیگی پر مامُور ہیں معلوم ہوتا ہے کہ آپؒ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی متوقع آمد کا علم تھا۔ آپؒ نے دُعا کے درمیان یہ الفاظ ادا فرمائے "دوستو! تم مجھے دیکھ لو میں تمہیں دیکھ لُوں۔ ہوسکتا ہے یہ ہماری ملاقات کی آخری محفل ہو" یہ فقرے سُن کر کئی دوستوں کی چیخیں نِکل گئیں۔ اور کئی بچوں کی طرح بِلک بِلک کر رونے لگے۔ عُرس کی مجلس سے خطاب کرنے کے بعد آپؒ عبادت خانہ میں تشریف لے گئے۔ ۸۔ جون کی رات کی مجلس صاحبزادہ حضرت حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی صدارت میں ہوئی۔ کیونکہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بوجہ نقاہت و علالت اِس مجلس میں شریک نہ ہوسکے۔

آخر آپؒ کی بیماری اور نقاہت رنگ لائی اور ۱۲۔ جنوری ۱۹۶۱ء بروز سوموار آسمان ولایت کا یہ آفتاب غروب ہوگیا۔[1] اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔

اَنیس مسکین و دلریش کی والدہ ماجدہ نے آپؒ کی وفات سے ایک دو روز قبل خواب دیکھا

---

[1]
جسم فانی ہو تو ہو، رُوحِ ازل پائندہ ہے ۔۔۔ شیخ رخصت ہو گئے پر یاد اُن کی زندہ ہے
شیخ کی تصویر پنہاں دِل کے آئینے میں ہے ۔۔۔ جس طرح نُورِ خُدا ہر چیز کے سینے میں ہے
باپ کی شفقت سے بڑھ کر تھا تکلّم آپؒ کا ۔۔۔ خندۂ مادر سے شیریں تر تبسّم آپؒ کا
چہرۂ انور پہ تھی رقصاں تجلّی طُور کی ۔۔۔ ان حسیں آنکھوں میں تھی عفّت نمایاں حُور کی

جس کے حُسنِ دِلرُبا میں عشق کی تاثیر ہو
کارگر دِل پر نہ کیوں اُس کی نظر کا تیر ہو

کہ سُورج آسمان سے گر پڑا اور ایک پٹاخے کے ساتھ پھٹ کر نظروں سے غائب ہو گیا۔ اور چاروں طرف اندھیرا ہی اندھیرا چھا گیا اور اُنہیں ایسا محسوس ہوا جیسا کہ وہ خواب میں کہہ رہی ہوں کہ یہ تو قیامت ہے۔ والدہ ماجدہ دو تین روز بے حد متفکر رہیں تا آنکہ اُن کو قبلہ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات حسرت آیات کی اِطلاع مِلی ؎

اَے دریغا اَے دریغا اَے دریغ
آفتابم شُد نہاں در زیرِ میغ

آپؒ کے وصال کی خبر دوستوں پر بجلی بن کر گری۔ پاکستان کے تمام شہروں میں جہاں جہاں دوست موجود تھے بذریعہ تار اطلاع دی گئی اور لوگ دیوانہ وار آپؒ کے جنازے میں شرکت کے لئے راولپنڈی شریف پہنچے۔

برادرم پروفیسر محمد صدیق صاحب گورنمنٹ کالج لالہ مُوسیٰ کا کہنا ہے کہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ کا رُخِ انور ماہتاب کا ٹکڑا معلوم ہوتا تھا۔ آج تک ان کی آنکھوں کو اس نظارے سے ٹھنڈک پہنچتی ہے۔ قبلہ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ قبلہ عالم ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا رُوحانی فیض پہلے سے ہزاروں گُنا زیادہ بڑھ گیا ہے۔ کیونکہ موت کے بعد جسمانی بندشیں ٹوٹ جاتی ہیں اور رُوح لاکھوں گُنا زیادہ طاقت پکڑ لیتی ہے۔ بقول اِقبال علیہ الرحمۃ ؎

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جُدا ہوتے نہیں
عقل جب دم دہر کی آفات میں محصُور ہو
یا جوانی کی اندھیری رات میں مستُور ہو
دامنِ دل بن گیا ہو رزم گاہِ خیر و شر
راہ کی ظلمت سے ہو مشکل سُوئے منزل سفر
خضرِ ہمّت ہو گیا ہو آرزُو سے گوشہ گیر
فکر جب عاجز ہو اور خاموش آوازِ ضمیر
وادیٔ ہستی میں کوئی ہم سفر تک بھی نہ ہو
جادہ دِکھلانے کو جگنو کا شرر تک بھی نہ ہو

مرنے والوں کی جبیں روشن ہے اس ظلمات میں
جس طرح تارے چمکتے ہیں اندھیری رات میں

محترم خادم علی صاحب خادم علی روڈ سیالکوٹ نے ۱/۱ کو قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سانحہ ارتحال یعنی اس آفتابِ درخشاں کے رُو پوش ہونے پر ایک قطعہ ارسال کیا۔ جس میں

آپؒ کا سنِ وصال دیا ہوا ہے۔

آہ، آں عارفِ حق آگاہے | مسندِ فقر را شہنشاہے
شد ز دارِ فنا بہ دارِ بقا | یافت جائے بہ جنت الماوے

سالِ ترحیل آں خجستہ نہاد
یک ہزار است و سہ صد و ہشتاد

۱ ۳ ھ ۸ ۰

السّید ابو الفیاض عبداللہ الغالب شاہ بخاری چشتی النقشبندی وڑائچاں والہ ضلع گجرات نے سالِ وفات نکالا "عطرِ ذات" اور سالِ پیدائش "مجمل نیک خصلت"۔

۱۳۱۳ھ ۱۳۸۰ھ

مختلف حضرات نے قبلہ عالم ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفاتِ حسرت آیات پر مندرجہ ذیل تاریخیں نکالیں

تاریخِ وصل الحاج ۱۳۸۰ھ — سیّدی خواجہ خواجگان ۱۳۸۰ھ — رحمت العالمین ماہِ تاباں ۱۳۸۰ھ

چشمہ روشن عبدالرحمان ۱۳۸۰ھ — قطب المشائخ آدام اللہ ملکہ ۱۳۸۰ھ — جانشین بارگاہِ عالیہ نقشبندیہ ۱۳۸۰ھ

باادب سجادہ افروز عیدگاہ شریف راولپنڈی ۱۳۸۰ھ — مَا عَرَفْنَاكَ حَقَّ مَعْرِفَتِكَ ۱۳۸۰ھ

ایضاً

چوں جنابِ عبدِ رحماں، صاحبِ مخمورِ حق | عامل و کامل، اجل، اکمل ہمہ پُر نورِ حق
عالم و فاضل، ادیب و حافظِ اُمّ الکتاب | آں جُنیدِ وقت، شبلیِ زماں، منظورِ حق
"عبدالرحمٰن نورِ رحمت" صدرِ بزمِ نقشبندا | کرد رحلت سوئے جنّت ناصر و منصورِ حق

۱۳۸۰ھ نیز غالب سالِ وصلش از روئے ابدال جُست
گفت ہاتف، چشمۂ حافظ، "عجب منظورِ حق!"

۱۳۸۰ھ

اقتباسات

مکتوبِ رحمانی

مکتوب محررّہ ۲۸-جون ۱۹۵۹ء

بنام بندۂ عاجز و مسکین مؤلف "انوار الکریم"

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ

مخلصی و محبّی، سعادت کے نشان والے سلمکم اللہ تعالیٰ

خط ملا۔ کاشفِ حالات ہوا۔ دُعا کی گئی ہے۔ اللہ کریم آپ کو اپنی سچی محبّت میں ترقی بخشے اور دین و دُنیا میں برکت و عزّت بخشے۔ آمین!

عزیزِ من! دُعائے حزب البحر آپ یاد کرلیں۔ روزانہ ایک دفعہ پڑھ لیا کریں۔ ناغہ نہ ہونے پائے۔ باقی دُعائیں وغیرہ پھر دیکھا جائے گا۔

لاہور کے متعلق جو آپ نے لکھا ہے دُعا کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ بہتری فرمائے۔ کوشش کریں۔ جہاں تک ہوسکے اپنے دل کو ہر حال میں خالق کی یاد سے آباد رکھیں۔ نماز پنجگانہ پر استقامت رکھیں تصوّرِ شیخ کو مدِ نظر رکھ کر ذِکر کیا کریں۔ پیر کا تصوّر خُدا کا خوف اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت پیدا کرتا ہے۔ زندگی کا کیا اِعتبار ہے۔ اِس وقت کو غنیمت سمجھیں ؎

ذِکر کُن ذِکر تا ترا جان است — پاکیٔ دِل ز ذِکرِ رحمٰن است

مرا ز پیرِ طریقت نصیحتے یاد است — کہ غیرِ ذِکرِ خدا ہر چہ است برباد است

ہر دُعا توجہ میں برابر یاد رکھا جاتا ہے۔ تسلّی فرمادیں۔"

مکتوب محررّہ ۴-جولائی ۱۹۵۹ء

بنام بندۂ مسکین انیس احمد شیخ مؤلف "انوار الکریم"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم۔ وعلیکم السّلام ورحمۃ اللہ!

مخلصی و محبّی فی اللہ سلمکم اللہ تعالیٰ۔ خط مِل کر کاشفِ حالات ہوا۔ دُعا کی گئی ہے اللہ کریم

سعادتِ دارین نصیب فرمائے۔ آمین!

اللہ کریم آپ کو اپنا زیادہ زیادہ ذوق وشوق اور اس پر دائمی استقامت عطا فرمائے۔ آمین!

والدین کا سایہ بھی عجیب نعمت ہے۔ جہاں تک ہو سکے اُن کی رضا حاصل کریں۔ یہاں سے بھی انشاء اللہ دُعا و توجہ برابر پہنچتی رہے گی تسلّی فرماویں۔ عزیز طارق اور اہلیہ کے لیئے بھی دُعا کی گئی ہے اللہ کریم اپنی محبت عطا فرمائے۔ اور دونوں جہان اچھے فرمائے۔ آمین!

جہاں تک ہو سکے اپنے دِل کو ہر حال میں خالق کی یاد سے آباد رکھیں۔ دِل کرے یا نہ کرے ذوق ہو یا نہ ہو کسی حال میں ذکر میں سستی نہ ہو ؎

ذِکر کُن ذِکر تا ترا جان است　　پاکیٔ دِل زِ ذِکرِ رحمٰن است

یادِ حق گر مونسِ جانت بود　　ہر دو عالم زیرِ فرمانت بود

یادِ اُو سرمایۂ ایماں بود　　ہر گدا از یادِ اُو سُلطاں بود

اللہ کریم آپ کو نفس وشیطان کے فریبوں سے محفوظ رکھے۔ اور دین و دُنیا میں برکت و عزّت بخشے۔ آمین۔ دیگر خیریّت ہے۔

یہ خط محرّرہ ۲۰۔ جون ۱۹۵۵ء علاقہ پشاور کے ایک دوست کو تحریر فرمایا:۔

"صوفی نواب دین سے کچھ خطرناک لغزشیں ہوئی ہیں جن کی وجہ سے وُہ راہِ سلوک سے بھٹک گئے ہیں۔ فقیر نے ان کو متنبہ کر دیا ہے۔ فی الحال ان کی صحبت سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اس لیئے ان سے پرہیز کریں۔ اگر وُہ سچے دل سے تائب ہو گئے۔ اور ان کی حالت سدھر گئی تو آپ کو اطلاع دی جائے گی۔

بارشادِ خواجہ غریب نواز حضرت ثانی صاحب مدظلہم　　فقیر از راولپنڈی

بقلم عبدالرحمٰن عفی اللہ عنہ کاتب دربارِ عالیہ　　۵۵-۶-۲۰

کسی دوست کو تحریر فرمایا سرنامہ اور تاریخ دستیاب نہیں۔

"میرے عزیز! اپنے نفس کو ضرور تنبیہ کرتے رہا کریں اور عبادت اور ذِکر سے اس کو شکستہ

رکھیں اور اس کی پسندیدہ چیزیں اس کو نہ دیں تا وقتیکہ مطمئنہ اور راضی برضائے باری تعالیٰ ہو جائے۔ صغائر کو حقیر نہ جانیں کیونکہ وُہ کبائر کی سیڑھی ہیں۔ عورتوں کی مجالس سے حتی الامکان پرہیز رکھیں صبح و شام ضرور خلوت میں متوجہ ہو کر بیٹھا کریں۔ انشاء اللہ توجہ فقیر آپ کو پہنچتی رہے گی مقسوم کی طلب میں سرگرداں نہ ہوں بلکہ اپنے آپ کو مستغنی رکھیں مقسوم خوشگوار ہو کر آپ کو ملے گا۔ اللہ کریم اپنا فضل و کرم شاملِ حال فرما دے۔"

یہ مختصر سا خط بنام فقیر حقیر انیس ولریش اغلباً جولائی اگست ۱۹۶۰ء میں وصال سے چند ماہ قبل لکھا گیا جب کہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طبیعت سخت علیل تھی۔

۲۸۹

نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

وعلیکم السلام۔ مخلصی:۔

قبلہ عالم بفضل اللہ خیریت سے ہیں۔ داتا صاحبؒ کے ہاں آپ جا سکتے ہیں۔ فاتحہ کے لئے مکان بنانا شروع کر دیں۔ دُعا کی گئی ہے تسلّی فرماویں۔ فقط والسلام

قبلہ عالم

قبلہ عالم ذیشان رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مکتوب گرامی محمد اسماعیل سکنہ عدالت گڑھ کے خط محررہ ۱۲۔ اگست ۱۹۴۲ء کے جواب میں تحریر فرمایا۔

خط مل کر کاشفِ حالات ہوا۔ اللہ کریم آپ کو اپنی سچی محبت میں ترقی بخشے۔ اور دین و دُنیا میں برکت و عزت بخشے آمین۔ امیرے عزیز! رمضان المبارک خاص عبادت کا مہینہ ہے۔ اس میں کم از کم اتنی عبادت تو کی جائے جتنی صحابہ و تابعین کے زمانہ میں معمول تھی۔ مردوں کا کام پس ماندوں کو بھی ہمراہ لے کر منزل پر پہنچنا ہے نہ کہ خود بھی ان کے ہمراہ ہمت ہار کر رہ جائے۔ اپنے خالق کے ساتھ نیک ظن رکھیں۔ نابالغوں اور بچیوں کا رازق خالق ہے نہ آپ اور نہ کوئی اور۔ اپنے معاملہ کو اور اپنے متعلقین کے معاملہ کو حق کے حوالہ کر دیں۔ اور اپنی ہمت بلند رکھیں۔ کوشش کریں کہ کوئی سانس خالق کی یاد سے

غفلت میں نہ گزرے۔ اللہ کریم توفیق رفیق فرمائے۔ آپ تراویح پوری بیس[۲۰] پڑھائیں۔ اور اختلاف کرنے والوں کو نرمی اور حکمت سے بحث کر کے متفق کر لیں۔ اللہ کریم آپ کی سعی مشکور فرمائے۔

راولپنڈی شریف

حضرت صاحب مدظلہم
۲۷۔ اگست سنہ ۴۲ء
۱۴ شعبان المعظم سنہ ۶۱ھ

ناچیز مؤلف کی ڈائری کے چند اوراق

مورخہ ۵۔ فروری ۱۹۶۱ء بروز اتوار

راولپنڈی شریف "بیت الحبیب" میں حاضری

الحاج خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کا چالیسواں مبارک

ارشادات۔ تاثرات و واردات

آہ گر من باز بینم روئے یارِ خویش را
تا قیامت شکر گویم کردگارِ خویش را

یوں اُن کی بھری بزم کو ہم دیکھ رہے ہیں
جیسے کوئی تصویرِ ارم دیکھ رہے ہیں

آج حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چالیسواں مبارک ہے کپکپاتی سردی ہے۔ پھر بارش بھی ہوتی رہی ہے۔ مری میں غالباً دس فٹ برف پڑی ہے۔ دل بھی سنسان اور ویران ہے۔ یہ بندۂ حقیر آج صبح آٹھ بجے مزارِ مقدس پر پہنچ گیا۔ دوستوں کا بے پناہ ہجوم تھا۔ قرآن خوانی کرنے والوں کے علاوہ دعائیں مانگنے والوں کا بہت رش تھا۔ نورِ توحید اور نورِ رسالت ؐ کے پروانے آج پھر شمع حسن کے گرد منڈلا رہے تھے۔ حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا مزار قبلہ عالم حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے دائیں پہلو میں ہے۔ قبر ابھی کچی ہے اور تازہ مٹی کا ڈھیر معلوم ہوتی ہے۔ اس کے اوپر گہرے سبز ریشمی کپڑے کا غلاف تھا جس پر کثرت سے پھول بکھرے ہوئے تھے۔ یہ بندہ حقیر اس مزارِ حسن پر عقیدت کے پھول اور ارمانوں کے آنسو نچھاور کرنے آگے بڑھا ع

اِک ہاتھ میں گجرا کلیوں کا، اِک ہاتھ میں ڈالی پھولوں کی

؎ تارا ٹوٹتے سب نے دیکھا یہ نہ دیکھا ایک نے بھی
کس کی آنکھ سے آنسو ٹپکا کس کا سہارا چھوٹ گیا

آج محفلِ قرآن خوانی ہوئی۔ پھر نعت خوانی بھی۔ کیونکہ قبلہ عالم ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق تھا۔ پھر سلطان العارفین حضرت باہُو رحمۃ اللہ علیہ کا کلام کسی مست نے عجب دُھن سے گایا کہ دِل پگھل گئے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔ گویا ساون بھادوں کا سماں بندھ گیا ۔

یُوں تیری آرزُو میں مَیں بار بار رویا غم سے لپٹ لپٹ کے دِل زار زار رویا
کیا اُس کو بے قراری یاد آگئی ہماری بل بِل کے بجلیوں سے ابرِ بہار رویا

کچھ بھی ہوں یاد و باراں ہم تو یہ جانتے ہیں
اِک بے قرار تڑپا، اِک دِل فگار رویا

حضرت باہُو علیہ الرحمۃ کا کلام معرفت کا پیام ہے۔ دوستوں نے خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں مچلتے آنسوؤں، سرد آہوں اور ہچکیوں کا نذرانہ پیش کیا۔ ہر طرف رقصِ بسمل کا منظر نظر آتا تھا۔ خاص طور پر ان شعروں پر تو سب پھُوٹ پھُوٹ کر روتے ۔

آہ! تاریکی ہیں کوئی راستہ ملتا نہیں مے کشوں کی بھیڑ ہے اور میکدہ ملتا نہیں
ناخُدا ملتے ہیں لاکھوں با خُدا ملتا نہیں آپ جیسا خلق والا رہنما ملتا نہیں

کوئی کُشتۂ غمِ آرزُو، ترا نام لے کے یہ کہہ گیا
ترا غم ہی میری حیات ہے، ترے غم کی عُمر دراز ہو

خُطبہ مُبارک

۵۔ فروری ۱۹۶۱ء

صاحبزادہ حبیبُ الرّحمٰن صاحب (سلمہ اللہ تعالیٰ) نے جس سادگی اور عمدگی سے آج کا خطبہ دیا اس سے گویا باطن کی آنکھ کو نیا نُور نصیب ہوا۔ مولا کریم نے خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی کمی پُوری کر دی۔ قلب کو تسکین کا سامان ہاتھ آیا۔ آپ نے فرمایا کہ خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے بارے میں

لوگوں نے اکثر پوچھا ہے کہ حضورؒ کی وفات کیسے ہوئی اور وصال سے پیشتر آپؒ نے کیا فرمایا۔

خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ وصال سے ایک ماہ قبل اہلِ دُنیا سے قطع تعلق کر چکے تھے۔ اور صرف یادِ الٰہی میں مصروف اپنی چارپائی پر دراز تھے۔ ان کے جلال کا یہ عالم تھا کہ اہلِ خانہ میں سے کسی کو حضورؒ کے قریب پھٹکنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔ وفات سے چند روز قبل ایک لیفٹیننٹ کرنل پشاور سے حضورؒ کی زیارت کے لیئے آیا۔ چونکہ حضورؒ کی طرف سے ممانعت تھی اِس لیئے میں (صاحبزادہ صاحب) نے اِنکار کیا لیکن جب کرنل صاحب نے مِنّت سماجت کی تو میں اس کو حضورؒ کی خِدمت میں لے گیا۔ حضورؒ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ کرنل صاحب کو دیکھ کر فرمایا "آئیے کرنل صاحب! آپ کا نام فلاں ہے اور آپ بیعت کے لیئے آئے ہیں؟ اس نے اثبات میں جواب دیا تو آپؒ نے فرمایا کرنل صاحب! اللہ تعالےٰ نے مجھ سے جو کام لینا تھا وُہ لے چکا۔ اَب میں خُود اللہ تعالےٰ کے سامنے پیش ہونے کے لیئے تیار ہو رہا ہُوں۔ میری مثال تو اُس مُسافر کی طرح ہے جو پلیٹ فارم پر گاڑی کے اِنتظار میں ہو کہ کب گاڑی آئے اَور وُہ اس میں بیٹھ کر سفر پر روانہ ہو جائے۔"

وفات کی رات آپ پُرسکون رہے۔ صبح ساڑھے پانچ بجے مجھے (صاحبزادہ صاحب) طلب کیا۔ یہ ایک غیر معمولی بات تھی۔ آپؒ نے مجھے پاس بٹھا اور بیعت لی۔ پھر بغیر کسی سہارے کے چائے وغیرہ پی۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس بیٹھے رہو۔ تقریباً ۹ بجے کا وقت ہو گا کہ اچانک آپؒ نے اپنا دایاں بازُو بلند کیا اَور فرمایا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی اور بازُو نیچے کیا اَور اپنی جان اس جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ ۝ وَّیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ ۝

وفات کے وقت حضورؒ کا چہرہ مُبارک سُرخ ہو گیا تھا جِس طرح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا ہوا تھا اَور حضُور صلی اللہ علیہ وسلّم بھی سوموار ہی کی صبح کو واصلِ حق ہُوئے تھے ؎

آئے عشاق گئے وعدۂ فردا لے کر
اَب اُنہیں ڈھونڈ چراغِ رُخِ زیبا لے کر

انوار الحبیب

المعروف

جمالِ ہمنشیں

گِلے خوشبوئے در حمّام روزے
رسید از دستِ محبوبے بدستم!
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری
کہ از بوئے دلآویزِ تو مستم!
بگفتا من گِلِ ناچیز بودم
ولیکن مدّتے با گُل نشستم
جمالِ ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

خاکپائے حبیب
انیس احمد شیخ عفی عنہ

کیا فائدہ فکرِ بیش و کم سے ہوگا
ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا
جو کچھ ہُوا، ہوا کرم سے تیرے
جو ہوگا، ترے کرم سے ہوگا

حالی

دیباچہ

مُشک آنست کہ خُود ببوید نہ کہ عطّار بگوید

موجُودہ سجّادہ نشین قبلۂ عالم حضرت حبیبُ الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ المنّان کے حالات و کمالات کے بارے میں خامہ فرسائی کرنا گویا سُورج کو چراغ دکھانا ہے۔

ع آنکھ والا ترے جوبن کا تماشا دیکھے

قبلۂ عالم حضرت حافظ جی قدس سرّہٗ کے ارشادِ عالیہ اور قبلۂ حالی حبیب صاحب سلمہٗ کی خمول پسندی اور منکسر المزاجی کے پیشِ نظر عاجز نے معدُودے چند حالات و واقعات پر اکتفا کیا ہے آپ فنا فی الرّسُولؐ ہیں اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے علاوہ کسی اور کا تصوّر ذہن میں نہیں لاتے۔

"انوار الحبیب" کا منظوم حِصّہ اوّل سے آخر تک قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد لکھا گیا ہے۔ اور موجُودہ قبلۂ عالم سلمہٗ کا باطنی تصرّف اِس کلام کے پیچھے کارفرما ہے۔

علاوہ ازیں عاجز نے حضور سلمہٗ کی اجازت سے سرہند شریف اور اجمیر شریف میں حضرت اِمامِ ربّانی مجدّد الف ثانی قدس سرّہ العزیز اور خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے عُرس ہائے مُبارک میں شرکت کی۔ اور دہلی میں مخدُومنا حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرّہٗ اور حضرت محبُوبِ الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت خواجہ بختیار کاکی اور حضرت خواجہ نصیرُ الدین چراغ رحمۃ اللہ علیہم کے مزاراتِ مقدسہ پر حاضری دی اور اپنے مُرشدِ کامل کے طفیل اِن درگاہوں سے فیض یاب ہُوا۔

مزید برآں عاجز کو پاکستانی زائرین کی بطور ڈپٹی لیڈر قیادت کرنے کی تین مرتبہ سعادت حاصِل ہُوئی۔ نذرانۂ عقیدت میں جُملہ پاکستانی زائرین کے جذبات و خیالات کی ترجمانی اور عکاسی کی گئی ہے۔

جُملہ احباب کی خدمتِ عالیہ میں اِلتماس ہے کہ عاجز مؤلّف، اس کے والدین و جُملہ اقارب

کے لئے دُعائے خیر و مغفرت فرمائیں۔

نیز یہ کہ درگاہِ عالیہ نقشبندیہ مجدّدیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی کا چشمۂ فیوض و برکات ابدالآباد تک جاری و ساری رہے۔ اَللّٰھُمَّ زِدْ فَزِدْ۔ اور حضورِ عالی سلمہٗ کے قدموں میں عاجز کو قبولیت اور سُرخروئی حاصل ہو ؎

بہ مقبولی کسے را دسترس نیست
قبولِ مقبلاں جز دستِ کس نیست

بندۂ عاجز و حقیر

انیس احمد شیخ عفی عنہ

سراج الاولیا قطب عالم الحاج خواجہ حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

سجادہ نشین درگاہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی

طریقت کا پہلا اصول ہے کہ اپنے مرشد کو غوث اور قطب ہی سمجھنا چاہیئے۔ یہی سوتے ادب ہے۔ ع۔ ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں مثل مشہور ہے کہ بے ادب بے نصیب با ادب بانصیب۔ مولانا روم علیہ الرحمۃ کا ارشاد ہے کہ ؎

نفس رانکشد بغیر از ظلِ پیر دامنِ آں نفس کش محکم بگیر

ترجمہ۔ مرشدِ کامل کے سائے کے بغیر نفسِ بد کو کوئی نہیں مار سکتا لہٰذا ایسے مردِ کامل کا دامن مضبوطی سے پکڑ۔

اور حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکتوبات شریف میں ارشاد فرماتے ہیں ؎

زاں رُوئے کہ چشمِ تست احول معبودِ تو پیرِ تست اوّل

ترجمہ۔ آنکھ کے نظارے کی رُو سے مرشدِ کامل گویا پہلا معبود ہوتا ہے۔

اِس عالمِ خرابات میں گمراہ کرنے والے بے شمار اور بے حساب ہیں۔ بلکہ آغاز سے یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے ؎

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا اِمروز چراغِ مصطفویؐ سے چراغِ بُولہبی

ہر دور میں نام نہاد پیروں نے عوام النّاس کو جادۂ حق سے گمراہ کیا ہے۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ نے واضح طور پر اِن شیطان کے چیلوں سے بچنے کی تلقین اور تاکید کی ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم رُوئے ہست پس بہ ہر دستے نباید داد دست

ترجمہ۔ بے شمار شیطان انسانی شکل میں پھرتے ہیں پس ہر ہاتھ میں ہاتھ نہیں دینا چاہیئے۔

آج کل کا دور الحاد کا دور ہے اور دُنیا دینِ خُدا کے رستے سے دُور ہٹتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر زمانے میں بنی نوعِ انسان کو اندھیرے سے روشنی کی طرف اور گمراہی سے ہدایت کی طرف لانے کے لیئے اپنے منتخب اور برگزیدہ افراد پیدا کرتا ہے جو حقیقی معنوں میں اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے رستے پر چلتے ہیں اور لوگوں کو بھی صراطِ مستقیم پر

چلنے کی دعوت دیتے ہیں۔ ان صالح مردوں اور جعلی پیروں میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے ۔

چراغِ مُردہ کجا، شمعِ آفتاب کجا　　　ببیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ۔ بھلا بجھے ہوئے چراغ اور روشن سورج میں کیا مقابلہ۔ دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اور بقول حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ ان اہل اللہ کا وجود اللہ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہوتا ہے اور اللہ کی نعمتوں میں سے ایک نعمتِ عظمٰی۔

ع حقیقت مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی۔ تاجدارِ اقلیمِ روحانیت الحاج خواجہ حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی جامع صفات وحید العصر شخصیت ہیں کہ بندۂ حقیر و پُر تقصیر ان کے اوصافِ حمیدہ اور خفی و جلی کو پیش کرنے سے قاصر ہے ۔

اے بروں از وہم و قیل و قالِ من　　　خاک بر فرقِ من و تمثیلِ من

ترجمہ۔ اے کہ میرے دماغ اور پیش کردہ مثالوں پر خاک! تیری ہستی میرے احاطۂ خیال اور اظہار سے بالاتر ہے۔

قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ شہنشاہِ بابر کی اولاد ہیں۔ اور سلطنتِ روحانیت و معرفت کی شہنشاہی انہیں ورثہ میں ملی ہے۔ آپ کے دادا حضرت حافظ محمد عبد الکریم صاحب قدس سرّہٗ اپنے زمانے کے غوث اور قطب تھے اور بزمِ اسلام کا ایسا روشن چراغ تھے جسے سِرَاجًا مُّنِیۡرًا کہیں تو بجا ہے ۔

پیرِ من سرتاجِ جملہ اولیاست　　　ظاہر و باطن پُر از نورِ خداست

گام بر گامِ نبیِ مصطفےٰ است　　　منبعِ صدق و صفا و ہم سخاست

اسم دارد بامسمّٰی اے فہیم　　　ہست محبوبِ خدا عبد الکریمؒ

ترجمہ۔ میرا مرشد ولیوں کا سردار ہے اور اس کا ظاہر و باطن نورِ خدا سے معمور ہے۔ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر چلتا ہے اور صدق و صفا اور سخاوت کا پیکر ہے۔ وہ اسم بامسمّٰی ہے یعنی حافظ عبد الکریم صاحب (علیہ الرحمۃ) اور محبوبِ خداوندِ دو عالم ہے۔

حضرت حبیب الرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ کے والدِ ماجد خواجہ غریب نواز حافظ عبد الرحمٰن صاحب قدس سرّہٗ ایک عظیم المرتبت اور وحید العصر ولی اللہ تھے جو اپنے زمانے میں غوث الاعظم اور قطب الاقطاب کے مقام پر فائز تھے ۔

نہ من بر آں گُلِ عارض غزل سرائم و بس — کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

ترجمہ۔ ایک میں ہی اس گُلِ رعنا کی تعریف نہیں کرتا ہزاروں بلبلیں اس کی مدح سرائی کر رہی ہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ ان الفاظ سے بھی اہل اللہ کی شانِ کریمی و خسروی کا حق ادا نہیں ہو سکتا۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب — ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبی ست

ان نفوسِ قدسیہ نے لاکھوں گمراہانِ اُمتِ محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو شریعتِ مطہرہ سے رُوشناس کرایا۔ سینکڑوں کافروں کو مسلمان کیا۔

ایں فقیرِ دلپذیر، آں صاحبِ روشن ضمیر — گمرہاں را راہنما و ہمرہاں را دستگیر

اور اللہ تعالیٰ کی رسّی کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ زمانے کے لیئے روشن مثال بن گئے۔

اے وجودِ تو جمالِ زندگی — اسوۂ تو ہم کمالِ زندگی

بندۂ حقیر و پُر تقصیر نے قبلۂ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں مضمون کے بارے میں درخواست کی حضور کا جواب تبرکاً درج ذیل ہے:-

"فقیر کی پیدائش سوموار ۹ دسمبر ۱۹۳۰ء ہے۔ فقیر کے دو صاحبزادے نجیب الرحمٰن اور نقیب الرحمٰن سلمہا اللہ ہیں۔ فقیر نے ۱۹۶۱ء میں عمرہ اور ۱۹۶۲ء میں حج اور ۱۹۶۵ء میں حج کیا۔ علمِ قرآن اور حدیث قبلۂ عالم سے حاصل کیا۔" والسلام

مسندِ فقر پہ بھی رشکِ سلیماں ہیں حبیب — بزمِ امکان کی اِک شمع فروزاں ہیں حبیب

آج کہ گلشنِ اسلام خزاں دیدہ ہے — اپنے ویرانے میں آئینِ بہاراں ہیں حبیب

رُخِ پُر نور ہے یا جلوہ گہِ عبدِ کریمؒ

نُورِ چشمِ دگراں بندۂ رحمانؒ ہیں حبیبؔ

قبلۂ عالم حضرت حبیب الرحمٰن صاحب نے خلافت اور بیعت کرنے اور درسِ قرآن مجید دینے کا سلسلہ تو قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حینِ حیات میں ہی شروع کیا ہوا تھا۔ مگر مسندِ ارشاد پر وہ ۲ جنوری ۱۹۶۱ء کو حضرت ثانی صاحب رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال کے بعد متمکن ہوئے۔

بندۂ عاصی و عاجز، حقیر و پُرتقصیر کو ۵۔فروری ۱۹۶۱ء اتوار کا دن تا قیامت یاد رہے گا۔ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا چالیسواں مبارک تھا۔ طبیعت پر حزن و ملال کی گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ بندۂ عاجز و حقیر نے جون ۱۹۵۹ء میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر تجدیدِ بیعت کی تھی۔ کیونکہ ۳۵-۱۹۳۴ء کی حضرت حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ والی بیعت کے بعد عاصی و پُرتقصیر پہلی مرتبہ دربارِ عالیہ میں حاضر ہوا تھا اور پھر ؎

آں دلے کہ رم نمودے از خوب رُو جواناں
یک پیرِ سالخوردہ بُردہ بہ یک نگاہے

کہ اچانک قبلہ ثانی صاحب قدس سرہٗ ہم عاصیوں کو چھوڑ کر فردوسیوں کے عالمِ خاموش کو ہجرت فرما گئے ؎

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
رُوئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

والا معاملہ ہو گیا تھا۔

مُوسلادھار بارش کے بعد اَب ہلکی ہلکی بُوندا باندی ہو رہی تھی۔ آسمان ابر آلودہ تھا۔ آفتاب بھی اُس دن پردے میں منہ چھپائے ہُوئے تھا۔ راولپنڈی جیسے پہاڑی علاقے میں سخت سردی تھی۔ مری میں شدید برف باری ہوئی تھی۔ اور دل و جان پر ایک یخ بستہ اُداسی محیط تھی۔ کہ

ع وُہ جو بیچتے تھے دوائے دل وُہ دکان اپنی بڑھا گئے

مزار شریف پر حاضری دی اور مسجد عیدگاہ شریف میں ختم شریف کی محفل میں شرکت کی دوستوں کے دل سخت مجروح تھے۔ ان کے سروں پر سے ایک عظیم المرتبت ولی کا سایہ اُٹھ گیا تھا۔ سب اپنے آپ کو یتیم محسُوس کر رہے تھے۔ قرآن خوانی کے بعد کسی مست نے عجیب انداز سے حضرت سُلطان باہو قدس سرہٗ کا کلام ترنّم سے پیش کیا کہ حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں مجرُوح دِل تڑپ تڑپ کر رونے لگے اور پھر آنسوؤں، ہچکیوں اور سسکیوں کا تار بندھ گیا۔ اور جب کسی نغمہ گو نے یہ بند پڑھا تو دوستوں کی بے اختیار چیخیں نکل گئیں اور سب پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگے ؎

آہ تاریکی میں کوئی راستہ ملتا نہیں
مے کشوں کی بھیڑ ہے اور میکدہ ملتا نہیں
ناخدا ملتے ہیں لاکھوں، باخدا ملتا نہیں
آپ جیسا خُلق والا رہنما ملتا نہیں

بارے یہ طوفان قدرے تھما اور حاضرین صاحبزادہ قبلہ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی تقریر سننے کے لیئے خاموش ہو گئے لیکن دلوں میں اضطراب کا طوفان موجزن تھا کہ کیا خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ جیسے عظیم المرتبت اور عالی مقام ولی کے بعد ہمارے قلب ونظر کی تسکین کا سامان میسر ہو سکے گا؟ کیا ہمارے زخموں کے لیئے مرہم مہیا ہو جائے گا۔ اور کیا قبلہ حضرت حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ اس کم سنی میں وہ خلا پر کرسکیں گے جو ایک ناسور بن کر ہماری روحوں میں ٹیسیں مار رہا تھا؟

اور پھر ایک معجزہ رونما ہوا۔ اس مادرزاد ولی نے جس نے قبلۂ عالم حضرت حافظ جی علیہ الرحمۃ کی گود میں ولایت کا جام نوش کیا تھا۔ اور جنہیں یہ مسندِ ارشاد مشیّتِ ایزدی کے تحت عطا ہوئی تھی اس سادگی اور عمدگی، صدق وخلوص اور مہر ومحبت سے خطبہ دیا کہ عقل دنگ رہ گئی۔ باطن کی چشمِ کور کو نیا نورِ تسکین عطا ہوا۔ اور یہ حقیقت دل پر روشن ہو گئی کہ مولا کریم نے رحمت کا ایک دروازہ بند کیا تو دوسرا کھول دیا ؎

دل ربودند ودو چشمِ نگرانم دادند   رُخ نمودند ولب ہرزہ سرائم بستند

جذبۂ عقیدت نے خانۂ دل سے آواز دی۔ بارِ الٰہا! تو نے اپنا وعدہ سچّا کر دکھایا۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نام لیواؤں کو رہبری سے کسی آن محروم نہیں رکھا ؎

تھم ذرا بیتابیٔ دل یہ ہے وہ بیت الحبیب   جلوۂ ذاتِ الٰہی ہے سدا جس کے قریب
یہ مقامِ عالیہ ہے پاک مانندِ حرم   مجلس آرائی میں ہوتا ہے تماشائے کرم
ذکرِ ھُو سے انجمن ہوتی ہے دیوانی یہاں   چشمِ باطن دیکھتی ہے شانِ رحمانی یہاں
ہم نفس! وہ جذب وہمّت کی نئی تصویر دیکھ   ایک عالم پھر سے ہے پابستۂ زنجیر دیکھ
بن گیا وجہِ سکوں شامِ غریباں کے لیئے   چاند چمکا ہے نیا اہلِ شبستاں کے لیئے

چھپ گیا مہرِ منوّر، پر نہیں یہ حسنِ ظن
چاند کے پردے میں ہے خورشید ہی جلوہ فگن

خدا گواہ ہے کہ اگر اُس دن یہ تسکینِ خاطر میسّر نہ آتی تو یہ عاجز بندۂ پُرتقصیر شاید خواجہ

غریب نواز صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے رُوحانی کسبِ فیض کے ماسوا موجودہ سجّادہ نشین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے وابستگی کا جواز محسوس نہ کرتا۔ اور پھر جب خطبہ دیا گیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح مُبارک بول رہی ہے۔ اور جب دُعا کے لیئے ہاتھ اُٹھے تو قبلۂ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی زبان گویا قبلۂ عالم غریب نواز علیہ الرحمۃ کی زبان بن گئی۔ اور وُہی الفاظ ہمارے کانوں میں گونجنے لگے اور دِل کی گہرائیوں میں اُتر گئے۔

یا اللہ! تیرے یہ بندے سردی اور موسم کی خرابی کے باوجُود تیری محبّت دِل میں لیئے آج یہاں اکٹھے ہُوئے ہیں تو ان سب کی نیک مُرادیں بر لا۔

یا اللہ! ہم گنہ گار ہیں تو ہمیں اپنا بندہ بنا۔

یا اللہ! ہمیں اپنے اعمال پر کوئی بھروسہ نہیں صرف تیری رحمت پر ناز ہے۔

یا اللہ! تو ہماری بخشش اور مغفرت فرما۔

یا اللہ! تو ہمیں اپنا اور اپنے محبُوب رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کا سچّا نام لیوا بنا۔

یا اللہ! ہمیں حشر کے میدان میں اکٹھا اُٹھا اور رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم کے ساتھ رکھ۔

یا اللہ! ہمیں شہداء، صالحین اور صادقین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے گروہ میں شمار فرما۔

یا اللہ! ہمارا حشر و نشر، ہمارا اُٹھنا بیٹھنا، ہمارا مرنا جینا تیرے لیئے اور تیرے رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم کے لیئے ہو۔

یا اللہ! میرے کمزور کندھوں پر جو بوجھ آپڑا ہے اُسے اُٹھانے کی ہمّت مجھے عطا فرما یا۔ آمین!

اور پھر ۱۷ فروری ۱۹۶۱ء کو یعنی چالیسویں مُبارک کے صرف بارہ دن بعد رمضان المبارک کی دُوسری تاریخ تھی کہ قبلۂ عالم حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم میں حاضری دینے کی غرض سے بذریعہ تیز گام راولپنڈی شریف سے کراچی جاتے ہُوئے لاہور میں سے گزرے اور آپ نے لاہور ریلوے سٹیشن پر دوستوں کے اَللّٰہ ھُوْ کے ذِکرِ جہر کے بعد مجمعِ غفیر سے یوں خطاب فرمایا۔ "اللہ اور اللہ کے رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم کی کما حقہٗ اطاعت کرو۔ اِنشاء اللہ ہمارا اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ یہی میرا مشن ہے اللہ تعالیٰ ہماری

عبادت اور ریاضت سے بے نیاز ہے۔ ہم یہ سب کام اپنے فائدے کے لئے کر رہے ہیں۔ خدا کو اس سے کوئی فائدہ نہیں۔" آپ نے فرمایا "میں نے رسُول پاک صلی اللہ علیہ وسلّم کی زیارت کے لئے بڑی سعی کی۔ وظائف پڑھے لیکن زیارت نصیب نہ ہوئی۔ آخر خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کی نگاہِ لطف کے طفیل شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم (فداہ امّی و ابی) خواب میں نظر آتے تو آپ کی شکل مبارک ہُوبہُو خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کے مشابہ تھی۔ سچ ہے۔ وُہ مُرید ہی کیا جس کو دیکھ کر پیر یاد نہ آئے۔"

ہیں نبی الوقت باشد آں مُرید　　که ازو نُورِ نبیؐ آید پدید

فرمایا "اچھے اعمال سیکھو۔ خود کو شریعت کے مطابق بنالو۔ جو لوگ سیدھا راستہ نہیں چلتے خسارے میں رہتے ہیں۔ اللہ کی راہ پر چلنے والے دین اور دُنیا دونوں میں سُرخرو ہوتے ہیں اس کے برعکس غلط کار اس دُنیا میں بھی ذلیل اور آخرت میں بھی ذلیل۔"

۲۹۔ مارچ ۱۹۶۱ء کو قبلہ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی حرمین الشریفین کی زیارت سے واپسی پر برادرم تاج اجمیری صاحب نے یہ منظوم نذرانہ پیش کیا:۔

للہ الحمد کہ مشکل ہوئی ساری آساں　　طے مراحل ہُوئے ہر ایک الحق سُبحان

آتے سرکارِ مدینہ کی زیارت کر کے　　آج محبوبؐ کے محبوب، حبیب الرحمٰن سلمہ!

قبلہ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے جو خاص نسبت ہے۔ اس کا ثبوت تو گویا ہر دوست کے دِل میں موجُود ہے۔

ہیں نبی الوقت باشد آں مُرید　　که ازو نُورِ نبیؐ آید پدید

حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ نے بحکمِ ایزدی آپ کو اپنی زندگی میں ہی خلافت، اجازتِ بیعت اور درسِ قرآن مجید سے نوازا تھا اور فرمایا تھا کہ "میں اور حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ایک ہی بات ہے۔ حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا وجُود میرا وجُود ہے۔ حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا تصوّر میرا تصوّر ہے۔ جس نے حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کی اُس نے گویا مجھ سے جوانی میں بیعت کی۔"

دوستو! قبلۂ عالمؒ کا بیاں یاد آیا ایک ہی بات ہے میں ہوں کہ حبیبؒ

اور حقیقت یہ ہے کہ۔

چراغے را کہ ایزد بر فروزد کسے گر تف زند ریشش بسوزد

بندۂ عاجز و مسکین و پُر تقصیر ۲۲۔ فروری ۱۹۶۱ء کو بوقتِ شب خواب میں قبلۂ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت سے مشرّف ہوا۔ ان دنوں آپ مدینۃ المنوّرہ میں قیام پذیر تھے۔ مجھے یوں نوازا کہ خواب میں اغلباً بغل گیر ہوئے۔ اور میرے لئے گویا مدینہ منوّرہ جانے کا رستہ کھل گیا۔ دوسری مرتبہ آپ اس گنہ گار سے عالمِ رؤیا میں ماہ اگست ستمبر ۱۹۶۲ء میں بغل گیر ہوئے۔ اور اس کے ایک ماہ کے اندر اندر یہ گنہ گار بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضری دینے کی سعادت سے مشرّف ہوا۔

ما در پیالہ عکسِ رُخِ یار دیدہ ایم اے بے خبر ز لذتِ شُربِ مدامِ ما

قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ کے روحانی تصرّف کا بندۂ عاجز و مسکین و پُر تقصیر دل سے گواہ ہے۔ ہر مشکل کے وقت خواب میں آپ کی زیارت ہوتی۔ کبھی آپ کوئی چیز عطا فرماتے ہیں۔ کبھی دُعا کے لئے ہاتھ اٹھاتے ہیں۔ اور مشکل حل ہو جاتی ہے۔ مزید کیا عرض کیا جائے۔

ع۔ ایں سخن را فاش تر گفتن خطا ست

آپ کی روشن ضمیری اور غریب پروری کے سب دوست معترف ہیں۔ جس طرح رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام اپنے مخصوص انداز سے ممیّز اور ممتاز تھے۔ قبلۂ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کے مریدین بھی جداگانہ وضع قطع اور مخصوص رنگ ڈھنگ کے مالک ہیں۔ اور ان مریدوں کو دیکھ کر پیر کا تصوّر خود بخود ذہن میں اُبھر آتا ہے۔

اخی المحترم محمد الیاس صاحب خادم دربارِ عالیہ بیان کرتے ہیں کہ میں ایک مدّت سے رُشد و ہدایت کے لئے کسی ولیٔ کامل کی تلاش میں تھا لیکن دِل کسی پر نہ جمتا تھا تا آنکہ دربارِ عالیہ راولپنڈی شریف میں اتوار کی مجلسِ درسِ قرآن مجید میں شرکت کی سعادت نصیب ہوئی۔ اور اس بابرکت مجلس کا دِل پر گہرا نقش ہوا۔ بعد میں جب حاضرین میں سے کسی دوست نے آواز دی کہ جس شخص نے بیعت کرنی ہو آگے آجائے تو پھر بھی میں نے مطلقاً جنبش نہ کی۔ کیونکہ میں بیعت

ہونے کی نیّت سے نہیں گیا تھا مگر قبلہ حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ نے بھرپور نظر سے میری طرف دیکھا۔ وُہ نگاہیں میرے دِل کے پار ہوگئیں اور ایک انجانی کشش کے تحت میں کھِنچتا ہوا حضور کے قدموں میں پہنچ گیا اور بیعت کرلی ؎

اَے جمالِ تو جوابِ ہر سوال مشکلے حل می شود بے قیل و قال

اور طالبانِ حق کے لیے کھُلا چیلنج ہے کہ ؎

جذبۂ دِل جو سلامت ہے تو اِنشاءاللہ کچے دھاگے سے بندھی آئے گی سرکار چلی

فی الواقع قبلہ عالم صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ عبدہٗ کے زمرے میں آتے ہیں۔

عبدِ دیگر عبدہٗ چیزے دِگر او درُونِ خانہ ما بیرُونِ در

ما کلیسا دوست ما مسجد فروش او ز دستِ مصطفےٰ پیمانہ نوش

آپ کے دستِ حق پرست پر بیعت کرنے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فیضان کا دروازہ کھُل جاتا ہے۔ بقولِ اقبالؒ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکُشا، کارساز

یہی مشیّتِ ایزدی ہے اِسی ضمن میں شانِ کریمی نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے نائبین اِسی فریضہ کی ادائیگی میں مصرُوف ہیں۔ قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ مستجیب الدعوات ہیں۔ جو پاک ہستی فنافی الرّسُول اور فنافی اللہ کی منازل طے کر لیتی ہے اُس کی دُعائیں کیوں مقبول اور پُر تاثیر نہ ہو۔ مولانا رُوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

آں دُعائے بے خوداں خود دیگر است ایں دُعا زو نیست، گفتِ داور است

آں دُعائے حق کُند چُوں او فناست آں دُعا را اجابت از خدا است

آں دُعائے شیخ نے چوں ہر دُعاست فانی است و گفتِ او گفتِ خدا است

چُوں خدا از خود سوال و کد کُند
پس دُعائے خویش را چُوں رد کُند!

(ترجمہ:۔ اللہ کی محبّت میں سرشار لوگوں کی دُعا کچھ اور چیز ہے۔ یہ محض دُعا یا التجا نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالےٰ کا اپنا فرمان ہوتا ہے۔ چونکہ ولی اللہ خدا کی ذات میں فنا ہوتا ہے۔ اس کی دُعا سچی

ہوتی ہے اور اِن دُعاؤں کو بارگاہِ خُداوندی میں قبولیت حاصل ہوتی ہے۔ پیر کی دُعا عام دُعا کی طرح نہیں ہوتی۔ چُونکہ وُہ فنافی اللہ ہے۔ اس کا کہنا گویا خُدا کا کہنا ہے۔ پس جب خدا خود اپنے آپ سے سوال جواب کرتا ہے تو اپنی دُعا کو کس طرح ردّ کر سکتا ہے)

رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں قبلۂ عالم حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ نے گزارش کی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) میں تو صرف آپؐ کے فرمان کے مطابق دوستوں کو بیعت کرتا ہُوں۔ آگے اُن کی پذیرائی حضور (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے ہاتھ ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے آپ کے مُریدین کے لیئے خاص تحفہ دیا ہے کہ جب کوئی مشکل درپیش ہو تو اوّل آخر سات مرتبہ دُرود شریف پڑھیں اور درمیان میں یہ کلمات جتنی مرتبہ پڑھ سکیں پڑھ کے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بارگاہِ رسالت میں التجا کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ مراد بر آئے گی۔ (یامالك العالمین اغثنی یاغیاث المستغیثین اغثنی - یارسول الله اغثنی - یارسول الله اشفع لی الی الله۔

اِتباعِ شریعت اور عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلّم میں فنا ہونے کی وجہ سے آپ کا اپنے مُریدوں کے دِلوں پر گہرا نقش ہے۔ کیونکہ آپ سے اللہ اور اللہ کے رسُول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے احکام کے خلاف ہرگز ہرگز کوئی حرکت سرزد نہیں ہوئی۔ آپ کے فیضان کا ذِکر کرنا گویا سُورج کو چراغ دِکھانا ہے۔ تاہم اِس مادہ پرست اور ظاہر پرست دنیا میں کوئی دلیل اور منطق پیش نہ کرنا عوام النّاس کو شک و شبہ میں مبتلا کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کے فیوض و برکات اور کشف و کرامات کی چند مزید جھلکیاں قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں ؎

نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گوئیم
ہمہ آفتاب بینم ہمہ آفتاب گوئیم

اور "وفاداری بشرطِ استواری اصلِ ایماں ہے" کے مصداق میں اپنے ہی مشاہدے سے آغاز کرتا ہُوں۔ وگرنہ ؎

نہ من بر آں گُلِ عارض غزل سرایم و بس
کہ عندلیب تو از ہر طرف ہزار انند

اپنی محرُومیوں اور کوتاہیوں، اپنی بے مائگی، تہی دامنی اور نااہلی کے باوجود یہ عبدِ ذلیل، سخی

ابنِ سخی ابنِ سخی قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات سے متوقع ہے کہ اِس عاصی، عاجز، ضعیف، مسکین کی کایا پلٹ جائے گی ؎

آناں کہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند
آیا بود کہ جانبِ ما ہم نظر کنند

آپ کے رُوحانی تصرّف کا حال ہی کا مشاہدہ میرے دل پر کالنقش فی الحجر ہے۔ جُون ۱۹۷۹ء کی اُنیس بیس تاریخ تھی۔ بندۂ عاجز نے حج کے لیے درخواست دی ہوئی تھی۔ ۸ جُون کو عُرس مُبارک کے موقع پر حضرت قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالےٰ نے خصُوصی طور پر دُعا فرمائی تھی طبیعت میں سخت اضطراب تھا۔ کیونکہ اُس دن اسلام آباد میں کمپیوٹر کے ذریعے قرعہ اندازی ہو رہی تھی۔ اپنی سیاہ دامانی کے پیشِ نظر کسی خوشگوار تصوّر کی جرأت ہی نہیں تھی۔ نمازِ چاشت کے بعد عاجز کا گھر سے باہر جانے کو جی نہ چاہا۔ چنانچہ بے قراری میں بستر پر لیٹ گیا۔ اور حضرت قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالےٰ کا تصوّر کرکے اللہ تعالےٰ سے مدد چاہی اور مُرشدِ کامل کی توجہ اور نظرِ عنایت کا طالب ہُوا۔ آنکھ لگ گئی تو عالمِ خواب میں حضرت قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ ہاتھ میں شیرینی کی پلیٹ لیے اپنے مخصُوص لباس اور قبا میں ملبُوس مُسکراتے ہُوئے تشریف لائے اور عاجز کو اپنے دستِ مُبارک سے مٹھائی عطا فرمائی۔ آنکھ کھل گئی۔ بے حد تسکین حاصل ہُوئی۔ دُوسرے دن بذریعہ ٹیلیفون اِس خوش خبری کی تصدیق ہو گئی۔

اخی المحترم ریٹائرڈ میجر مرزا امیر زمان سکنہ ۱۰۱۔ اقبال روڈ جہلم چھاؤنی رقم طراز ہیں کہ جس تن لاگے وُہ تن جانے۔ وُہ پندرہ اگست ۱۹۷۵ء بروز جمعۃ المبارک منگلا کالونی میں اپنی ہمشیرہ کے گھر پر بیعت ہُوئے۔ اُنہوں نے حج کی عرضی دے کر بعد میں حضرت قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ سے دُعا کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ آپ حج پر جائیں گے۔ اِدھر دُعا ہوئی اُدھر حج پر جانے کی اجازت لکھی گئی۔ گھر پہنچا تو سرکاری اطلاع ملی کہ حج کی تیاری کروں۔ دورانِ حج قربانی کر کے اپنے ایک اور ساتھی کے ہمراہ واپس آ رہا تھا کہ ایک چوراہے میں پہنچ کر ہجوم میں گھر گیا۔ چند لوگ پاؤں تلے آکر شہید بھی ہو گئے۔ میں نے قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ کی خیالی تصویر ذہن میں

پیدا کی اور اَللّٰہ ھُوْ اَللّٰہ ھُوْ کی رٹ لگاتا ہوا ہجوم کے بیچوں بیچ ہوتا ہوا اُس پار پہنچ گیا۔ یہ تھا کرشمہ میرے پیرو مُرشد کا اور ان کے بتائے ہُوتے وظیفہ اَللّٰہ ھُوْ کا خیمے میں پہنچ کر دوگانہ ادا کیا ہی تھا کہ شور و غل کی آوازیں آنے لگیں "آگ لگ گئی۔ آگ لگ گئی"۔ میں نے اپنے ساتھیوں سے اَللّٰہ ھُوْ کا ذِکر کروانا شروع کر دیا اور بعد میں دیکھا تو معلوم ہوا کہ ہوا کا رُخ دُوسری طرف ہو گیا ہے۔ اور آگ جو ہمارے خیموں سے کوئی ڈیڑھ سو گز کے فاصلے پر لگی تھی دُوسری طرف پھیل رہی ہے، اور ہمارا سارا پلاٹ صحیح سلامت رہا۔ یہ قبلہ حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ ہی کی برکت اور کرامت تھی کہ ہم بفضلہ اِس عظیم نقصان سے بچ گئے جس سے دُوسرے مُلکوں کے کئی حاجی شہید ہو گئے۔

میجر امیر زمان صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ حج سے واپسی پر میں نے دِل میں ارادہ کیا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر مجھے دوبارہ روضۂ اطہر پر حاضری کی سعادت نصیب ہو۔ اور وُہ بھی اگلے تین سالوں میں۔ خدا کی کرنی دیکھیے کہ واپسی پر چند ماہ کے عید گاہ شریف میں مقیم ہوا۔ اور ایک دن نفلی روزہ افطار کرنے کے بعد پیٹ میں درد ہوا اور پیشاب بند ہو گیا۔ صبح تک تکلیف بڑھ گئی۔ اور میں C.M.H. راولپنڈی میں داخل ہو گیا۔ ایکس۔ رے لیا گیا تو معلوم ہوا کہ گُردے میں پتھری ہے۔ ہسپتال سے ڈسچارج ہو کر قبلہ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ نے فرمایا کہ اِس بیماری کا علاج بجائے پاکستان کے لندن میں جا کر کراؤں۔ میں حیران تھا کہ بظاہر میرے لندن جانے کی کوئی صُورت نظر نہیں آتی یہ کیسے ہو گا۔ مگر مجھے کیا معلوم تھا کہ ہونا وُہی تھا جو مُرشدِ کامل نے فرمایا تھا ؎

گفتہ اُو گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

اچانک ہی میرا بھتیجا لندن سے وطن واپس آیا اور مجھے اپنے ساتھ لندن لے گیا۔ وہاں جا کر معائنہ کرایا تو ڈاکٹروں نے کہا کہ مجھے کوئی تکلیف نہیں اور کوئی پتھری وغیرہ گُردے میں نہیں۔ میں نے خدا کا شکر ادا کیا اور سعُودی عرب کا ویزا لے کر عمرہ کرنے چل نکلا۔ اور دوبارہ روضۂ اطہر پر حاضری دی۔ یہ میری دِلی آرزو تھی جو قبلہ حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالےٰ نے مجھے لندن برائے علاج بھیج کر پُوری کرا دی۔

اخی المحترم سخاوت حسین صاحب سکنہ ٹکال تحصیل کھوٹہ راوی ہیں کہ پہلی مرتبہ ۱۹۷۱ء میں حج بیت اللہ کے لیے میں نے درخواست دی۔ افغانستان کا ویزا لگ گیا مگر عراق کا ویزا نہ ملا عراقی سفارت خانہ والوں نے کہا کہ ایران سے ویزا لگے گا۔ جب میں نے حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے عرض کیا کہ عراق کا ویزا مشکل ہے تو آپ نے دُعا فرمائی اور فرمایا عراق کا ویزا لگوا کر جانا چنانچہ میں دوبارہ عراقی سفارت خانہ گیا اور معمولی سی کوشش کے بعد اسی روز ویزا مل گیا دوبارہ ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ شریف کو گیا معلم احمد عمر مسری نے حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے لیے مکان کا انتظام کر رکھا تھا جب ۱۳ جنوری ۱۹۷۳ء کو عرفات کے میدان میں پہنچے تو کافی دوستوں نے قبلہ حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو وہاں دیکھا۔ حالانکہ حضرت صاحب مدظلہ العالی اس دن راولپنڈی عیدگاہ شریف میں موجود تھے۔ اس سال مولوی محمد اشرف صاحب اور دوست محمد الیاس صاحب زیارت اور حج کے لیے تشریف لے گئے تھے۔

برادرِ عزیز نور محمد نثار ولد لعل خان مرحوم سکنہ چوہا سیدن شاہ تحصیل پنڈ دادن خان ضلع جہلم ذکر کرتے ہیں کہ ۱۹۷۱ء میں انہیں حج پر جانے کی اجازت نہ ملی ۱۹۷۲ء میں حکومت نے عمر پر پابندی لگا دی اور وہ سخت مضطرب تھے۔ نومبر ۱۹۷۲ء کی ایک رات قبلہ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے انہیں گلے لگایا اور تسلی دی کہ انشاء اللہ تم حج پر ضرور جاؤ گے۔ اور تمہیں جلد ہی حرمین شریفین جانے کا حکم مل جائے گا۔ دوسرے ہی روز کراچی سے چٹھی موصول ہوئی کہ سفینۂ حجاج کے لیے تمہاری نشست منظور ہو چکی ہے لہٰذا ۲۰ دسمبر ۱۹۷۲ء کو کراچی حاجی کیمپ میں پہنچ جاؤ۔ سبحان اللہ!۔

اخی المکرم محمد حفیظ بٹ صاحب جونیئر ٹیکنیکل آفیسر پی سی ایس۔ آئی آر لیبارٹریز فیروز پور روڈ لاہور اپنی محکمانہ ترقی کی طویل داستان لکھتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ہر مرحلے پر قبلہ عالم حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا تصرف اور روحانی اعانت ہی ان کی کامیابی کا راز ہے وہ لکھتے ہیں کہ وہ بطور سینئر ڈرافٹسمین کام کر رہے تھے۔ اُن کا اسسٹنٹ انجینئر چھ ماہ کی رخصت

پر چلا گیا۔ دفتر والے عارضی طور پر اس کا کام مجھ پر ڈالنا چاہتے تھے۔ اور میری ترقی کے مخالف تھے۔ اس لئے میں دفتر سے بغیر چھٹی کے راولپنڈی دربار شریف چلا گیا۔ اور دفتر کے حالات حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو بتائے۔ نمازِ عشاء کے بعد میں اور محمد الیاس صاحب خادم دربار برآمدے میں تھے کہ حضور اچانک تیزی سے باہر تشریف لائے اور فرمانے لگے "الیاس ہمارے حفیظ صاحب اسسٹنٹ انجینئر ہو گئے ہیں"۔ رات بارہ بجے تک آپ برآمدے میں باتیں کر کے دوستوں کو محظوظ کرتے رہے۔ واپس لاہور پہنچ کر حفیظ بٹ صاحب نے ۲۳ ستمبر ۱۹۷۳ء کو اسسٹنٹ انجینئر کا چارج لے لیا اور مقامی افسروں اور دفتر کی مخالفت کے باوجود کراچی ہیڈ آفس سے ۵ جنوری ۱۹۷۷ء کو ان کو باقاعدہ ترقی کا لیٹر مل گیا اور حضور کی پیش گوئی حرف بہ حرف درست ثابت ہوئی

اخی المحترم محمد حفیظ صاحب بٹ ذکر کرتے ہیں کہ ان کے بڑے بھائی عبدالحمید صاحب جو ایم۔ای۔ایس میں بطور ایس۔ڈی۔او ان دنوں اوکاڑہ چھاؤنی میں تعینات تھے اور ان کا XEN مسمیٰ محمد رفیق بلا وجہ ان کو پریشان کرتا تھا۔ بھائی کے کہنے پر میں نے ارادہ کیا کہ دربار شریف جا کر قبلۂ عالم حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں گزارش کروں گا۔ اتفاقاً مجھے ضروری کام کے لئے پشاور جانا پڑا۔ واپسی پر دربار شریف میں حاضری دی۔ حضور نے ڈاک کے جواب لکھنے کی ڈیوٹی لگا دی۔ رات نو بجے اجازت ملی اور میں لاہور آ گیا۔ دل میں یہ خیال رہ رہ کے کھٹکتا تھا کہ اپنے بھائی کے لئے بھی گزارش نہیں کر سکا۔ پھر خیال آتا کہ حضور سب معاملہ جانتے ہیں فکر کس بات کا۔ آخر کار قبلۂ عالم حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں بشارت دی کہ بیٹا گھبرانے کی کوئی بات نہیں XEN تمہارے بھائی کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا بلکہ خود ہی ذلیل و خوار ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ چند دنوں کے بعد محمد رفیق جنرل ہیڈ کوارٹرز میں اپنے کام گیا۔ وہاں اتفاقاً اپنے بریگیڈیر کا سامنا ہو گیا۔ دروغ برگردنِ راوی۔ اس نے کہا کہ آپ نے تو کل بوجہ بیماری رخصت کی درخواست دی ہے۔ اچھا واپس ڈیوٹی پر پہنچو وہاں میں کارروائی کروں گا۔ XEN محمد رفیق نے وہیں کثیر رقم خرچ کر کے اپنا تبادلہ کراچی کروا لیا اور ایک ہفتے کے اندر خوار ہو کر اوکاڑہ سے نکل گیا۔

جنوری ۱۹۷۱ء میں قبلہ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ حاضری دینے کا پروگرام بنایا۔
۲۷ جنوری ۱۹۷۱ء کو عرس مبارک قبلہ ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریب پر "عقیدت کے پھول" فقیر حقیر و پُر تقصیر کی طرف سے آپ کی خدمتِ اقدس میں پیش کیے گئے:۔

زیارت پھر مدینے کی مبارک ہو مبارک ہو ۔۔۔ بشارت اِس مہینے کی مبارک ہو مبارک ہو
نگاہیں پھر مرے لُوٹیں گی انوارِ رسالتؐ کے ۔۔۔ شرابِ وصل پینے کی مبارک ہو مبارک ہو
تمنّا پھر قدم چُومے گی سرکارِ دو عالم کے ۔۔۔ عطا ایسے قرینے کی مبارک ہو مبارک ہو
حبیبِ سلسلۂ آخر ولی ابنِ ولی ابنِ ولی ٹھہرے ۔۔۔ ولایت کے خزینے کی مبارک ہو مبارک ہو
الٰہی میرے والی پر تری رحمت فزوں تر ہو ۔۔۔ تجلّی اِس نگینے کی مبارک ہو مبارک ہو

مجھے بھی رحمۃٌ للعالمین سے بخشوا آئیں
یہ حسرت محمدؐ کمینے کی مبارک ہو مبارک ہو

عزیزم محمد امجد خلف میاں محمد منظور صاحب سابق مینجر حبیب بنک انارکلی لاہور کی بیعت کا واقعہ بھی بندۂ مسکین کے لیئے تجربہ سے کم نہیں۔ میاں محمد منظور صاحب کا خاندان اہل حدیث تھا یعنی کٹّر وہابی۔ درس و تدریس کے سلسلے میں بندۂ عاجز و مسکین کو عزیزم محمد امجد سے واسطہ پڑا۔ ان کے دل میں اُمنگ پیدا ہوئی کہ عاجز کے پیر و مرشد کو دیکھا جائے۔ چنانچہ ایک مرتبہ جب بندۂ ناچیز زیارت کے لیئے عیدگاہ شریف حاضر ہوا تو محمد امجد بھی ساتھ تھا۔ صبح سویرے ملاقات سے قبل محمد امجد عاجز و مسکین کے ساتھ حضرت قبلۂ عالم حافظ جی علیہ الرحمۃ کے مزار شریف پر حاضر ہوا۔ اور حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مرقد منور کی دائیں طرف بیٹھ گیا۔ دو منٹ کے بعد محمد امجد نے مڑ کر بندۂ مسکین سے کہا کہ حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بیعت کر لو اور بس وُہ بیعت ہو گیا۔ گھر والوں کو پتہ چلا تو اُن کا اِشتیاق اور بڑھ گیا۔ قبلۂ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو لاہور آنے کی دعوت دی گئی جو آپ نے منظور فرمائی۔ میاں محمد منظور صاحب نے دُنیاوی طور پر پُر تکلّف اور پُرنمائش ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ مگر مشیّتِ ایزدی کو کچھ اور منظور تھا۔ قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ بوجوہ اس روز تشریف نہ لا سکے۔ میاں محمد منظور صاحب کے دل میں غالباً وہم تھا کہ میں نے دُنیاوی

جاہ و جلال سے ایک ولی اللہ اور فقیر اللہ کو اپنی طرف کھینچنے کی کوشش کی ہے۔ اور یہ سوتے ادب ہے چنانچہ وہ اُسی شام بذریعہ کار راولپنڈی روانہ ہو گئے اور دربارِ عالیہ میں پیش ہو گئے۔ جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے۔ صبح واپس لوٹنے سے پیشتر میاں محمد منظور صاحب بھی دامِ طریقت میں پھنس چکے تھے۔ سُبحان اللہ! ؎

خُدا کی دین کا مُوسیٰؑ سے پُوچھئے احوال
کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مِل جائے

اَب بفضلہٖ اُن کا سارے کا سارا خاندان آپ سے بیعت ہو گیا ہے۔ اور مسجدِ عالیہ عیدگاہ شریف کے بیرونی دروازے کی پیشانی پر لکھا ہوا یہ شعر گویا حقیقتِ حال کی ترجمانی کرتا ہے ؎

اَے دوست بیا کہ ما ترا ایم   بیگانہ مشو کہ آشنا ایم

برادرم محمد الیاس صاحب کی زبانی ایک اور بیان سُنیئے۔ میرے بیعت ہونے کے کچھ عرصہ بعد رمضان المبارک کے آخری جمعہ کا دن تھا۔ بعد نماز مغرب آپ نے فرمایا کہ "تمام نمازی ہمارے لنگر میں کھانا تناول فرمائیں۔" میں نیا نیا بیعت ہوا تھا۔ اور قبلۂ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ قربت بھی حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں نے دِل میں سوچا کہ جب تک حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ مجھے خاص طور پر نہ فرمائیں گے میں نہیں جاؤں گا۔ میں ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ معاً حضرت صاحب نے میری طرف دیکھا اور فرمایا کہ آپ بھی چلیں ؎

نہ پُوچھ اِن خرقہ پوشوں کی اِرادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

یہ سُن کر دِل کو اتنا سکُون اور اطمینان میسّر ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ پھر کھانا کھانے کے دوران خیال آیا کہ حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو غالباً میرا نام بھی معلوم نہیں۔ کل قیامت کے دن سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے کِس طرح سفارش اور اللہ کے عذاب سے رہائی ہو گی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد جب قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ سے اِجازت چاہی تو آپ نے میرا نام لے کر فرمایا۔ تمہارا نام الیاس ہی ہے نا؟ سُبحان اللہ ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی   بدلتی زمانے کی تقدیر دیکھی

اخی المکرّم محمدؐ الیاس صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے وصال سے کئی سال قبل حضرت حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو اپنی خلافت اور نیابت سے سرفراز فرما ہوا تھا۔ چنانچہ ۱۹۵۸ء میں محمد الیاس صاحب قبلہ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے لیکن لوگوں کے کہنے سُننے میں آکر بار بار دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوتا تھا کہ کاش میں نے حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کی ہوتی۔ بالآخر انہوں نے علیحدگی میں حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اِس وسوسہ کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا "حبیب (سلمہ اللہ تعالیٰ) کا تصوّر میرا تصوّر ہے اور اُن کی بیعت میری بیعت ہے جیسے کسی نے نوجوانی میں مجھ سے بیعت کی"۔

۱۹۶۶ء میں عیدگاہ کے درویشوں میں سے ایک درویش غلام محمد جو قبلہ حافظ جی رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی یادگار ہیں سخت علیل ہو گئے۔ اور ان کی حالت نازک ہو گئی۔ اس دن قبلہ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ تبلیغی سفر کے لیئے تیار تھے۔ اِس درویش نے کسی دُوسرے سنگی کی معرفت پیغام بھجوایا کہ جناب میں قریب المرگ ہُوں اور حضور باہر تشریف لے جارہے ہیں۔ میرا جنازہ کون پڑھائے گا؟" آپ نے ایک دم فرمایا "اسے کہہ دو کہ وُہ نہیں مرے گا۔ بلکہ جلد ہی صحت یاب ہو جائے گا"۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور وُہ درویش بھلا چنگا ہو گیا اور بفضلہٖ آج بھی بقیدِ حیات ہے۔

حاجی محمد شہادت علی خان سکنہ شیخوپورہ لکھتے ہیں کہ بندہ کا لڑکا عطاء اللہ خان ائیر فورس میں ملازم ہے۔ وُہ ایک مرتبہ اتوار کی مجلس میں شریک ہونے کے لیئے گیا۔ وہاں کسی شخص نے حج کے لیئے دُعا کرائی۔ میرے لڑکے نے بھی آگے بڑھ کر عرض کی کہ حضور بندہ کے لیئے بھی دُعا فرمائیں کہ حج کی سعادت نصیب ہو جائے۔ آپ نے اس کے لیئے دُعا فرمائی۔ ابھی چند دن ہی گزرے تھے کہ عطاء اللہ خان کو گورنمنٹ کی طرف سے حکم آیا کہ آپ چار سال کے لیئے سرکاری ڈیوٹی پر سعودی عرب چلے جائیں سُبحان اللہ! آپ کی دُعا برکت سے عزیزم عطاء اللہ خان بمعہ بیوی بچوں کے

چار بار حج کر چکا ہے۔

ع بریں مژدہ گر جاں فشانم رواست

یوں تو شمعِ ولایت کے پروانے بے شمار ہیں۔ اور حضور کے مُریدین لاکھوں کی تعداد میں مُلک بھر میں اور بیرون ملک بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ اور آپ نے طریقت کی تبلیغ اور خدمت کے لئے اَن گنت افراد کو اجازتِ بیعت اور خلافت عطا کی ہوئی ہے لیکن بندۂ مسکین و عاجز و پُر تقصیر مُشتے از خروارے کے طور پر چند قریبی دوستوں کے نام پیش کرتا ہے :-

محمد یحییٰ صاحب رہائش حویلی میاں خان تکیہ ساد ھواں اندرُون موچی گیٹ لاہور۔ صُوفی معراج دین میڈیکل سٹور رائے ونڈ منڈی تحصیل و ضلع قصور۔ متین خان ریٹائرڈ صوبیدار آریہ محلہ مری روڈ راولپنڈی۔ مولوی محمد اشرف صاحب چک ۴۴ براستہ منڈی بہاؤ الدین تحصیل پھالیہ ضلع گجرات۔ عبد العزیز صاحب منگلا کالونی، منگلا میر پور۔ سائیں الف دین صاحب موضع بری براستہ کھوئی رٹہ۔ کوٹلی آزاد کشمیر۔ حاجی رحمت اللہ صاحب دربار شریف راولپنڈی۔ ماسٹر محمد شریف صاحب سرکی محلہ اوکاڑہ۔ غلام رسُول صاحب ڈسپنسر ملٹری ڈیری فارم اوکاڑہ (رہائش ۵۴/۴۲۔ اوکاڑہ ضلع ساہیوال۔ ٹھیکیدار نور محمد صاحب جنڈیر واذخیرہ تحصیل و ضلع وہاڑی۔ حاجی محمد رمضان صاحب چوہا سیدن شاہ تحصیل چکوال ضلع جہلم۔ محمد الیاس صاحب ہیڈ ڈرافٹسمین چیف انسپکٹوریٹ آف آرمیمنٹ راولپنڈی۔ ماسٹر عبد الرحمٰن صاحب موضع جلال پُورہ براستہ پنڈی بھٹیاں ضلع شیخوپُورہ۔ شیخ سردار علی صاحب ریٹائرڈ پٹواری متصل نیلم سینما جی ٹی روڈ کامونکے منڈی ضلع گوجرانوالہ عبد الحفیظ بٹ صاحب جونیئر ٹیکنیکل افسر پی سی ایس۔ آئی۔ آر لیبارٹریز فیروز پُور روڈ لاہور اور احقر العباد و عاصی و عاجز و مسکین ناچیز مؤلّف کتاب ہذا۔ ؎

مجھے تو پسند اور مجنوں کو لیلےٰ نظر اپنی اپنی، پسند اپنی اپنی

جو دوست اور خادمین اس وقت دربارِ عالیہ کی خدمت پر مامُور ہیں اُن میں بابا غلام محمد صاحب (سابق لانگڑی والے) قبلۂ عالم حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ کی نشانی ہیں۔ آپ ساری عمر مجرّد

رہے اور خدمتِ پیر میں زندگی گزار دی آپ تقریباً پچاس سال سے دربارِ عالیہ سے وابستہ ہیں۔ پیر دِرم
محمد الیاس صاحب ۱۹۵۸ء سے دربارِ عالیہ کی خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔ حاجی رحمت اللہ صاحب
استقلالِ پاکستان کے بعد لدھیانہ سے راولپنڈی منتقل ہونے کے بعد سرکارِ عالیہ کی خدمت پر کمربستہ
رہتے ہیں۔ رب نواز صاحب خادم تقریباً بیس سال سے درگاہِ عالیہ سے منسلک ہے۔ شفیق اللہ صاحب
جالندھری تقریباً پندرہ سال سے دربار شریف میں پکوائی کے کام پر اور شیخ محمد دین صاحب کار کی
دیکھ بھال پر مامور ہیں۔ جو اللہ داد عبدالعزیز صاحب منڈی پور سے والا جو کہ پریذیڈنٹ ہاؤس راولپنڈی
میں بطور آرمر تعینات ہیں عرصہ تین چار سال سے آپ کی خدمت بجا لا رہے ہیں۔ عبداللہ صاحب سکنہ
مانسہرہ ہزارہ تقریباً پانچ سال سے بکریاں وغیرہ چرانے پر متعین ہیں۔ ریٹائرڈ میجر محمد زمان صاحب ساکن
اقبال روڈ جہلم عرصہ تین چار سال سے راولپنڈی منتقل ہو کر حاضر خدمت رہتے ہیں۔ صوبیدار عبدالعزیز
صاحب سکنہ میرپور جو کہ ریٹائرڈ فوجی ہیں عرصہ تین سال سے روضہ شریف کی دربانی کے فرائض
سرانجام دے رہے ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ ان سنگیوں کی خدمت قبول فرمائے اور یہ خدمت ان
کی نجاتِ اُخروی کا باعث بنے۔ آمین!

اقتباسات

(از "فنبی اللہ حی یرزق" حصہ اوّل دوئم سوئم چہارم)

مؤلفہ: قبلہ عالم حضرت حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

۲ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء کو میرے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہو گیا۔ فقیر کو اُن سے دلی اُنس تھا۔ ان کے وصال کے بعد دل دُنیا سے بیزار ہو گیا کسی چیز کو دل نہ چاہتا تھا۔ سوچا چلو شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں حاضری دیتے ہیں۔ وُہی غمزدوں کا آخری سہارا ہیں۔ جب مدینہ منوّرہ حاضر ہوا۔ تو گنبدِ خضرا پر جب نگاہ پڑی تو نگاہ پڑتے ہی دل کو سکون ہو گیا۔ نہایت انکساری اور ادب سے حاضری دی۔ اس حالت میں کہ آنکھوں سے آنسو رواں تھے مانند بارش کے۔ جب رات کو سویا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ وہاں ہی میرے قبلہ مرشد صاحب علیہ الرحمۃ دو زانو ادب سے حاضر ہیں کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم فرماتے ہیں انا حی ولکن اکثر الناس لا یعلمون۔ ("میں زندہ ہوں میں زندہ ہوں ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔") صبح نیند سے بیدار ہوا تو چہرہ آنسوؤں سے تر تھا۔

جب کہ رمضان المبارک کی ۲۷ تاریخ تھی۔ میں عصر کی نماز مسجدِ نبوی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں ادا کر رہا تھا میں ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدموں میں نماز پڑھتا تھا۔ اور بابِ جبریلؑ سے داخل ہوتا تھا۔ اور جدھر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے قدم مبارک ہیں۔ اس جالی کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اور نگاہ ہر وقت سبز غلاف پر رہتی تھی تو جب میں تیسری رکعت عصر کی ادا کر رہا تھا کہ فقیر نے دیکھا کہ تمام پردے ہٹ گئے ہیں۔ اور شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم ایک نورانی تخت پر تشریف فرما ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کا وجودِ اطہر مجسّمہ نور ہے اور میرے مرشد والد صاحب علیہ الرحمۃ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاؤں میں بیٹھے ہیں۔ اور مجھے دیکھ کر فرماتے

ہیں کہ بیٹا مجھے اِسی مقام کی خواہش تھی جو میں دُعا کرتا تھا اَللّٰھُمَّ اِنِّی مُشْتَاقٌ بِلِقَائِكَ (اے اللہ میرے تیری مُلاقات کا مُشتاق ہُوں)۔

زمانہ قریب میں اِس فقیر کے ساتھ عجیب و غریب معاملہ گزرا۔ ۱۹۶۲ء میں حج بیت اللہ اور زیارت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے مشرف ہوا۔ اس سے قبل ۱۹۶۱ء میں بھی شہنشاہِ دو عالم نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی حاضری سے فیضیاب ہو چکا تھا۔

الحمد للہ دُوسری مرتبہ تقریباً دو ماہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر رہا۔ روانگی سے ایک دو روز قبل فقیر "قصر المدینہ" ہوٹل کی سیڑھیوں سے اُتر رہا تھا۔ فقیر نے اپنی رہائش کے لیے "قصر المدینہ" کو منتخب کیا تھا۔ اِس لیے کہ یہ حرم شریف کے بالکل متصل تھا۔ رات سوتے وقت بھی نگاہ گنبدِ خضرا کو دیکھتی اور اُٹھتے وقت بھی پہلی نگاہ گنبدِ خضرا پر پڑتی۔ اِس لیے فقیر کو یہ ہوٹل بہت پسند تھا۔ ہاں تو فقیر جب ہوٹل کی سیڑھیاں ختم کر چکا۔ زمین پر پہلا قدم ہی پڑا تھا کہ چار انچ لمبا کیل فقیر کی داہنی ایڑی میں چُبھ گیا اور تین انچ گوشت میں گھُس گیا۔ فقیر نے بڑی مشکل سے کیل کو اپنی ایڑی سے نکالا تو تھوڑا گوشت نکل آیا اور خون مثل دریا کے بہنے لگ پڑا۔

میرے رفیقِ سفر محمد افضل صاحب دیکھ کر گھبرا گئے۔ فقیر نے اپنے دوست سے کہا آپ مت گھبرائیں۔ ہم شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں حاضر ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلّم کو اللہ تعالیٰ نے وُہ قوت عطا فرمائی ہے جو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔ غرضیکہ میں اپنے دوست محمد افضل صاحب کے کندھے کا سہارا لیتے ہُوئے روضہ مبارک پر حاضر ہوا۔ خون تھا کہ بند ہونے کا نام نہ لیتا تھا۔ میں نے جاتے ہی عرض کی "یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کل وطن واپس جانا ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) مجھے اِس تکلیف سے نجات دیں۔"

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی قبر مُبارک سے آواز آئی۔ قد اصلحنا جس حال النظر الی رجلك۔ (اے میرے غلام تحقیق ٹھیک کر دیا ہم نے تیرے زخم کو۔ دیکھ اپنے پاؤں کی طرف)

دوستو جب میں نے پاؤں کو دیکھا تو زخم کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اور واپس بغیر سہارے کے بالکل تندرُست چلتا ہوا اپنے ہوٹل میں آیا۔

۱۹۶۵ء میں جب فقیر حج سے فارغ ہو کر تیسری مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی قدم بوسی

کے لئے ۲۶۔ اپریل کو حاضر ہوا تو چند دن بعد فقیر کی آنکھیں دُکھنی شروع ہو گئیں۔ اور اتنا ورم ہو گیا کہ صبح کے وقت آنکھیں کھولنا دُشوار ہو گئیں۔ آخر یہ فقیر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ اور مواجہہ شریف کی جالی مُبارک سے اپنی ایک آنکھ لگائی۔

قسم ہے اس اللہ کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ آنکھ جالی سے لگاتے ہی اس طرح تندرست ہو گئی گویا کبھی دُکھی ہی نہ تھی۔ دُوسری آنکھ کو جالی مُبارک سے لگایا۔ لگاتے ہی بالکل ٹھیک ہو گئی۔ اس کے بعد آج تک فقیر کو کبھی آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

میرے دوستو! آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی شان کو فقیر کس زبان سے بیان کرے۔ فی الحقیقت آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی شان کو صرف اللہ تعالیٰ ہی بیان کر سکتا ہے۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا خالق و مالک و مولا ہے۔ یہ عاجز و ناتوان آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی شان کو کیسے بیان کر سکتا ہے۔

آیئے آپ کو ایک اور معجزہ سُناؤں۔ ہمارے ہوائی جہاز کی واپسی کی تاریخ ۲۸۔ مئی تھی۔ لیکن حالات کچھ ایسے رُونما ہوئے کہ کافی حجّاج مختلف راستوں اور پہلے ہوائی جہازوں میں واپس چلے گئے۔ سُننے میں آیا کہ ہمارا جہاز اب ۲۸۔ مئی کی بجائے ۲۲۔ مئی کو جدّہ سے کراچی روانہ ہو گا۔ یہ سُنتے ہی آنکھوں میں اندھیر چھا گیا۔ اور دل کو دھچکا سا لگا کہ اب مدینہ منوّرہ میں ۸ دن کا قیام کم ہو گا۔ فی الفور بندہ اپنے شہنشاہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربارِ معلّیٰ میں حاضر ہوا اور عرض کی۔

یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ۲۸۔ مئی کی تاریخ مقرر فرما دیں۔ یہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کا نوکر ۲۸۔ مئی سے پہلے واپس نہیں جانا چاہتا۔

ذرا آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کی ذرّہ نوازی کو دیکھئے۔ اِدھر دُعا کا کرنا اور اُدھر دُعا کا منظور ہونا۔ ایک دم خبر آ گئی کہ پہلی فلائٹ منسوخ کر دی گئی ہے۔ اب ۲۸۔ مئی کی فلائٹ برقرار رکھی گئی ہے جو پہلے منسوخ کی گئی تھی۔ اب ۲۸۔ تاریخ والے حجّاج ۲۸۔ مئی ہی کو جائیں گے۔ یہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ادنیٰ معجزہ ہے۔

اللہ تعالےٰ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلّم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ (ترجمہ:۔ اے میرے حبیب (صلی اللہ علیہ وسلّم) نہیں بھیجا ہم نے آپؐ کو مگر کفایت کرنے والے واسطے تمام لوگوں کو خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے)

اِس آیت سے معلوم ہُوا کہ ہمارے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تمام دُنیا کے لیے نبی رسُول بنا کر قیامت تک کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ اَور دُنیا کے ہر فرد پر آپ کی اطاعت فرض ہے۔ اَور یہ حقیقت ہے کہ جس طرح رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اپنی حیاتِ طیبہ میں اپنی قوت کا اظہار فرماتے تھے۔ اسی طرح بظاہر نگاہوں سے پوشیدہ ہونے کے بعد بھی اپنی قوت کا اسی طرح اظہار فرماتے ہیں جس طرح اپنے اصحابہ کرام رضی کی مدد فرماتے تھے۔ اسی طرح اَب بھی ہماری مدد فرماتے ہیں ۱۹۶۹ء میں مَیں حج کی نیت سے بذریعہ کار روانہ ہوا۔ تمام راستہ اِس طرح آرام سے کٹا کہ بیان نہیں ہوسکتا قِصّہ مختصر اِتنا آرام کبھی گھر بھی نہیں ملا جتنا اُس سفر میں ملا۔ کیوں نہ ملتا جب کہ حاضری سیّد الاوّلین والآخرین کے دربار میں دینی تھی۔ جو کہ ہماری ہر حالت کو اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ القسیم ایک جگہ ہے جہاں سے دو راستے جُدا ہوتے ہیں۔ ایک مدینہ منوّرہ کو جاتا ہے دُوسرا مکہ معظّمہ کو۔ وہاں دِل نے کہا کہ پہلے اپنے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے دربار میں حاضری دو، بعد میں مکہ مکرّمہ لہٰذا میں نے اپنی کار کا رُخ المدینۃ المنورہ کی طرف موڑ دیا۔ شوق کا یہ عالم تھا کہ سفر دن رات جاری رکھا۔ رات کو بڑی تیز آندھی چلی۔ پھر بڑی شدید بارش ہُوئی۔ مگر شوق کا یہ عالم کہ سفر پھر بھی جاری رہا۔ بلکہ اس جھکڑ اَور بارش میں انجانا لُطف محسُوس ہوتا تھا۔ وہاں کی بارش اَور مٹی سے بڑی پیاری پیاری خوشبو آرہی تھی۔ اَور یُوں محسُوس ہوتا تھا کہ خوشبوؤں کے شہر میں سفر کر رہے ہیں اَور خوشبوؤں کا اِحساس ہو رہا تھا۔ گویا کہ مجموعہ عطر وحنا کی سرزمین میں داخل ہو چکے ہیں۔ میری تو یہ آرزو اَور دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان مومن کو وُہ جگہ دکھائے اَور مجھے بھی بار بار اِس جگہ سے گزرنے کا فخر بخشے آمین، ثم آمین۔ آسمان کی طرف دیکھو تو چہار طرف نور ہی نور نظر آتا تھا گویا کہ نور کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ اَور تمام دُنیا کا نور اسی جگہ سے تقسیم ہوتا ہے۔ حالانکہ ابھی مدینۃ المنورہ کم از کم دو سَو میل کے فاصلے پر تھا۔ مگر جوں جوں مدینہ منوّرہ قریب آرہا تھا توں توں نور کا سمندر بڑھ رہا تھا۔ اَے کاش کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ کا مسکن وہیں بنادے۔ اس کے خزانوں میں تو کوئی کمی نہیں ہے۔ سفر جاری تھا آدھی رات کا وقت تھا کہ ایک ریتلا میدان آیا جو کہ کئی میل تک پھیلا ہُوا تھا۔ یہاں ایک جگہ میری کار پھنس گئی۔ ہم جتنی کوشش کرتے وُہ اتنی ہی دھنستی جاتی۔ یہاں تک کہ وُہ دروازوں تک ریت میں دھنس گئی۔ اب بظاہر اس کا بغیر کرین کے نکلنا ناممکن تھا۔ تمام ہمراہی کار کے نکلنے سے

مایوس ہو گئے۔ میں خود بھی حیران و پریشان کھڑا تھا کہ اب کیا کیا جاوے۔ کار کے نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ کار آدھی سے زیادہ ریت دھنس چکی تھی۔ ناگہاں دل نے کہا مایوس کیوں ہوتا ہے۔ اپنے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم سے فریاد کر۔ یقیناً وہ تیری امداد فرمائیں گے۔ آگے بھی تیری ہر میدان میں انہیں نے مدد کی ہے اور وہی تیرے محافظ و معاون ہیں۔ اور انہیں کے ذریعے تو ہر بلا و آفات سے محفوظ و مامون ہے۔ وہ تیرے ساتھ ہیں۔ میں نے رسولِ کل نبیِ مختار صلی اللہ علیہ وسلّم سے یوں عرض کی۔ یارسول اللہ اغثنی انا فی البد وحیران انا جئت الیك الترضی انا جئت لزیارتك ولحبك ولا ازور لضرك قط ولا اترجٰ لضرك قط یارسول اللہ واجعلی نخرجا من ھذہ البدو۔

ترجمہ:۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میری فریاد کو پہنچو۔ میں درمیان جنگل کے حیران ہوں۔ میں آپؐ کی خدمت میں اس لیئے حاضر ہو رہا ہوں کہ آپؐ راضی ہو جاویں۔ میں آیا ہوں آپؐ کی زیارت کے لیئے اور آپؐ کی محبّت مجھے کھینچ کر یہاں لائی ہے۔ اور میں آپؐ کے علاوہ کسی کی زیارت کے لیئے نہیں جاتا کبھی اور نہ میں آپؐ سے بڑھ کر کسی کو سمجھتا ہوں۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم اس جنگل سے مجھے نکال لیجئے۔

یہ کہہ کر میں نے کار کا اسپیشل گیئر لگایا۔ قارئین قسم ہے اُس اللہ کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے کار اِس طرح ریت سے نکلی جس طرح کوئی ہاتھ سے اُٹھا کر باہر رکھ دیتا ہے۔ اور پھر کار ریت پر اس طرح چل رہی تھی جیسے ہوا میں تیر رہی ہو۔ پھر مدینہ منوّرہ تک راستے میں کوئی رکاوٹ نہ پڑی اور سوموار ۷ ذی الحجہ علی الصبح ہم دیارِ حبیب صلی اللہ علیہ وسلّم میں داخل ہوئے جب روضۂ اطہر کا گنبدِ خضرا نظر آیا تو آنکھوں میں نور آیا اور ٹھنڈک آئی۔ دل خوشی سے پھولا نہ سمایا یوں محسوس ہوا گویا ہفت اقلیم کی سلطنت مل گئی اور ہم اپنے اصل گھر پہنچ گئے۔ اور جسم میں وہ توانائی محسوس کی جو کبھی نہ کی تھی۔ جب دربارِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم پہنچے تو دربان نے مجھے بازو سے پکڑ کر مواجہہ شریف کے سامنے کر دیا۔ میرا سینہ جالی مبارک سے جا لگا۔ جالی مبارک کو چوما۔ آنکھوں سے لگایا۔ دل کو وہ خوشی ملی جو زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اور دل کو وہ لذّت و راحت ملی جو زبان بیان کرنے سے قاصر ہے۔ اپنی فریادیں پیش کیں۔ آپؐ کے لطف و فضل کا اقرار کیا۔ جواب میں دربارِ رسالتؐ

ما برائے استقامت آمدیم	نے پئے کشف و کرامت آمدیم

اخی العزیز عبدالباقی صاحب مرحوم سکنہ مزنگ لاہور روایت کرتے ہیں کہ مورخہ ۱۲ ستمبر ۱۹۶۶ء کو حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے عرس مبارک کی تقریب میں شرکت کرنے کے بعد انہوں نے واپس لاہور آنے کی اجازت چاہی۔ پہلے تو حضور خاموش رہے لیکن تیسری بار اصرار کرنے پر اجازت دے دی۔ اور وہ اپنے دو بھتیجوں کے ہمراہ لاہور بذریعہ بس روانہ ہو گئے۔ سارے سفر کے دوران مرشدِ کامل کا تصوّر رہا۔ اور طبیعت بڑی مسرور رہی۔ رات کے تقریباً ۸ بجے بس مریدکے کے قریب پہنچی تو عبدالباقی صاحب نے بس کی ہیڈ لائٹ کی روشنی میں اپنے شیخ روشن ضمیر قبلۂ عالم حبیب صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کو سڑک کے کنارے کھڑے دیکھا۔ وہ حیران تھے کہ حضور تو راولپنڈی شریف میں ہیں یہاں جنگل میں آپ کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے۔ ابھی وہ اسی ذہنی کشمکش میں مبتلا تھے کہ ساٹھ پینسٹھ میل (سو کلومیٹر) فی گھنٹہ کی رفتار سے تیز دوڑنے والی بس کا ٹائی راڈ کھل گیا۔ اور ٹھیک اس مقام پر جہاں حضور نظر آئے تھے بس دائیں طرف جا کر نیچے اُلٹ گئی اور ایسا معلوم ہوا جیسے کسی نے بس کو نہایت آہستگی سے اُٹھا کر ٹھہرا دیا ہے۔ اور تمام مسافر جن کی تعداد ستّر (۷۰) کے قریب تھی آپس میں گڈمڈ ہو گئے لیکن حیرت کا مقام ہے کہ اس اچانک حادثے میں ایک بچہ تک زخمی نہیں ہوا اور تمام مسافر صحیح و سلامت رہے ؎

اولیاء راہست قدرت از الٰہ	تیرِ جستہ باز گردانند ز راہ

اُدھر راولپنڈی عیدگاہ شریف میں محفلِ ذکر جاری تھی اور نمازِ مغرب سے لے کر نمازِ عشاء تک ہوتی رہی۔ تمام حاضرین حیران تھے اور قبلۂ عالم سلمہ اللہ تعالیٰ تمام وقت عالمِ ذکر میں رہے۔ چنانچہ بعد ازاں عبدالباقی صاحب نے یہ واقعہ حضور کے گوش گذار کیا تو حضور مسکرا کر چپ ہو گئے ؎

تھے لب پئے اظہار مگر آ کے کھلا یہ
انسان کو اخفاء کے لئے نطق ملا ہے

عبدالباقی صاحب بیعت ہونے سے قبل سگرٹ نوشی کے رسیا تھے لیکن اس روزِ سعید کے بعد اس نحوست کو منہ نہیں لگایا۔ کیونکہ ؎

وُہ خزانہ مجھے عطا ہو۔ بہر حال یہ تحریر یہ نہیں اُس لئے۔ قارئین ہر شخص کا اپنا اپنا خیال ہے میرے خیال کے مطابق جتنا فضل رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم نے مجھ پر کیا ہے شاید آج تک کسی پر نہ کیا ہو۔ اور اس چیز کا بھی اقرار ہے کہ شاید مجھ جیسا گنہگار مجرم اِنسان تمام زمین پر نہ ہو اور میں اعمال کے اعتبار سے صفر ہُوں مگر دوستو جس پر رسُولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلّم کی نگاہِ لطف پڑ گئی ہر چیز سے غنی ہو گیا۔ اور اس چیز پر مجھے فخر ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے۔ اُس وقت سے حضور رسُولِ مقبُول صلی اللہ علیہ وسلّم سے دِلی لگاؤ ہے۔

ھدیۂ عقیدت

بحضور شہنشاہِ دوعالم سیّد الجنّ والانس، صاحب العزّ والجاہ حبیبِ ربّ العالمین، دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم، ...

دافع البلاء وافی عذاب اللہ محمّد رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم الف الف مرات

اَے میرے دِل کے بادشاہ۔ اَے میرے قرار کے شہنشاہ۔ اَے میری آنکھوں کی ٹھنڈک۔ اَے میری رُوحِ بے قرار کو قرار دینے والے۔ اَے وُہ مالک کہ جو میرے گناہوں کے باوجود مجھ پر اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کی بارش برسانے والے اور دُشمنوں کو اوندھے منہ گرانے والے اور مجھے صرف اپنے در کا سوالی بنانے والے اور مجھے اپنے بحرِ عمیق کے فیض سے سیراب کرنے والے میرے پاس وُہ الفاظ نہیں جن سے میں آپؐ کا شکریہ ادا کر سکوں۔

میرے قلب کے مالک آپؐ کے مجھ پر بڑے اِحسان ہیں۔ ایک طرف آپؐ کے اِحسانوں پر نگاہ پڑتی ہے۔ دُوسری طرف اپنے گناہوں پر۔ جب آپؐ کے اِحسانوں کو دیکھتا ہوں تو دل آپؐ کے قدموں پر لوٹتا ہے۔ اور جب اپنے گناہوں کو دیکھتا ہُوں تو ندامت سے سر جُھک جاتا ہے۔ میرے دِل کی ٹھنڈک! قبر کے عذاب سے آپؐ نے ہی مجھ کو بچانا ہے۔ میری راحتِ رُوح! دُنیا میں تو آپؐ مجھ کو ہر بلا سے بچا ہی رہے ہیں اور قیامت کے دن بھی میری عزّت آپؐ کے ہاتھ میں ہے جو شخص

مجھ سے بیعت کی خواہش کرتا ہے میں اُس سے آپؐ کی بیعت لے لیتا ہوں۔ اِس لیئے کہ آپؐ کا ہاتھ مُبارک مجھ پر ہے۔ اور کوئی شخص مجھ سے دُعا کی خواہش کرتا ہے۔ مَیں فوراً آپؐ سے عرض کرتا ہوں۔ آپؐ فوراً وُہ کام پورا کر دیتے ہیں۔ یہاں راولپنڈی عید گاہ میں آپؐ کا دربار ہے۔ جس کا خدمت گار آپؐ نے مجھ غلام کو منتخب فرمایا ہے۔ میں جب تک زندہ ہُوں آپؐ کے احکام کی تبلیغ کرتا رہُوں گا اور اِنشاءاللہ آپؐ کے احکام کی تبلیغ کرتے کرتے مرُوں گا۔ اور قیامت کے دِن حضورؐ کے قدموں میں اُٹھوں گا۔ اِنشاءاللہ تعالےٰ۔

اَے شہنشاہؐ! حضورؐ کے نعلین شریف کے ساتھ جو مٹی لگتی ہے۔ اس خاک کے ذرات میں سے مَیں بھی ایک ذرّہ ہُوں۔

شفاعتی لاھل الکبائر من امتی یوم القیامۃ کو پڑھ کر دِل کو ڈھارس ہے قیامت کو آپؐ اِس خادمِ بے دام کی اپنے اللہ سے خاص سفارش فرمائیں گے۔

صرف آپؐ کے در کا سوالی۔ صرف آپؐ کا خادم
صرف آپؐ سے فیض کا متمنّی

فقیر حبیب الرحمٰن

عید گاہ راولپنڈی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ⁂ نحمدہٗ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

خطبہ

مؤرخہ ۱۲ر جنوری سنہ ۱۹۷۹ء

دوستو! قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو وصال کیے ہوئے انیسواں برس شروع ہو چکا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وہ مقبول بندے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی محبت میں فنا ہو جاتے ہیں اُن کو فنا نہیں بلکہ وہ باقی رہتے ہیں۔ اُن کا نام رہتی دُنیا تک ہمیشہ باقی رہتا ہے۔ ہمارے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم جب غزوہ بنو قریظہ سے واپس ہونے لگے تو آپؐ نے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْأَصْغَرِ إِلَى الْجِهَادِ الْأَكْبَرِ۔ (اب ہم چھوٹے جہاد سے بڑے جہاد کی طرف لوٹتے ہیں) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کی "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم (فداہ امّی وابی) جہادِ اکبر کونسا ہے؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مجاہد وہ ہے جو نفس سے جہاد کرے۔ اور اپنے آپ کو ہر اُس چیز سے روکے جو خلافِ شریعت[1] ہو۔ جو آپ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کی دل و جان سے پیروی کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے حکم کے اُوپر کسی کے حکم کو ترجیح نہ دے اس کو جہادِ اکبر کہتے ہیں۔

ہمارے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی یہ صفت تھی کہ آپؒ نے بچپن سے لے کر آخرِ عمر تک شریعتِ مطہرہ کی پیروی کی۔ مجھے یاد آیا کہ ایک مرتبہ ایک شخص قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا کہ حضور فلاں ایسا ہے فلاں ایسا ہے (اشارہ غالباً بعض دوستوں کی طرف تھا) آپؒ نے فرمایا بھائی میرا کسی سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں نے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے

---

[1] کسی دُوسرے موقع پر آپؐ نے فرمایا کہ مُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللهِ یعنی وُہ جہاد کرتے ہیں اللہ کی راہ میں اور اَلَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللهِ یعنی وُہ لوگ جو خدا کی راہ میں شہید ہوتے سے مُراد وُہ اہل اللہ بھی ہیں جو نفس سے جہاد کرتے ہیں۔

بارے میں جواب دینا ہے۔ تو یہ بتلا کہ مجھ میں کوئی ایسی بات دیکھتا ہے جو خلافِ شریعت ہو؟ وُہ شخص کہنے لگا "حضرت نہیں، میں آپؒ میں کوئی ایسی بات نہیں دیکھتا جو خلافِ شریعت ہو" آپؒ نے فرمایا "مجھے دُوسروں کی پروا نہیں ہے۔ مجھے تو اپنے آپ کو شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے نقشِ قدم پر رکھنا ہے۔"

ہمارے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے سات برس کی عُمر میں قرآن مجید معہ ترجمہ قبلۂ عالم اوّل حضرت باباجی رحمۃ اللہ علیہ سے ختم کر لیا تھا۔ چودہ برس کی عمر میں قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ دیوبند سے فارغ التحصیل ہو کر واپس تشریف لائے۔ آپ کو تمام دینی امُور اور علوم پر عبُور حاصل تھا۔ اور دیوبند جا کر بھی آپؒ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے عشق میں سموگئے۔ اور ہر چیز میں آپؒ شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے احکام کی پیروی کو مدِّنظر رکھتے تھے۔ آپؒ کی کوشش یہی ہوا کرتی تھی کہ ہر چیز کو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعتِ مطہّرہ کے مطابق ادا کریں۔ آپؒ ہر اُس چیز سے اجتناب فرمایا کرتے تھے جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی شریعتِ پاک کے خلاف ہو۔

ہمارے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جب حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپؒ نے بغداد شریف کا راستہ اختیار کیا۔ جب آپؒ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے مزارِ پُرانوار پر پہنچے تو آپؒ نے وہاں کے خطیب کو دیکھا کہ اُس کی ڈاڑھی صفاچٹ تھی۔ تو آپؒ نے اُس کو فرمایا کہ "شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا ارشاد ہے کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مُونچھیں کٹواؤ۔ تم امام ہو قوم کے تمہاری یہ کیا حالت ہے؟ اس نے عرض کی یا حضرت میری غلطی ہے۔ جتنے دن آپؒ وہاں قیام پذیر رہے وُہ پھر مصلّے پر کھڑا نہیں ہوا۔ جب وُہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتا تو کہتا "تَقَدَّمتَ یَا شَیخ!" کہ آپؒ نماز پڑھائیں۔

آپؒ نے فرمایا کہ یہ آخری زمانہ ہے کہ جس کے متعلق شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ آخری زمانہ وُہ آئے گا کہ لوگ جُہلاء کو یعنی جاہلوں کو اپنا صُلحاء بنالیں گے اور وُہ بغیر عِلم کے فتوے دیں گے۔ وُہ خود بھی گمراہ ہوں گے اور دُوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔

اس کے بعد آپؒ نقیب صاحب سے ملے جو وہاں کے سجّادہ نشین تھے۔ وہاں آپؒ نے دیکھا کہ سگریٹ بے تحاشہ پڑے ہُوئے ہیں اور تقریباً ہر شخص وہاں سگریٹ پی رہا ہے دوستوں نے

کچھ اعتراض کیا۔ آپؒ نے فرمایا کہ چھوڑ دو ان کو ان کی حالت پر۔ ان کا رواج ہے۔ ان کو کرنے دو۔
آپؒ فرماتے ہیں اتنی دیر میں امام رفاعی رحمۃ اللہ علیہ جو کہ حضرت شیخ سیّد عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمۃ کے استاد تھے اُن کا سجّادہ نشین آیا۔ وُہ نقیب صاحب اَور قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی درمیانی کرسی پر بیٹھ گیا اَور اُس نے سگریٹ پینا شروع کر دیا تو قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کے چہرۂ مبارک پر اس نے نفرت کے آثار دیکھے تو بڑے غصّے سے کہنے لگا۔ کیا یہ حرام ہے؟ آپؒ نے میری طرف دیکھ کر اتنی نفرت کا اظہار کیا ہے۔ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ یہ حلال ہے یا حرام ہے۔ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ "حلال بھی ظاہر ہے اَور حرام بھی ظاہر ہے۔ ان دونوں کے درمیان شُبہے والی چیزیں ہیں۔ جو شخص شُبہے والی چیزوں سے بچے گا۔ وُہ اپنے دین اَور ایمان کی حفاظت کرے گا۔"
آپؒ نے فرمایا۔ "دیکھنا ہم نے یہ ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کچّے پیاز یا لہسن کھانے سے منع فرمایا ہے۔ جو کچّا پیاز اَور لہسن کھاتے ہماری مجلس میں نہ آئے۔ ان کی بدبُو مومنوں کو اذیّت دیتی ہے۔ اَور سگریٹ کی بدبُو تو اس سے بھی زیادہ تیز ہے۔ اَور یہ سگریٹ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں تھا ہی نہیں۔ یہ چھٹی صدی ہجری میں ظاہر ہوا تھا۔ جو چیز آپؐ کے زمانے میں نہیں تھی اس کے بارے میں ہم کوئی فتویٰ نہیں دے سکتے۔ وُہ کچھ بولنے لگے تو نقیب صاحب نے اُسے خاموش کرا دیا۔ اَور آپؒ سے فرمایا کہ آپؒ جو کچھ فرما رہے ہیں وُہی حق ہے۔ اس کے بعد وُہ کہنے لگے کہ میں سگریٹ نہیں پیتا۔ آپؒ نے فرمایا۔ "نقیب صاحب! جس چیز کو آپ پسند نہیں کرتے اس کو دُوسروں کے آگے رکھنے کی کیا ضرُورت ہے؟"
اس کے بعد آپؒ سفر پر روانہ ہو گئے۔ شام کے علاقے میں پہنچے۔ وہاں آپؒ نے نمازِ جمعہ ادا کی۔ اَور وہاں کے اُس وقت جو علاّمۂ وقت تھے حضرت بدرُالدّین، آپؒ اُن سے ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔ ابھی وُہ اپنی نشست گاہ میں نہیں آتے تھے۔ وُہ روزانہ درس حدیث شریف دیا کرتے تھے۔ آپؒ اُن کے انتظار میں بیٹھ گئے۔ وہاں آپؒ نے ایک عجیب بات دیکھی۔ سامعین یعنی سُننے والے جو تھے وُہ تو کرسیوں پر براجمان تھے اَور درس حدیث پاک دینے والے فرش پر نیچے بیٹھے ہُوتے تھے۔ آپؒ کے ساتھ جو دوست تھے اُنھوں نے کچھ کہنا چاہا۔ آپؒ نے فرمایا۔ "خاموش رہو۔ جب علاّمہ صاحب آئیں گے تو ہم بات کریں گے۔"

تھوڑی دیر گزری کہ علامہ بدرالدین تشریف لائے اور وہ نیچے بیٹھ گئے۔ اور جتنے سامعین تھے سب کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ جب وہ شروع کرنے لگے تو آپؒ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر صبر کرو۔ پھر علامہ بدرالدین سے مخاطب ہوئے اور آپؒ نے فرمایا "یا شیخ! میں آپ سے ایک مسئلہ پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا یہ جائز ہے کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کا درس دیا جاتے تو جو حدیث ہے وہ نیچے بیٹھ کر پڑھی جاتے اور اس کے سننے والے کرسیوں پر بیٹھے ہوں۔ کیا یہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب کے مطابق ہے۔ وہ خاموش ہو گئے۔ اور وہ لوگ جو کرسیوں پر بیٹھے ہوتے تھے کہنے لگے کہ ہم معذور ہیں مطلب یہ ہے کہ ہم نے پتلونیں پہنی ہوتی ہیں اس لیئے ہم نیچے نہیں بیٹھ سکتے۔ آپؒ نے فرمایا کہ آپ کیسے معذور ہیں کہ گھروں میں لیٹتے ہو، بیٹھتے ہو، کھاتے پیتے ہو۔ اُس وقت نیچے بیٹھ جاتے ہو۔ دوسرے کاموں کے لیئے ایسا کرتے ہو لیکن جب حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پڑھی جائے تو تم کہتے ہو کہ ہم معذور ہیں۔ آپؒ پھر علامہ بدرالدین سے مخاطب ہوتے اور کہا کہ آپ اِس مسئلے کی کیوں تشریح نہیں۔ وہ کہنے لگے جو کچھ فاضل ہندی فرما رہے ہیں وہی درست ہے۔ جب آپ نے فتویٰ دیا تو قبلہ عالم رحمۃ اللہ نے سامعین سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کرسیوں سے نیچے اُتر آؤ سب نیچے اُتر آئے۔ جب بعد میں آنے والے خالی کرسی دیکھ کر اس پر بیٹھنے کی کوشش کرتے اور دوسرے لوگ اُن کو نیچے بیٹھنے کا اشارہ کرتے اور ان کی سوالیہ نظروں کے جواب میں وہ قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کرتے کہ یہ بیٹھنے نہیں دیتے۔

اب درس شروع ہوا "فصوص الحکم" کا تو وہاں یہ مسئلہ زیرِ بحث آیا کہ آیا ولایت کسبی ہے یا وہبی یعنی ولایت کوشش سے ملتی ہے یا خدا جس کو دے۔ تو علامہ بدرالدین نے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کیا کہ اس کو بیان فرمائیں تو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا۔

دادِ حق را قابلیت شرط نیست　　　بلکہ شرطِ قابلیت دادِ اوست

جتنے عربی حضرات وہاں موجود تھے پکار اُٹھے کہ ہم فارسی نہیں جانتے یا سمجھتے۔ عربی میں جواب دو۔ تو قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اس کی عربی زبان میں تشریح فرمائی۔ کہ کسبی[1] انسان کے لیئے یہ لازمی

---

[1] خُدا کی دین کا موسیٰؑ سے پُوچھیئے احوال　　کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے　　مؤلف

نہیں ہے کہ جو چیز اللہ تعالیٰ کسی کو دے وُہ پہلے سے اس کا اہل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو کوئی چیز دیتا ہے تو اُس کو اس کا اہل بھی بنا دیتا ہے۔"

قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ جہاں کوئی ایسی چیز دیکھتے کہ خلافِ شریعت ہے تو اس کو اس کا ایسا شافی جواب دیتے۔

حضرت قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ میری عمر کوئی بارہ برس کی تھی۔ میں ایک دفعہ بازار سے گزر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک جگہ علماء کا جمگھٹا ہے اور ایک پادری کھڑا کہہ رہا ہے کہ میرے سوال کا جواب دو اور مجھے مسلمان بنا لو یا خود نصرانی بن جاؤ۔ سب علماء اُس کے اِرد گرد متحیر تھے کہ کیا جواب دیں۔ وُہ ایک گھوڑا گاڑی میں بیٹھا ہوا تھا۔ آپؒ نے ایک عالم سے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ یہ کیا کہتا ہے؟ اُس نے کہا قبلہ یہ کہتا ہے کہ قرآن مجید میں آیا ہے کہ فَنَفَخْتُ فِيهِ مِنَ الرُّوحِي میں نے عیسٰی علیہ السلام میں اپنی رُوح پھونکی۔ اس سے وُہ ثابت کرتا ہے کہ عیسٰی علیہ السلام (نعوذ باللہ من ذالک) اللہ کے بیٹے ہیں۔" آپؒ نے فرمایا۔"بس اِتنی سی بات پر پریشان ہو۔ چلو آگے چلو۔" چنانچہ آپؒ آگے تشریف لے گئے۔ جب پادری نے آپؒ کو دیکھا تو کہنے لگا۔"بیٹا تم مجھے کیا جواب دو گے۔ تو بچہ ہے۔ بڑے بڑے عالم مجھے اِس کا جواب نہ دے سکے۔" قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔"یہ تو چھوڑ کہ میں بچہ ہوں یا بڑا ہوں۔ میں تیرے سوال کا جواب دُوں گا۔ اُس نے کہا کہ آپؒ بتلائیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَنَفَخْتُ فِيهِ مِنَ الرُّوحِي۔ میں نے عیسٰی (علیہ السلام) میں اپنی رُوح پھونکی۔ اِس سے مُراد یہ نہیں کہ وُہ اللہ کا بیٹا ہے۔ قبلۂ عالم علیہ الرحمۃ نے اس کو جڑ سے پکڑا۔ آپؒ کا یہ قاعدہ تھا کہ بحث کو طُول نہیں دیا کرتے تھے۔ جڑ سے پکڑتے تھے اور چند الفاظ میں ختم کر دیا کرتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا تو بتا کہ رُوح جزوِ لا یتجزّیٰ ہے کہ جزو یتجزّیٰ۔ کہ کیا رُوح ایسی چیز ہے جس کے ٹکڑے ہو سکتے ہیں یا ایسی چیز ہے کہ اس کے ٹکڑے نہیں ہو سکتے۔ اور یہ ایک ہی سالم چیز ہے۔ اب وُہ اِس بات پر پریشان ہو گیا۔ آپؒ نے پھر وُہی سوال کیا کہ رُوح جزو لا یتجزّیٰ ہے یا جزو یتجزّیٰ۔ آپؒ نے فرمایا تم کہتے ہو کہ اللہ نے اپنی رُوح عیسٰی علیہ السلام میں پھونکی تو پھر اللہ تعالیٰ کدھر گئے۔ وُہ پادری لاجواب ہو گیا۔ پھر آپؒ نے فرمایا۔ آمیں تجھے بتاؤں تو نے قرآن مجید کی آیت پیش کی ہے میں بھی قرآن مجید ہی کی آیت پیش کرتا ہوں۔ اِنَّ مَثَلَ عِيسٰى عِنْدَ اللّٰهِ

کَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم علیہ السلام کی طرح ہے ۔ مٹی سے بنایا اور کہا "کُن" کہ ہو جا اور وہ ہو گیا ۔ اس کے بعد آپؒ نے کہا کہ میں نے تیرے سوال کا جواب دے دیا ہے ۔ اب تو مسلمان ہو جا ۔ اب اُس نے بھاگنے کا ارادہ کیا اور بے تحاشا وہاں سے بھاگ گیا۔[1]

جب انسان کسی بھی چیز کو اللہ اور اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے لیے لے کر اُٹھے کامیابی اُس کے قدم چومتی ہے ۔ اس میں اخلاص ہونا چاہیئے ۔ ہمارے قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ میں یہ خاصیت تھی کہ جب آپؒ کے سامنے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک لیا جاتا تو آپؒ کی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ۔ آپؒ کا فنافی الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مقام تھا ۔ قبلہ عالم علیہ الرحمۃ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میری عمر اس سے زیادہ نہ بڑھے جتنا عرصہ کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس دُنیا میں رہے ۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی یہ دُعا قبول فرمائی ۔ اور آپؒ کی عمر سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عُمر سے زیادہ نہ ہوئی ۔ آپؒ ہر چیز میں اِتباعِ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو مدِ نظر رکھا کرتے تھے ۔ اور جب بھی کوئی بات ہوتی آپؒ یہ شعر پڑھا کرتے ۔

چُوں غلامِ آفتابم ہمہ ز آفتاب گویم ۔۔۔ نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیثِ خواب گویم

یعنی ہم اُس سُورج کے غلام ہیں جس کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے ۔ یہ اشارہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی طرف ہے[2] ۔ ہم اندھیروں میں رہنے والے نہیں کہ تاریکی کی بات کریں ۔ ہم تو اُجالے والے ہیں اور روشنی کی بات کرتے ہیں جس نے کائنات میں اُجالا کیا ہوا ہے ۔

قبلہ عالم رحمۃ اللہ علیہ قرآن مجید کی ایک آیت کی بہت عُمدہ تشریح فرمایا کرتے تھے ۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بُت خانے کے تمام بتوں کو توڑنے کا ارادہ کر لیا اور جب کفار بُت کدہ سے چلے گئے تو انہوں نے تمام بُتوں کو توڑ پھوڑ ڈالا اور تبر کو سب سے بڑے بُت کے ہاتھ میں دے دیا ۔

---

[1] ۔ وَاِذَا جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ (ناچیز مؤلف)

[2] سِرَاجًا مُّنِيْرًا ۔ (ناچیز مؤلف)

جب کافروں نے اپنے بُتوں کو تہس نہس دیکھا تو غضب ناک ہو گئے اور کہنے لگے۔ من فعل ھٰذا آلِھتنا۔ کہ کس نے کیا ہے ہمارے معبُودوں کے ساتھ۔ آخر سب کہنے لگے کہ ایک نوجوان ہے جس کا نام ابراہیم (علیہ السّلام) ہے اس سے پُوچھنا چاہیئے۔ چنانچہ وُہ آپؑ کے پاس آتے اور آ کر کہنے لگے کہ اے ابراہیم (علیہ السّلام) تُو بتلا کہ ہمارے معبُودوں کے ساتھ۔ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم ہے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم جب قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تو وقف کیا کرتے تھے۔ تو ابراہیم علیہ السّلام نے جواب دیا کہ بَلْ فَعَلَہٗ (کیا اس کو کسی کرنے والے نے) بعض مفسّرین یہاں یہ خطا کھا جاتے ہیں کہ کیا اس کو بڑے بُت نے جو سلامت ہے جس پر ابراہیم علیہ السّلام نے تبر رکھ دیا تھا۔ کوئی نبی رسُول علیہ السّلام کوئی غلط کلمہ نہیں کہتا۔ آپؑ نے فرمایا کہ جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم وقف فرمایا کرتے تھے وقف کا مطلب ہی یہی تھا کہ وہاں عبارت ختم ہو جاتی ہے کہ بَلْ فَعَلَہٗ۔ کہ کیا اس کو کرنے والے نے۔ ان کا بڑا تو سلامت ہے۔ پُوچھ لو اگر وُہ بولتے ہیں۔ وُہ کہنے لگے۔ اے ابراہیم (علیہ السّلام) تُو جانتا ہے کہ یہ بُت باتیں نہیں کرتے تو ابراہیم علیہ السّلام نے فرمایا کہ تمہارے اُوپر بھی تُف ہے اور ان بُتوں پر بھی تُف ہے جن کی تم عبادت کرتے ہو۔ سُبحان اللہ!

ہمارے قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ آخری ایّام میں ہر وُہ چیز جو انسان کے اندر ہوتی بتلا دیا کرتے تھے۔ پھر میں نے دیکھا کہ جو آخری اتوار تھا (آپؒ نے بروز سوموار مورخہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء صبح ۸ بجے کے قریب وصال فرمایا) مجھے فرمایا کہ دوستوں میں جاؤ مجلس کرا آؤ۔ جب میں مجلس کرا کے واپس آیا تو آپؒ نے لحاف منہ کے اُوپر اوڑھا ہوا تھا۔ میں نے کچھ نہیں کہا اور نہ پُوچھا بغیر دیکھے آپؒ نے فرمایا کہ تم آ گئے ہو۔ آج دوستوں کو رُخصت کر دو۔ میں اُن کو نہیں ملوں گا۔[1]

جب سوموار کی سحری کا وقت آیا تو مجھے بُلایا اور فرمایا کہ میری ٹانگیں دبا دو۔ میں نے آپؒ کی ٹانگیں دبانی شروع کر دیں۔ اور آپؒ نے فرمایا کہ صبح کی نماز یہیں پڑھ لو۔ مسجد میں کہلوا بھیجو کہ وُہ آج

---

[1] ایک مرتبہ خطبے میں قبلۂ عالم حضرت صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس آخری مجلس کے بارے میں مجھ سے کہا بیٹا آج تم نے مجلس میں یہ بات کہی میں دیکھ رہا تھا تم نے بالکل ٹھیک کہا۔ (ناچیز مؤلّف)

جماعت کرالیں میں نے پیغام بھیج دیا تو آپؒ فرمانے لگے کہ آج طبیعت میں کچھ بے قراری سی ہے اس کے بعد فرمانے لگے کہ اب طبیعت کچھ ٹھیک ہے۔ اب طبیعت میں کسی قسم کا اضطراب نہیں جب آٹھ بجے کا وقت ہوا تو فرمانے لگے آج سوموار کا دن ہے۔ میں نے عرض کی جی ہاں آج سوموار ہے اس میں بھی رمز تھی۔ ہمارے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم دُنیا میں تشریف لائے سوموار کے دن اور یہاں سے بظاہر نظروں سے پوشیدہ ہوئے تو سوموار کے دن۔ تو میں نے کہا ہاں سوموار ہے آپؒ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔ میں حیران تھا کہ آپؒ کس بنا پر مسکرا رہے ہیں۔ آٹھ بجے کا وقت ہوا تو معاً ایک دم کروٹ ادھر بدل لی اور زبان سے اتنا نکلا اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی۔ کہ اے اللہ میں تیری ملاقات کا مُشتاق ہُوں۔ تیرے ساتھ رہنا چاہتا ہُوں تو آپؒ کی رُوح مبارک پرواز کر گئی بس اتنے سے وقفے کے اندر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

جو انسان شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی غلامی اختیار کرتے ہیں اللہ تعالےٰ ان کو ہر چیز سے نوازتا ہے۔ کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو اللہ تعالیٰ اُن کو عطا نہیں فرماتے۔ ان کا رہنا سہنا اُٹھنا بیٹھنا ہر چیز جو ہے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی سنّتِ مطہرّہ کے مطابق ہو جاتی ہے یاد رکھو کہ ہمارے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم بظاہر نگاہوں سے پوشیدہ ہیں مگر فی الحقیقت ہر جگہ موجود ہیں۔ ایک دفعہ قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ کو کچھ بخار کی تکلیف ہوئی۔ میں نے عرض کی۔ یا حضرتؒ ڈاکٹر لے آؤں۔ آپؒ نے فرمایا۔ میرا جو ڈاکٹر ہے آج میں تجھے بتلاؤں۔ آج وُہ میرا علاج کرے گا تو آپؒ نے چند اشعار پڑھے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم میرے ہاتھ کو پکڑیئے سوائے آپؐ کے میری فریاد رسی کی جگہ کوئی نہیں ہے۔ ہر وُہ گھر جس میں آپؐ رہتے ہوں اس میں کسی ظاہری روشنی کی ضرورت نہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کوئی ایسا وقت نہ آئے کہ میں آپؐ سے دُور ہوں کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنی دلیل لائے گا۔ قیامت کے دن آپؐ کا چہرہ ہمارے لیئے دلیل ہے۔

یا رسُول اللہ خُذ بیدی	مالعجزی مستند ی
کل بیت انت ساکنہ	لیس محتاج الی السراج
لا اناج اللہ لی فرجا	یوم ادعوک منک لی فرج

اس کے بعد قبلۂ عالم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ بیٹے اب ٹمپریچر چیک کرو جب ٹمپریچر دیکھا تو ۹۷ درجے پر تھا۔ آپؒ نے فرمایا۔ دیکھا میں نے اس ڈاکٹر کو پکارا اس نے ہمارا علاج کر دیا۔ یہ قرآن شریف کے عین مطابق ہے۔ یہ نہ سمجھنا کہ قرآن مجید کے موافق نہیں ہے۔ عین قرآن مجید کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ دُنیا والو تم جان لو کہ رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم تمہارے درمیان موجود ہیں۔ آپؐ بظاہر نظر نہیں آتے لیکن آپؐ ہر جگہ موجود ہیں۔ ہم قعدہ میں جو کہتے ہیں، اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم آپؐ پر سلام ہو و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور برکتیں۔ پکارا اسی کو جاتا ہے جو سامنے ہو۔ غیب کو تو نہیں پکارا جاتا۔ جو حاضر و ناظر ہو اُسی کو پکارا جاتا ہے۔ اے دُنیا والو اگر تم مشرق میں ہو یا مغرب میں، شمال میں ہو، یا جنوب میں، رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم وہاں موجود ہیں۔ جو کچھ عرض کرو گے وُہی پاؤ گے۔ یہ اور بات ہے کہ اِنسان کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالےٰ کے آگے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کے آگے فلاں عرض کی اور میری عرض قبول نہیں ہوئی۔ اس کی تشریح رسُولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے یُوں کی ہُوئی ہے۔ بخاری شریف میں ہے۔ آپؐ کہتے ہیں میرے پاس مختلف گروہ آتے ہیں۔ آپؐ کے دینے کا انداز نرالا تھا۔ آپؐ کی مانند دینے والا نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔[۱]

فتح مکّہ کے بعد آپؐ کے سامنے بکریوں کا ایک ریوڑ پیش کیا گیا۔ ان بکریوں تعداد اتنی زیادہ تھی کہ شمار نہیں۔ اِس ریوڑ نے مکّہ کے تمام پہاڑوں کو سیاہ کیا ہوا تھا۔ اوریانہ بن حسین نومسلم تھا۔ ٹکٹکی باندھ کر اِس ریوڑ کو دیکھ رہا تھا۔ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا اوریانہ کیا تجھے یہ ریوڑ پسند ہے۔ اوریانہ نے عرض کیا۔ اجی یا رسول اللہ! یہ ریوڑ مجھے پسند ہے۔ میں نے آج تک اِتنا بڑا ریوڑ نہیں دیکھا نہ دیکھوں گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ جا لے جا میں

۱۔ ہر کجا بینی جہانِ رنگ و بُو   آں کہ از خاکش بروید آرزُو
یا زِ نورِ مُصطفٰے او را بہا ست   یا ہنُوز اندر تلاشِ مُصطفٰے ست (اقبالؒ)

۲۔ رُخِ مُصطفٰے ہے وُہ آئینہ کہ اب ایسا دُوسرا آئینہ
نہ ہماری چشمِ خیال میں، نہ دُکانِ آئینہ ساز میں۔ (ناچیز مؤلّف عفی عنہ)

نے تجھ کو ہی سارا ریوڑ بخش دیا۔ ابوجہل کا بیٹا عکرمہ آیا تو اس کو آپ نے دو سو اونٹ عطا فرمائے حکیم ابن لوہام آیا۔ یہ قریش کے رؤسا میں سے تھا۔ اس کو آپ نے سو اونٹ عطا فرماتے۔ اس نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے ابوجہل کے بیٹے کو دو سو اونٹ دیئے اور مجھے صرف سو اونٹ یہ کیا بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا مجھے بھی دو سو اونٹ عطا فرمائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو بھی دو سو اونٹ لے جا۔ جب لے چکا تو کہنے لگا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ یہ بتائیں کہ سو اونٹ بہتر تھے یا دو سو بہتر ہیں۔ جواب میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بہتر تو وہی تھے جو میں نے تجھے پہلے دیئے تھے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں پھر سو اونٹ ہی لوں گا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب میں تم میں سے کسی کو دیتا ہوں تو مجھے پتہ ہوتا ہے کہ کہاں خرچ کرے گا۔ کس جگہ خرچ کرے گا۔ سب خرچ کرے گا۔ آیا حلال پر خرچ کرے گا یا حرام پر خرچ کرے گا۔ اگر حرام پر خرچ کرے گا تو میں ہاتھ روک لیتا ہوں۔ میں اسے نہیں دیتا جب دیکھتا ہوں حلال پر خرچ کرے گا تو میں اس کو دے دیتا ہوں۔ مجھے یہ برداشت نہیں کہ میری اُمت کا ایک آدمی بھی جہنم میں پھینکا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر فرمایا کہ اے دُنیا والو جان لو کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اندر موجود ہیں۔ اے دُنیا والو! اگر تمہاری ہر بات اللہ نے مان لی تو تمہارے لیے جو چیز بہتر نہ ہوئی تو تم خود تکلیف میں پڑو گے۔ اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے کو مان لوگے تو امن میں رہو گے۔ اس لیئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر چیز کو دیکھتے ہیں۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا علمِ غیب تمام کائنات پر محیط تھا۔ جب غزوۂ اُحد ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرا مشورہ ہے کہ جنگ مدینہ منورہ کے اندر رہ کر لڑی جائے۔ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بڑے پیارے چچا تھے۔ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قسم ہے اللہ کی کہ اگر ہم مدینہ منورہ سے باہر نکل کر نہ لڑیں تو میں تمام عمر غسل نہیں کروں گا، کپڑے نہیں بدلوں گا اور اپنی بیوی کی نزدیکی نہیں کروں گا۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے پیار کی نظروں سے اپنے چچا حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف

دیکھا اور فرمایا۔ اے میرے چچا! جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تم نہیں دیکھ رہے ہو۔ اچھا جو کچھ اللہ نے لکھا ہے وہی ٹھیک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے میرے چچا میں میدانِ جنگ میں لڑوں گا۔ کیونکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کو دیکھ لیا تھا۔ وہ تمام حالات جو آنے والے تھے آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) اپنی نگاہوں سے دیکھ لیتے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا۔ میرے چچا! اگر اللہ نے یہی لکھا ہے تو یہی ہوگا۔ ہمارے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے جنگ کا پورا زرہ بکتر زیبِ تن کیا ہوا تھا جو ایک سپہ سالار کا ساز و سامان ہوتا ہے۔ جب آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلّم باہر نکلے تو صحابہ کرام ؓ کو سخت شرم محسوس ہوئی کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بنفسِ نفیس امیرِ عساکر کا لباس پہن لیا۔ وہ عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہم مدینہ منوّرہ میں ہی رہ کر لڑیں گے۔ تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا کہ جب نبی رسول (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے قدم آگے بڑھ جائیں تو پیچھے نہیں ہٹا کرتے۔ اب وہی ہوگا جو اللہ نے تمہاری قسمت میں لکھا ہے۔

ہمارے شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم میدانِ جنگ میں تشریف لے گئے۔ ایک گھاٹی تھی تنگ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے چالیس اصحابہ کرام کو حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں وہاں چھوڑا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا دیکھو ہمیں شکست ہو یا فتح تم نے اِس گھاٹی کو نہیں چھوڑنا۔

جنگ شروع ہو گئی۔ بھلا شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کے مقابلے میں کسی کی جرأت ہے کہ آئے وہاں کون ٹھہر سکتا ہے چشم زدن میں کافرین بھاگ گئے۔ مومنین نے ان کا مال اکٹھا کرنا شروع کیا۔ اور جو چالیس افراد گھاٹی پر متعین تھے انہوں نے جب دیکھا کہ سب کافرین بھاگ گئے اور اُن کا نام و نشان بھی نہیں رہا تو انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی وہاں جانا چاہیئے۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ نہیں جو شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا حکم ہے اُس پر عمل کرو کہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) نے فرمایا تھا کہ ہمیں شکست ہو یا فتح، تم نے یہاں سے نہیں ہلنا۔ میں تمہیں ہرگز اجازت نہیں دیتا ہوں۔ مگر ان لوگوں نے نہ مانا اور وہاں سے تیس ۳۰ آدمی چلے گئے اور گھاٹی پر صرف دس آدمی حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے ساتھ رہ گئے۔ ادھر خالد بن ولید (جو ابھی مشرف باسلام نہیں ہوئے تھے) گھات میں تھے۔ انہوں نے حملہ کیا اور وہ دس آدمی شہید کر دیئے۔ اور پھر پیچھے سے مومنین پر حملہ کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ستر مسلمان

شہید ہو گئے۔ اصحابہ کرام فرماتے ہیں ہم نے دیکھا کہ شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹے۔

آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک گھوڑے پر سوار تھے۔ ایک نوجوان آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دائیں اور دوسرا نوجوان بائیں طرف تھا۔ وہ اتنی تیزی سے تلوار چلاتے تھے کہ اُن کی مانند ہم نے کوئی تلوار چلاتے نہ دیکھا۔ ہم نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ نوجوان کون تھے جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے گھوڑے کی دائیں اور بائیں طرف جنگ کر رہے تھے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا کہ گھوڑے کی دائیں طرف جو جنگ کر رہے تھے وہ جبرئیل امین (علیہ السلام) تھے اور بائیں طرف میکائیل (علیہ السلام) تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو میری حفاظت کے لئے بھیجا تھا کہ کسی کافر کو میرے نزدیک نہ آنے دیں۔ چنانچہ جب جنگ ختم ہوئی تو اصحابہ کرام نے عرض کی کہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ جو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی تھی اور ابھی کچھ موقع باقی تھا ناگہاں ایک کافر جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چیلنج کیا ہوا تھا اپنا گھوڑا کُداتا ہوا آیا۔ صحابہ کبارؓ نے آگے بڑھ کر روکنا چاہا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو آنے دو اس نے مجھے پکارا ہے۔ اس کو میرے مقابلے میں آنے دو۔ اور تم میں سے کوئی شخص آگے نہ بڑھے۔ وہ شخص جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا تو آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے برچھے کی نوک اُس کی گردن پر لگائی تو وہ گدھے کی طرح ڈکارتا ہوا بے تحاشہ بھاگا۔ اپنے لشکر میں گیا تو انہوں نے کہا کہ زخم تو معمولی ہے۔ اس نے کہا کہ زخم لگانے والا بڑا سخت ہے۔ یہ کہتے ہوئے وہ مر گیا۔ اسی اثناء میں جبرائیل امین (علیہ السلام) نے آکر عرض کی۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مالک الجبال ایک فرشتہ ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے پہاڑوں پر ڈیوٹی لگائی ہوئی ہے۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے دربار میں عرض کرتے ہوئے کئی سال گزرے ہیں آج تک اُس کی درخواست قبول نہیں ہوئی۔ آج اللہ تعالیٰ نے پوری فرمائی۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ مدینہ منورہ میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربارِ اقدس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے حاضری دیتے ہیں۔ جو ایک مرتبہ حاضری دے چکیں اُن کی تاقیامت دوبارہ حاضری کی باری نہیں آتی۔ یہ کافر اس وقت دو پہاڑوں کے درمیان ہیں۔ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے حکم دیں کہ ان دو پہاڑیوں کو ملا دوں۔ ان کا نشان بھی باقی نہ

رہے شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم نے بجائے اِس کے کہ مالک الجبّار کو جواب دیتے آسمان کی طرف دیکھا اور فرمانے لگے۔ اَے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کہ جان لیں کہ میں کون ہُوں۔ انہیں پہچاننے کی توفیق دے کہ میں کون ہُوں۔ میں ان کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ ان کی ہلاکت نہیں چاہتا۔ بلکہ میں ان کی ہدایت کا طالب ہُوں۔

اور دوستو ہماری خوش قسمتی ہے کہ ہم شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت میں پیدا ہُوئے ہیں۔ بڑے بڑے اولوالعزم نبی اور پیغمبر علیہم السّلام دُعا کرتے تھے کہ اللہ ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت ہی میں کر دے۔ شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا اُمّتی ہونا ایک بہت بڑا اعزاز ہے اور بہت بڑی خوش قسمتی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ لوگوں کو اور مجھے شہنشاہِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلّم کا سچّا غلام بنائے۔ اور ہمارا مرنا اور جینا آپ (صلی اللہ علیہ وسلّم) کے قدموں میں ہو۔ آمین ثم آمین!

ضمیمہ

قبلۂ عالم الحاج مولانا حافظ عبدالرحمٰن صاحب المعروف حضرت ثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ پنجابی میں اس طرح دُعائیں مانگا کرتے تھے :-

مجلسِ انوار شروع ہونے سے پہلے تین بار استغفار دوستوں کے ہمراہ پڑھتے ۔ پھر ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرماتے :-

"اے دِلاں نوں اپنے نور دے نال منوّر کرنے والے، اے دِلاں نوں اپنی یاد دے نال مطمئن اَور مسرور کرنے والے، اے دِلاں تھیں خودی دے زنگ اُتارنے والے اِک نظر کرم دی فرما۔ اساں دے سُتیاں دِلاں نوں بیدار کر دے۔ اساں دے مویاں دِلاں نوں زندہ کر دے اساں نوں اپنی یاد دے نال مطمئن اَور مسرور کر دے۔ یا اللہ! ساڈے دلاں دیاں اکھیاں کھول دے تاکہ تیری کلام نوں پڑھیئے، سوچیئے تے عمل کریئے تے تیری کائنات نوں ویکھ کے تینوں پہچانیئے۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّار ۔

مجلس کے اختتام پر حلقۂ ذکر کے بعد اس طرح دُعا مانگتے :-

بعد حمد و صلوٰۃ و سلام رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا..... خَاسِرِیْنَ تک اِلحان کے ساتھ پڑھتے، پھر پنجابی میں اسی لہجے میں یوں دست بدُعا ہوتے :-

اے اساڈے مالک، اے اساڈے سچّے خالق، اسانوں نعمتاں دینے والے مالک، اساں نے اپنیاں جاناں اُتّے بڑے بڑے ظُلم کیتے۔ رَج رَج کے گناہ کیتے، چھپ چھپ کے گُناہ کیتے۔ دُنیا کمینی دے پچھے تکلیفاں وی اُٹھائیاں، مشقّتاں وی جھیلیاں لیکن تیرے رستے دے وِچ، تیرے رستے دے وِچ کوئی قدم نہ اُٹھایا۔ ہُن شرمندہ، ذلیل تے خوار بندے، اپنے عملاں تھیں شرمسار بندے، اپنی عُمر دی پُونجی نُوں لُٹا کے، اپنی عُمرِ عزیز دے سرمائے نوں برباد کر کے، ہتھ خالی دامن پھیلا کے تیرے دروازے تے آ ڈِگے آں۔ اگر توں اساں اُتے رحم نہ

فرماویں گا تے اسیں زیاں کاراں وچوں ہو جاساں۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ الْمَالِكُ وَ اَنَا الْعَبْدُ وَمَنْ یَّدْعُ الْعَبْدُ اِلَّا الْمَالِكُ یَارَبَّ۔

اَے بادشاہا سخی سردارا، توں ساڈا مالک تے اسیں عاجز تے ضعیف بندے۔ ہور کیہڑا اے دروازہ سوائے تیرے دروازے دے یارب۔

مُفلسانیم آمده در کُوئے تو
شَیْئًا لِلّٰه از جمالِ رُوئے تو

یا اللہ اسیں مُفلس تے گدا بندے تیرے دروازے تے آ ڈھٹے ہاں۔ سانوں اپنے نُور وچ رنگ دے ؎

دست بکُشا جانبِ زنبیلِ ما
آفریں بر دست و بر بازُوئے تو

اَے خالق توں نے اِرشاد فرمایا اے سوالیاں نوں نہ جھڑکو۔ اسیں وی مفلس تے گدا بندے تیرے دروازے تے بطور سوالی آ ڈھٹے ہاں۔ سانوں نا اُمید واپس نہ کریں۔ اگرچہ ساڈے مُنہ ایس قابل نہیں کہ تیرے سامنے کر سکیئے، اگرچہ ساڈے ہتھ ایس قابل نہیں کہ تیرے سامنے پھیلا سکیئے۔ لیکن واسطہ اے تیرے فضل و کرم دا۔ واسطہ اے تیرے پاک نبیاں دا۔ واسطہ اے تیرے پاک ولیاں دا۔ واسطہ اے پیارے پیر و مُرشد دا، ساڈے عملاں دی طرف نہ ویکھ اساں نوں اپنے نُور وچ رنگ دے، یا اللہ کون اے ڈِھٹے ہویاں نوں اُٹھان والا۔ کون اے دُور ہویاں نوں نزدیک کرن والا، ساڈی زندگی، ساڈی موت، ساڈا حشر، ساڈا نشر سب حبیبؐ پاک دے قدماں کے نال فرما۔ آمین!

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی حَبِیْبِهٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَسَلَّمَ۔

ختم خواجگان کے بعد یہ دُعا پڑھتے :۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ حَافِظُنَا اَنْتَ نَاصِرُنَا اَنْتَ هَادِیْنَا اَنْتَ رَاشِدُنَا اَنْتَ دَلِیْلُنَا اَنْتَ وَلِیُّنَا فَارْحَمْ عَلَیْنَا وَلَا تُعَذِّبْنَا بِذُنُوْبِنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّئٰتِنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ

لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ط أَنْتَ الْوَهَّابُ ط بِحُرْمَتِ النَّبِيِّ عَلَيْهِ السَّلَامُ ط

حضرت صاحب رحمۃ اللہ علیہ ظفر بادشاہ کی مناجات بہت پسند فرماتے جو حکیم ثنائی علیہ الرحمۃ پر مخمّس ہے جس کا پہلا شعر یہ ہے ؎

پیسے دُنیا یُونہی بک بک کے عبث جان کھپائی

دوستوں کو یاد کرنے اور تہجّد کے بعد پڑھنے کے لیے ارشاد فرماتے۔ چنانچہ سحری کے ختم شریف کے بعد بابو محمد اسماعیل صاحب سے یہ مناجات اکثر سُنتے۔ ایک دفعہ صبح وہ سب دوستوں سے پہلے داخل ہوئے تو دیکھا کہ آپؒ دُعا مانگ رہے ہیں اور اسی مناجات کا یہ شعر پڑھ کر رو رہے ہیں ؎

جسے تو چاہے امیری دے جسے چاہے فقیری

درگاہِ عالیہ مجدّدیہ عیدگاہ شریف کی پسندیدہ اور معمول دعا

دستگیری کیجو اے میرے خدا — تاکہ کوئی دم نہ ہوں تجھ سے جدا

دمبدم ہو تازہ ہوں تجھ پہ فدا — آرزو تجھ سے یہی ہے اے خدا

ہو زباں پر ذکر، دل میں ہو حضور — ماسوا تیرے یہ دل ہو سب سے دور

بے حضورِ دل نہ لوں میں تیرا نام — جب کہ لوں میں ہو حضورِ دل تمام

ہر گھڑی ہر لحظہ ہو تیرا حضور — بے جہت بے کیف مجھ کو اے غفور

التجا کس سے کروں تیرے سوا — کون بر لادے گا میرا مدّعا

نُورِ وحدت کر دے مجھ پر آشکار
بس یہی ہے مدّعا پروردگار

(حضرت شاہ عبدالصمد قدس سرّہٗ)

شجرۂ طیبہ

خواجگانِ نقشبندیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اسمائے مبارک	ولادت	وفات	مزار مبارک
خاتم النبیین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم	۲۰ اپریل سنہ ۵۷۱ء (عمر مبارک ۶۳ سال)	۸ جون سنہ ۶۳۲ء ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ	مدینہ منورہ
خلیفۃ الرسول اللہ حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۵۷۳ء	۲۲ جمادی الآخر سنہ ۱۳ھ	مدینہ منورہ
صاحب رسول اللہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۳۰۶ء / ۴۰۶ء (عمر ۲۵۰ یا ۳۵۰ سال)	۱۰ رجب سنہ ۳۴ھ	شہر مدائن
حضرت قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہم	سنہ ۶۲۲ء (عمر زائد از صد سال)	۱۴/۲۴ جمادی الاول سنہ ۱۰۶ھ	مدینہ منورہ
حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۸ رمضان سنہ ۸۰ھ	۱۵ رجب سنہ ۱۴۳ھ	مدینہ منورہ
حضرت شیخ بایزید بسطامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۱۳۶ھ	۱۵ شعبان سنہ ۲۶۱ھ	شہر بسطام (فارس)
حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	عمر شریف ۷۳ سال	۱۰ محرم سنہ ۴۲۵ھ	خرقان مضافات بسطام
حضرت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	..	گورگان
حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۴۳۴ھ	۴ ربیع الاول سنہ ۴۷۷ھ	فارمد (طوس عرف مشہد)
حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۴۴۰ھ	۲۷ رجب سنہ ۵۳۵ھ	ہمدان موضع مرو (فارس)
حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۱۲ ربیع الاول سنہ ۵۷۵ھ	غجدوان (بخارا سے تین میل)
حضرت خواجہ عارف ریوگری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	یکم شوال سنہ ۶۱۶ھ	ریوگری (نزد بخارا)
حضرت خواجہ محمود انجیر فغنوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۱۷ ربیع الاول سنہ ۷۱۵ھ	موضع انجیر فغنوی (نزد بخارا)

اسمائے مبارک	ولادت	وفات	مزار مبارک
حضرت خواجہ عزیزاں رامیتنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۲۷ رمضان سنہ ۷۲۱ھ	شہر خوارزم (فارس)
حضرت خواجہ بابا سماسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۱۰ جمادی الآخر سنہ ۷۵۵ھ	موضع سماس (نزد بخارا)
حضرت خواجہ سید امیر کلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۸ جمادی الاول سنہ ۷۷۲ھ	موضع سوخاریہ از رامیتن۔
حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران عالم امام الطریقہ سید محمد بہاؤالدین نقشبند بخاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۰ محرم سنہ ۷۰۸ھ یا سنہ ۷۱۸ھ	۳ ربیع الاول سنہ ۷۹۱ھ	قصبہ عارفاں (بخارا سے تین میل)
حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۲۰۔ رجب سنہ ۸۰۲ھ	موضع توجفانیاں (ملک ماوراءالنہر)
حضرت مولانا یعقوب چرخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۵ صفر سنہ ۸۵۱ھ	موضع ملفتوریہ (ملک حصار ماوراءالنہر)
حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رضی اللہ تعالیٰ عنہ	رمضان شریف سنہ ۸۰۶ھ	۲۹ ربیع الاول سنہ ۸۹۵ھ	شہر سمرقند۔
حضرت مولانا زاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	یکم ربیع الاول سنہ ۹۳۶ھ	موضع وخش ملک حصار
حضرت خواجہ درویش محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۱۹ محرم سنہ ۹۷۰ھ	موضع اسفر (شہر سبز) (ماوراءالنہر)
حضرت خواجگی محمد امکنگی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۹۱۸ھ	۲۲ شعبان سنہ ۱۰۰۸ھ	قصبہ امکنگ (نزد بخارا)
حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۹۷۱-۹۷۲ھ	۲۵ جمادی الآخر سنہ ۱۰۱۲ھ	اجمیری دروازہ بیرون شہر دہلی
امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۹۷۱ھ	۲۸ صفر سنہ ۱۰۳۴ھ	متصل سرہند مشرقی پنجاب
قطب الارشاد عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم مجددی سرہندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ شوال سنہ ۱۰۰۷ھ	۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۷۹ھ	متصل سرہند
حضرت خواجہ محمد حجۃ اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۲۹ محرم سنہ ۱۱۱۴ھ	متصل سرہند
حضرت خواجہ محمد زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	۴ ذیقعدہ سنہ ۱۱۵۲ھ	متصل سرہند
حضرت خواجہ محمد اشرف رضی اللہ تعالیٰ عنہ	-	۱۱ رجب سنہ ۱۱۸۰ھ	مدینہ منورہ

اسمائے مبارک	ولادت	وفات	مزار مبارک
حضرت شاہ جمال اللہ رامپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۴ صفر سنہ ۱۲۰۹ھ	رامپور (بھارت)
حضرت محمد عیسیٰ شاہ گنڈاپوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۷ ذی الحجہ سنہ ۱۲۲۰ھ	گنڈاپور (ملتان)
حضرت شاہ فیض اللہ تیراہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	..	۲۰ ربیع الاول سنہ ۱۲۳۵ھ / ۱۲۴۵	تیراہ شریف
حضرت خواجہ حافظ نور محمد تیراہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۱۱۷۹ھ	۱۲ شعبان سنہ ۱۲۸۶ھ	تیراہ شریف
حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	سنہ ۱۲۱۳ھ	سنہ ۱۳۱۵ھ	چورہ شریف
بحرمتِ حضرت خواجہ حافظ عبد الکریم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۱۱ رجب سنہ ۱۲۶۴ھ ۱۱ اپریل سنہ ۱۸۴۸ء	۲۸ صفر سنہ ۱۳۵۵ھ ۲۰ مئی سنہ ۱۹۳۶ء	عیدگاہ شریف راولپنڈی
بحرمتِ حضرت مولانا حافظ عبد الرحمٰن المعروف حضرت ثانی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	۲۵ ذی الحجہ سنہ ۱۳۱۳ھ ۸ جون سنہ ۱۸۹۶ء	۱۳ رجب سنہ ۱۳۸۰ھ ۲ جنوری سنہ ۱۹۶۱ء	عیدگاہ شریف راولپنڈی

مرشدنا و مخدومنا قبلۂ عالم حضرت الحاج حافظ حبیب الرحمٰن سلمہ اللہ تعالیٰ نقشبندی مجددی
سجادہ نشین درگاہ عالیہ مجددیہ عیدگاہ شریف، راولپنڈی

لا اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ

سکوتِ شب کی صدا لا الٰہ الا اللّٰہ سحر کی بانگِ درا لا الٰہ الا اللّٰہ

جہاں میں عشق کی دوا لا الٰہ الا اللّٰہ ہے مرغِ دل کی نوا لا الٰہ الا اللّٰہ

یہ کائنات حقیقت میں بے حقیقت ہے نہ ہے فنا نہ بقا لا الٰہ الا اللّٰہ

یہ آسماں یہ ستارے یہ مہر و ماہ یہ زمیں طلسمِ ہوش ربا لا الٰہ الا اللّٰہ

قدم قدم پہ تنازع ہے حق و باطل کا جہاں ہے دشتِ وغا لا الٰہ الا اللّٰہ

صنم پرست ہے دنیا جدا ہے دین کی راہ کہ ہے پیامِ خدا لا الٰہ الا اللّٰہ

نہ مال و زر کی ہوس ہو نہ بے زری کا گلہ مقامِ صبر و رضا لا الٰہ الا اللّٰہ

وہ اہلِ دنیا ہیں جاہ و حشم کے متوالے متاعِ اہلِ وفا لا الٰہ الا اللّٰہ

وہی ہے مردِ مسلماں ہے زندگی جس کی ورائے فقر و غنا لا الٰہ الا اللّٰہ

مآلِ حکمتِ حاضر ہے دین سے دوری کمالِ اہلِ صفا لا الٰہ الا اللّٰہ

زمانہ پھر نہ ہلاکت کا ہوشکار کہیں کہ آ رہی ہے صدا لا الٰہ الا اللّٰہ

یہ بے نیازی ہے بندہ نوازیوں کی دلیل نہ بیم ہے نہ رجا لا الٰہ الا اللّٰہ

یہ نگہِ ساقیِ کوثر کا فیض ہے کہ انیس
ہیں رند نغمہ سرا لا الٰہ الا اللّٰہ

۲۰ جنوری ۱۹۶۵ء

مناجات صبوحی

از حضرت امیر المومنین ابوبکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خُذْ بِلُطْفِكَ يَا اِلٰهِی مَنْ لَّهٗ زَادٌ قَلِيْلٌ
مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ يَاْتِیْ عِنْدَ بَابِكَ يَاجَلِيْلْ
ذَنْبُهٗ ذَنْبٌ عَظِيْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِيْمْ
اِنَّهٗ شَخْصٌ غَرِيْبٌ مُّذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِيْلْ
مِنْهُ عِصْيَانٌ وَّنِسْيَانٌ وَّسَهْوٌ بَعْدَ سَهْوٍ
مِنْكَ اِحْسَانٌ وَّفَضْلٌ بَعْدَ اِعْطَآءِ الْجَزِيْلْ
طَالَ يَا رَبِّیْ ذُنُوْبِیْ مِثْلَ رَمْلٍ لَّا تُعَدْ
فَاعْفُ عَنِّیْ كُلَّ ذَنْبٍ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلْ
عَافِنِیْ مِنْ كُلِّ دَآءٍ وَّاقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ
اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِيْمًا اَنْتَ مَنْ يَّشْفِی الْعَلِيْلْ

دُعائے سحر

ترجمہ منظوم از: (پروفیسر احقر شیخ انیس احمد کریمی نقشبندی مجددی)

تُو ہی دستگیر ہے مالکا ، مرا زادِ راہ بھی قلیل ہے
یہ خلوصِ دل سے یہ بے نوا ، بہ حضورِ ربِّ جلیل ہے
مرے جرم بھی ہیں عظیم پر ، تری بخششیں ہیں عظیم ترا!
مَیں ہُوں ایک بندۂ بدگہر ، کہ گُنہ گار و ذلیل ہے
مِرا جامِ ہستی ہے پُرگناہ ، مِرا ہر عمل ہے خطا ، خطا
تُجھے تیرے فضل کا واسطا ، کہ تری عطائے جزیل ہے
غنیؔ ! ان گِنت ہیں گناہ مرے ، جُوں ہوں ذرّے دشت ہیں ریت کے
تُو کرم سے عفو اگر کرے ، تو یہ تیری شانِ جمیل ہے
مرے سر سے دُور ہو ہر بلا ، مری حاجتیں ہوں سبھی روا
سبھی علّتوں کی ہے تُو شفا ، مرا دِل بھی بس کہ علیل ہے

اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُہِمَّاتِ الْاُمُوْر
اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْلْ

رَبِّ ہَبْ لِیْ کَنْزَ فَضْلٍ اَنْتَ وَہَّابٌ کَرِیْمٌ
اَعْطِنِیْ مَا فِیْ ضَمِیْرِیْ دُلَّنِیْ خَیْرَ الدَّلِیْلْ

قُلْ لِنَّارٍ اَبْرِدِیْ یَا رَبِّ فِیْ حَقِّیْ کَمَا
قُلْتَ قُلْنَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا فِیْ حَقِّ الْخَلِیْلْ

کَیْفَ حَالِیْ یَا اِلٰہِیْ لَیْسَ لِیْ خَیْرُ الْعَمَلْ
سُوْءُ اَعْمَالِیْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِیْ قَلِیْلْ

ہَبْ لَنَا مُلْکًا کَبِیْرًا نَّجِّنَا مِمَّا نَخَافْ
رَبَّنَآ اِذْ اَنْتَ قَاضٍ وَّالْمُنَادِیْ جِبْرَئِیْلْ

اَیْنَ مُوْسٰی اَیْنَ عِیْسٰی اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْحٌ
اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصٍ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْلْ

◎

مِری مُشکلات میں تُو مُعیں ، مِری کائنات کا تُو امیں
تُو ہی کارساز ہے بہتریں ، تُو ہی سب سے اچھا وکیل ہے

مجھے گنجِ فضل بھی کر عطا ، تُو کرم نواز ہے خالقا
مِری چشمِ دِل کو وُہی دِکھا ، جو کہ سب سے اچھی دلیل ہے

اِک حکم "نار اَبردِی" مِرے واسطے بھی ہو اَے سخی !
گر "نارُ کُونی بَردَنی" در بابِ شانِ خلیلؑ ہے

کیا کروں بیاں میں حدیثِ شر، تجھے حالِ زار کی ہے خبر
مِرا نخلِ ہستی ہے بے ثمر، زرِ آخرت بھی قلیل ہے

مُلکا کبیرًا کر عطا ، سرِ حشر خوف نہ ہو ذرا !
دے جو جبرئیلؑ امیں نِدا کہ یہ یوم ربِّ عدیل ہے

یہاں مُوسیٰؑ و عیسیٰؑ کہاں، کہاں نُوحؑ و یحییٰؑ کی داستاں
یہ فقط ہے صدّیقِ ناتواں کہ سپُردِ ربِّ جلیل ہے

جو ہو خیر و شر کا معاملہ، بڑا جانگداز ہو مرحلہ
مجھے اپنی شان کا دے صلہ، کہ تو آپ اپنا مثیل ہے

میں رہینِ آیۂ مَعنَا، تو خدائے خیر حافظا
تو ہی زندگی کا ہے آسرا، تو ہی عاقبت کا کفیل ہے

یہ انیسِ عاصی و پُرخطا ہے فقیر عاجز و بے نوا
تو جلیل و قادر و کبریا یہ غریب عبدِ ذلیل ہے

ہے یہ آس تیری جناب میں، تیری شانِ عفو کے باب میں
تری رحمتوں کے جواب میں، مری التجا بھی قلیل ہے

رُوحِ ارض و سمار سُولُ اللہ

رُوحِ اَرض و سما، رَسُولُ اللہؐ — حاصِلِ دو سَرا، رَسُولُ اللہؐ

دین کی ابتدا رَسُولُ اللہؐ — دین کی اِنتہا، رَسُولُ اللہؐ

جلوۂ حق نُما، رَسُولُ اللہؐ — رحمتِ کبریا، رَسُولُ اللہؐ

وَا ہے دامانِ رحمتِ عالم — دافِع ہر بَلا، رَسُولُ اللہؐ

کیوں نہ بے غم ہوں بحرِ ہستی میں — کہ ہیں کھیت اورای رَسُولُ اللہؐ

اس جہاں میں سبھی ہیں بیگانے — سب کے ہیں آشنا رَسُولُ اللہؐ

ذرّے ذرّے میں ہے خُدا کا نُور — اور نُورِ خُدا، رَسُولُ اللہؐ

کون شمسِ الضُّحٰی؟ رَسُولُ اللہؐ — کون بدرِ الدُّجیٰ؟ رَسُولُ اللہؐ

کون صدرِ العُلٰی؟ رَسُولُ اللہؐ — مرحبا مرحبا رَسُولُ اللہؐ

موت کے وقت اُمّتی کے لیے — جلوۂ دِلرُبا رَسُولُ اللہؐ

عاصیوں کو مقامِ محشر میں — مژدۂ جاں فزا رَسُولُ اللہؐ

سب صلوٰۃ و سلام کہتے ہیں — کیا مَلَک کیا خُدا رَسُولُ اللہؐ

ہیں حبیبؐ اپنے مصطفٰے کے حبیب

اور حبیبِ خُدا رَسُولُ اللہؐ

۸ جون ۱۹۶۵ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اُنْظُرْ حَالَنَا
یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ اِسْمَعْ قَالَنَا
اِنَّنِیْ فِیْ بَحْرِ ھَمٍّ مُّغْرَقٌ
خُذْ یَدِیْ سَھِّلْ لَّنَا اَشْکَالَنَا

ترجمہ

یا رسول اللہ! سوئے کم نصیباں اِک نظر
یا حبیب اللہ! کچھ اپنے غریبوں کی خبر
بحرِ غم میں غرق ہیں ہم عاصیانِ بے نوا
المدد! اے وقتِ مشکل بے کسوں کے چارہ گر

استغاثہ

بحضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم

مندرجہ اشعار نعتِ نبویؐ میں حضرت امام زین العابدین بن امام حسین بن حضرت علی رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں جب وہ واقعہ کربلا کے بعد محبوس ہو کر دمشق پہنچے جو یزید کا دارالخلافہ تھا تو آپ نے یزیدی صعوبتوں سے دل برداشتہ ہو کر بطور استغاثہ بارگاہ نبویؐ میں یہ اشعار کہے :-

إِنْ نِلْتَ يَا رِيحَ الصَّبَا! يَوْمًا إِلَى أَرْضِ الْحَرَمْ
بَلِّغْ سَلَامِي رَوْضَةً فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَرَمْ

مَنْ وَجْهُهُ شَمْسُ الضُّحٰى، مَنْ خَدُّهُ بَدْرُ الدُّجٰى
مَنْ ذَاتُهُ نُورُ الْهُدٰى، مَنْ كَفُّهُ بَحْرُ الْهِمَمْ

قُرْآنُهُ بُرْهَانُنَا، نَسْخًا لِأَدْيَانٍ مَّضَتْ
إِذْ جَاءَنَا أَحْكَامُهُ، كُلُّ الصُّحُفِ صَارَ الْعَدَمْ

أَكْبَادُنَا مَجْرُوحَةٌ مِنْ سَيْفِ هِجْرِ الْمُصْطَفٰى
طُوبٰى لِأَهْلِ مَدِينَةٍ فِيهَا النَّبِيُّ الْمُحْتَشَمْ

فریاد

بہ بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

منظوم ترجمہ:- پروفیسر انیس احمد شیخ

جو گذر نصیب ہوائے صبا، کسی دن دیارِ حجاز میں
تو مرا سلامِ نیاز کہنا، حریمِ بندہ نواز میں

وُہی جن کے رُوئے مُنیر پر کسی مہر و ماہ کا گُمان ہے
تو ہم کا اِک یمِ بے کراں، ہے کرم کے دستِ دراز میں

ہُوئے فسخ عہدِ کہُن کے دِیں، وُہ جو لائے قرآنِ مُبیں
وُہ دلیلِ روشن و آخریں، کہ ہے دینِ حق کے جواز میں

زہے ساکنانِ حرم جہاں، شہِ دو جہاں کا قیام ہے
بڑا دلفگار ہُوں میں یہاں، غمِ ہجر سینہ فگار میں

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ كَمَنْ يَتْبَعُ نَبِيًّا عَالِمًا
يَوْمًا وَّلَيْلًا دَائِمًا وَارْزُقْ كَذَا لِي بِالْكَرَمْ

لِي حَسْرَةٌ اِسْمَعْ كَذَا لِمَ لَمْ اَصِفِ الْمُصْطَفٰى
فِيْ كُلِّ حِيْنٍ قَدْ مَضٰى فِي الْحَالِ مَا يَحْصُلْ بِهِمْ

لَسْتُ بِرَاجٍ مُفْرَدًا بَلْ اَقْرِبَائِي كُلُّهُمْ
فِي الْقَبْرِ اِشْفَعْ يَا شَفِيْعُ ! بِالصَّادِ وَالنُّوْنِ الْقَلَمْ

يَا مُصْطَفٰى يَا مُجْتَبٰى ! اِرْحَمْ عَلٰى عِصْيَانِنَا
مَجْبُوْرَةٌ اَعْمَالُنَا طَمَعًا وَّذَنْبًا وَّالظُّلَمْ

يَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ! اَنْتَ شَفِيْعُ الْمُذْنِبِيْنَ
اَكْرِمْ لَنَا يَوْمَ الْحَزِيْنِ فَضْلًا وَّجُوْدًا بِالْكَرَمْ

يَا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ! اَدْرِكْ لِزَيْنِ الْعَابِدِيْنَ
مَحْبُوْسِ اَيْدِي الظَّالِمِيْنَ فِي الْمَوْكَبِ وَالْمُزْدَحَمْ

اَے خوشا وُہ مومنِ خوش عمل، کہ مطیعِ حکمِ رسُولؐ ہے
ہے یہ آرزُو مِری زندگی بھی ہو وقف شرعِ نیاز میں

تھی اَزَل سے دِل میں تڑپ یہی کہ ہو مدح شانِ حضُورؐ کی
ہُوئی حرف وصوت سے آشنا، جو فغاں تھی پردہ ساز میں

مَیں اَور سب مِرے اقربا، ہیں اِک شفاعت کے گدا!
ہو بہ صاد و نُونَ و قلم عطا، وُہ لحد کی منزلِ راز میں

کرَم اَے شہِ والاحَشَمؐ، کہ ہیں آج منتظرِ کرَم!
وُہ اسیرِ غم کہ شکستہ پَر ہیں گُنہ کے دامنِ آز میں

سرِ حشر آپؐ کے ہاتھ ہے مِرے حشر و نشر کی آبرُو
کہ کلیدِ رحمتِ دو جہاں، ہے نبیؐ کے دستِ مجاز میں

لِلّٰہ زین العابدینؓ پہ بھی نگہِ لُطفِ حضُورؐ ہو
کہ سِتم نصیب، رہینِ غم ہے عدُو کی قیدِ دراز میں

کہے عازمینِ حرم سے کیا، کوئی ذوق و شوق کا ماجرا
یہ نبیؐ کا لطفِ عمیم ہے کہ کشش ہے خاکِ حجاز میں

ہمیں یاد ہے شہِ دوسرا وُہی فتحِ مکّہ کا واقعہ
ترے مجرموں کو امان ہے ترے عفوِ بندہ نواز میں

مَیں پتنگ ہُوں شمعِ حضُورؐ کا، لِلّٰہ مجُھ کو ہو عطا
وُہی رنگ حسُنِ نیاز میں، وُہی بات سوز و گداز میں

جو غروُب ہو مری زندگی، مجُھے موت آئے تو اس طرح
مرے دِل میں عشقِ حبیبؐ ہو، مرا سَر دھرا ہو نماز میں

یا مُصطفٰے! یا مجُتبٰے! دلِ دردمند کی ہے صدا
کہ انیسِ عاصی و ناسزا کو بُلا لو محفلِ ناز میں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کے جمال کی مثال دونوں جہاں میں نہیں — جن کی تجلّیِ ازل، پرتوِ ربّ العلمیں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کا وجودِ پاک ہے پیکرِ نورِ اوّلیں — خاتمِ جملہ انبیا سیّدِ جملہ مرسلیں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

مایۂ جملہ مومناں، ماویٔ جملہ مذنبیں — رحمتِ ربّ العالمیں رحمتِ ربّ العالمیں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کا پیامِ دلنواز، اصلِ حیات اصلِ دیں — جن کا غبارِ رہگذر، غازۂ جنّتِ بریں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کا لقائے جاں فروز، مایۂ نگہ واپسیں — جن کا تصورِ حسیں عینِ سرور و نورِ عیں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کی نمو سے سرفراز دشتِ عرب کی سرزمیں — جس کی ہوائیں جانفزا جس کی فضائیں دلنشیں

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

جن کی نگاہِ لطف خاص بہرِ اسیؔ کمتریں — صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

صَلِّ علیٰ نبیّنا صلِّ علیٰ محمّدٍ

۲ جنوری ۱۹۷۷ء

شجرۂ طیبہ

خواجگانِ نقشبندیہ

رضوان اللہ علیہم اجمعین

اَلْمَدَد یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ وَہَّابُ کَرِیْم — یَا عَزِیْزُ یَا وَدُوْدُ یَا رَؤُفُ یَا رَحِیْم!

اَنْتَ کَافِیْ اَنْتَ شَافِیْ یَا سَمِیْعُ یَا عَلِیْم! — اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ حَسْبِیْ یَا عَلِیُّ یَا عَظِیْم!

یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا یَا قَدِیْر — یَا خَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ یَا خَبِیْر!

لطف بہرِ آں رسولِ صادقُ الوعدِ الامینؐ — آں شفیعُ المذنبیں آں رحمۃٌ للعٰلمیں

لطف کن بر ما برائے خواجگانِ نقشبندؒ — نقشِ ھُو را بر دلِ آلودہ ما ہم بہ بند

حکمتِ تو آفریدہ عالمِ اسباب را — بہرِ چند اربابِ عالی بخش کل احباب را

حضرتِ صدیقؓ و سلمانؓ قاسمؒ و جعفر امامؒ — عاشقانِ شاد کام و عارفانِ خوش مقام

بایزیدؒ و بوالحسنؒ بوالقاسمؒ و ہم بوعلیؒ — واقفانِ سرِّ وحدت اَلْخَفِیُّ وَالْجَلِیُّ

یوسفؒ و ہم عبدِ خالقؒ عارفؒ و محمودؒ ہم — شاہ عزیزانؒ و سماسیؒ ہم کلالِؒ محترم!

شاہ بہاء الدینؒ، علاء الدینؒ یعقوبؒ و عبیدؒ — زاہدؒ و درویشؒ و امکنگیؒ شدہ در عشق صید

باقی باللہؒ ہم مجددؒ و شیخ احمدؒ باکمال — شد فنا در عشق و انوارِ خدائے ذوالجلال

خواجہ معصومؒ و حضرت حجۃ اللہ و زبیرؒ | حضرتِ قطبؒ و جمالؒ و خواجہ عیسیٰؒ فلک سیر

خواجہ فیضؒ و حضرت نورؒ و فقیرِ مصطفیٰؒ | حافظِ عبد الکریمؒ و عبدِ رحمانؒ اولیاؒ

ایں فقیرِ دل پذیر، آں صاحبِ روشن ضمیر | گمرہاں را رہنما و ہمرہاں را دستگیر،

جانِ ایماں، روحِ عرفاں ہیں حبیبِ خوشحال | جلوۂ روئے جمالش بے نیازِ قیل و قال

یا الٰہ العٰلمیں! ایں نسبتِ مارا پذیر | رحم فرما بر غلاماں در مقامِ دار و گیر

اے نصیرِ خستہ جاناں، اے انیسِ بیکساں | اے شفیقِ عاجزاں، اے مالکِ کون و مکاں

بر رضائے خویش للہ کارِ ما بنیاد کُن | قلبِ مارا از دمِ اللہ ھو آباد کُن!

روحِ مارا از غمِ دنیا و دیں آزاد کُن | بہرِ ایں روشن دِلاں امداد کُن امداد کُن

اُے نقشبندِ عالم! نقش مرا بہ بند
نقشم چناں بہ بند کہ گویند نقشبند!

۸ جون ۱۹۶۳ء

مناجات

کریما! کرم کر بہرِ کریمی!
رحیما! رحم کر بہرِ رحیمی!
کریما! بس کرم کا واسطہ ہے
کہ ہے نسبت مری عبد الکریمیؒ!

مناجات

ہاتھ پھیلائے ہوئے بہرِ دعا ۔۔۔ دل یہ دیتا ہے فقیرانہ صدا

اے خدائے اِنس و جاں ارض و سما ۔۔۔ مالکِ کون و مکاں روزِ جزا!

صاحبِ عرشِ عظیم و کبریا ۔۔۔ خالقِ نورِ محمد مصطفےٰ

تو غنی، مَیں بد عمل، مَیں بے نوا ۔۔۔ بے نوا کو اِک سہارا ہے ترا

ہم گنہگاروں پہ ہو نظرِ کرم ۔۔۔ شانِ رحمانی کا ہے چرچا ترا

شاد اور شاداب ہوں دُنیا میں ہم ۔۔۔ بے کراں رحمت کا ہے دریا ترا

ہاں عذابِ مرگ و قبر و حشر و نشر ۔۔۔ یا الٰہی ہم کو ان سب سے بچا

رحم فرما، اے عَلیم و اے خَبِیر! ۔۔۔ کون ہے دنیا میں کس کا آشنا

سچا ہے رشتہ فقط مولا ترا ۔۔۔ باقی سارے نام کے ہیں اَقربا

از طفیلِ انبیاؑ و اَولیاؒ ۔۔۔ ہم کو تُو راہِ ہدایت پر چلا

آیۂ لاتقنطُوا کا واسطہ ۔۔۔ بخش دے ہم سب کو بہرِ مصطفےٰ

جو بھی ہیں بیمار ہو ان کو شفا ۔۔۔ اور ہر مجبور کی حاجت روا

قرض سے دے قرضداروں کو نجات | دُور ہو سر سے ہمارے ہر بلا
قبلہ و کعبہ مرے ماں باپ کا | دونوں عالم میں خدایا ہو بھلا
اہلِ خانہ کو مرے احباب کو | نعمتیں ہوں دین و دنیا کی عطا
خواجگانِ نقشبنداں کے طفیل | بخش دے ہم کو بھی گنجِ بے بہا
ہو زیارت ہم کو بھی حرمین کی | بس یہی ہے زندگی کا مُدعا
زندہ و پائندہ ہو یہ ارضِ پاک | بول بالا ہو ترے اسلام کا
اوّل و آخر یہی ہے التجا | میرے مولا ہم کو تُو اپنا بنا
لوٹ کر جب آئیں ہم تیری طرف | قلب و لب اپنے ہوں بس کلمہ سرا
ہے انیسِ خستہ جاں بندہ ترا | اُس کو ہے آقا یہی اک آسرا
عبدِ عاصی ہوں رسولِ پاک کا | اِک ذرا نظرِ کرم ہاں مانگا

"اپنا بنا کے دونوں جہاں میں نواز دے
رحمٰن بے نیاز! مجھے بھی نیاز دے"

بحضور سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم

دربارِ مدینہ طیّبہ میں بوقتِ حاضری گنہگار امتی کے تاثرات

خدا کے لُطف و کرم کے صدقے ۔۔۔ دیارِ رحمت میں آگیا ہوں
میں اپنی نادانیوں کو لے کر ۔۔۔ حصارِ رحمت میں آگیا ہوں

مجھے بچا لو مدینے والے ۔۔۔ کہ میرا والی کوئی نہیں ہے
میں جورِ ہستی سے تنگ آکر ۔۔۔ جوارِ رحمت میں آگیا ہُوں

یہاں جو آئے پئے زیارت ۔۔۔ کریں گے اس کی نبیؐ شفاعت
نبیؐ کا سُن کر پیامِ رحمت ۔۔۔ مدارِ رحمت میں آگیا ہوں

مُراد مَن کی یہاں ملے گی ۔۔۔ کلی مقدّر کی یاں کھِلے گی
نکل کے میں دامنِ خزاں سے ۔۔۔ بہارِ رحمت میں آگیا ہوں

حبیبِ رحماں صلی اللہ علیہ وسلم طبیب میرے ۔۔۔ ہیں جانِ رحمتؐ قریب میرے
انیسؔ جاگے نصیب میرے ۔۔۔ کنارِ رحمت میں آگیا ہوں

---

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء مدینہ منورہ

نعت

رُخِ پُر نور سے پردہ اُٹھا لو، یا رسول اللہ
گنہ گاروں کو بھی جلوہ دکھا دو، یا رسول اللہ

تڑپتے ہیں یہاں مجبور کس بے تابیِ دل سے
ہمیں بھی اپنے قدموں میں بلا لو یا رسول اللہ

جہانِ بے کسی میں رحمۃٌ لِلعالمین بن کر
ہمیں بھی آپ ہی آکر سنبھالو، یا رسول اللہ

شفیعُ المذنبیں ہیں آپ "ہذا اُمتی" کہہ کر
ہمیں بھی نارِ دوزخ سے بچالو، یا رسول اللہ

جنابِ پاک کی رحمت نے جب غیروں کو اپنایا
تو اب اپنوں کو بھی اپنا بنا لو، یا رسول اللہ

در مدح

امیر المومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

وفا و عشق و مستی کی زباں صدیقِ اکبرؓ ہیں
محبت کی نرالی داستاں صدیقِ اکبرؓ ہیں

گلستانِ حرم کے باغباں صدیقِ اکبرؓ ہیں
مسلمانی کے سچے ترجماں صدیقِ اکبرؓ ہیں

رفیقِ غار کیا وہ ہیں رفیقِ روضۂ اطہر
قیامت تک رفاقت کا نشاں صدیقِ اکبرؓ ہیں

طریقت میں مقامِ اوّلیت ان کو حاصل ہے
جہانِ آرزو کے آسماں صدیقِ اکبرؓ ہیں

فزوں تر اس سے کیا ہو مرتبہ انساں کی عظمت کا
کہ ہے قرآن میں جن کا بیاں، صدیقِ اکبرؓ ہیں

بشارت ہے کہ روزِ حشر کُل مخلوق سے پہلے
عطا ہو گا جنہیں باغِ جناں، صدیقِ اکبرؓ ہیں

انیس اپنا تو یہ ایمان ہے اس بزمِ ہستی میں
بہر عنوان پہلے مسلماں صدیقِ اکبرؓ ہیں

محمد مصطفےٰ ہیں رازداں باری تعالےٰ کے
محمد مصطفےٰ کے رازداں صدیقِ اکبرؓ ہیں

۱۹۷۷ء

گنجینہ عقیدت

بتقریب سعید عرس مبارک حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ، منعقدہ ۲۱ فروری ۱۹۷۶ء

اے خوشا فیضِ جنابِ گنج بخشؒ — جذبِ دل را انتسابِ گنج بخشؒ

خاکِ پاک از نورِ ایماں مستنیر — اللہ اللہ اکتسابِ گنج بخشؒ

ہندیاں را چہ قدر ارزاں رسید — نغمۂ ھُو از ربابِ گنج بخشؒ

کرد آں کہ نم کُند با بوستاں — کشتِ ملت را سحابِ گنج بخشؒ

مرگ اہلِ عشق را عیشِ دوام — پیر گردوں ہیں شبابِ گنج بخشؒ

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب! — گنج بخشؒ آمد جوابِ گنج بخشؒ

عاصیاں را ھم نویدِ جنتے — بابِ رحمت ہست بابِ گنج بخشؒ

اولیا را نظمِ ہستی زیرِ پا — یافتم من از کتابِ گنج بخشؒ

وقتِ مشکل اُمتاں را ساز و برگ — یک دعائے مستجابِ گنج بخشؒ

بے سبب دنیائے دوں ہرگز نہ داد — گنج بخشے را خطابِ گنج بخشؒ

دیگراں را آفتابِ دیگر است — باجہانم آفتابِ گنج بخشؒ

حرفِ من از حسنِ او امیدوار — یک نگاہِ انتخابِ گنج بخشؒ

ذرہ را نسبتے با آفتاب

ناقصے را با جنابِ گنج بخشؒ

اے جذبۂ دل!

بتقریب سعید عرس مبارک داتا گنج بخشؒ

ہاں داتاؒ کی نگری پہ ہے جنّت کا گماں دیکھ
اے جذبۂ دل جلوۂ رحمت کا سماں دیکھ
اے جذبۂ دل!

جو راز کہ رحمٰن کے پردے میں نہاں ہے
اس راز کو داتاؒ کے تصرّف سے عیاں دیکھ
اے جذبۂ دل!

لٹتا ہے عجب شان سے بخشش کا خزانہ
ارزاں ہے توقّع سے یہاں جنسِ گراں دیکھ
اے جذبۂ دل!

مل جائیں ہیں دونوں جہانوں کے خزینے
اس طور سے رندوں کی طرف پیرِ مغاں دیکھ
اے جذبۂ دل!

برباد جہاں ہیں کئی سلطان و جہاں گیر
آباد وہاں بندۂ مومن کا جہاں دیکھ
اے جذبۂ دل!

تقدیر بدل جاتی ہے اکسیرِ نظر سے
ہے رشکِ بہاراں کوئی پامالِ خزاں دیکھ
اے جذبۂ دل!

لاہور ہے آئینۂ انوارِ مدینہ
یاں لوحِ ولایت پہ محمدؐ کا نشاں دیکھ
اے جذبۂ دل!

اللہ رکھے جذبۂ ملت کو سلامت
پامالِ عقیدت ہے ہر اک پیر و جواں دیکھ
اے جذبۂ دل!

اے گنجِ کرم! بخش دے رحمت کی تجلی
ہوں ذرۂ بے مایہ و بے تاب و تواں دیکھ
اے جذبۂ دل!

لاہور ۱۹۶۳ء

حضرت غریب نواز خواجہ معین الدین سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

سیدِ ہجویرؒ مخدومِ اُمم   مرقدِ او پیرِ سنجرؒ را حرم   اقبالؒ

بوقت حضوری

دیارِ داتاؒ سے آئے ہیں یا غریب نوازؒ
غریبِ شہر پہ لطف و عطا غریب نوازؒ

ترے وسیلے سے مل جائے دولتِ کونین
ہمیں بہت ہے ترا آسرا غریب نوازؒ

تری نظر سے بدل جائے نامۂ تقدیر
تری نظر میں ہے وہ کیمیا غریب نوازؒ

ہاں اپنے میکدۂ آگہی سے تھوڑی سی
شرابِ تشنہ لبوں کو پلا غریب نوازؒ

سراجِ نورِ ہدایت ہے اِس شبستاں میں
ترا وجود کہ ہے حق نما غریب نوازؒ

ہم اہلِ ہوش نہیں، ہم جنوں کے طالب ہیں
دل و نظر کی یہی ہے دُعا غریب نوازؒ

خدا کرے کہ ترے آستاں پہ دَم نکلے
یہی ہے جذبۂ دل کی صدا غریب نوازؒ

ہمارا تیرے شہیدوں میں نام ہو جائے
کہ اہلِ درد کے ہیں منتہا غریب نوازؒ

ہو دستِ راست میں کل اپنا نامۂ اعمال
ہے آج ہاتھ میں دامن ترا غریب نوازؒ

حضور! اور جہاں میں معینؒ کوئی نہیں
مدد! مدد! کی یہاں ہے صدا غریب نوازؒ

ترے وسیلے سے عفو و کرم کا طالب ہے
ترا انیسؔ کہ ہے پُر خطا غریب نوازؒ

یہ نذرانۂ عقیدت بوقت حاضری جون ۱۹۷۰ء بطور ڈپٹی لیڈر منجانب زائرین پاکستان پیش کیا گیا۔

مزارِ پُرانوار حضرت خواجہ غریب نواز معین الدّین حسن سنجری چشتی رحمۃ اللہ علیہ

اجمیر شریف (بھارت)
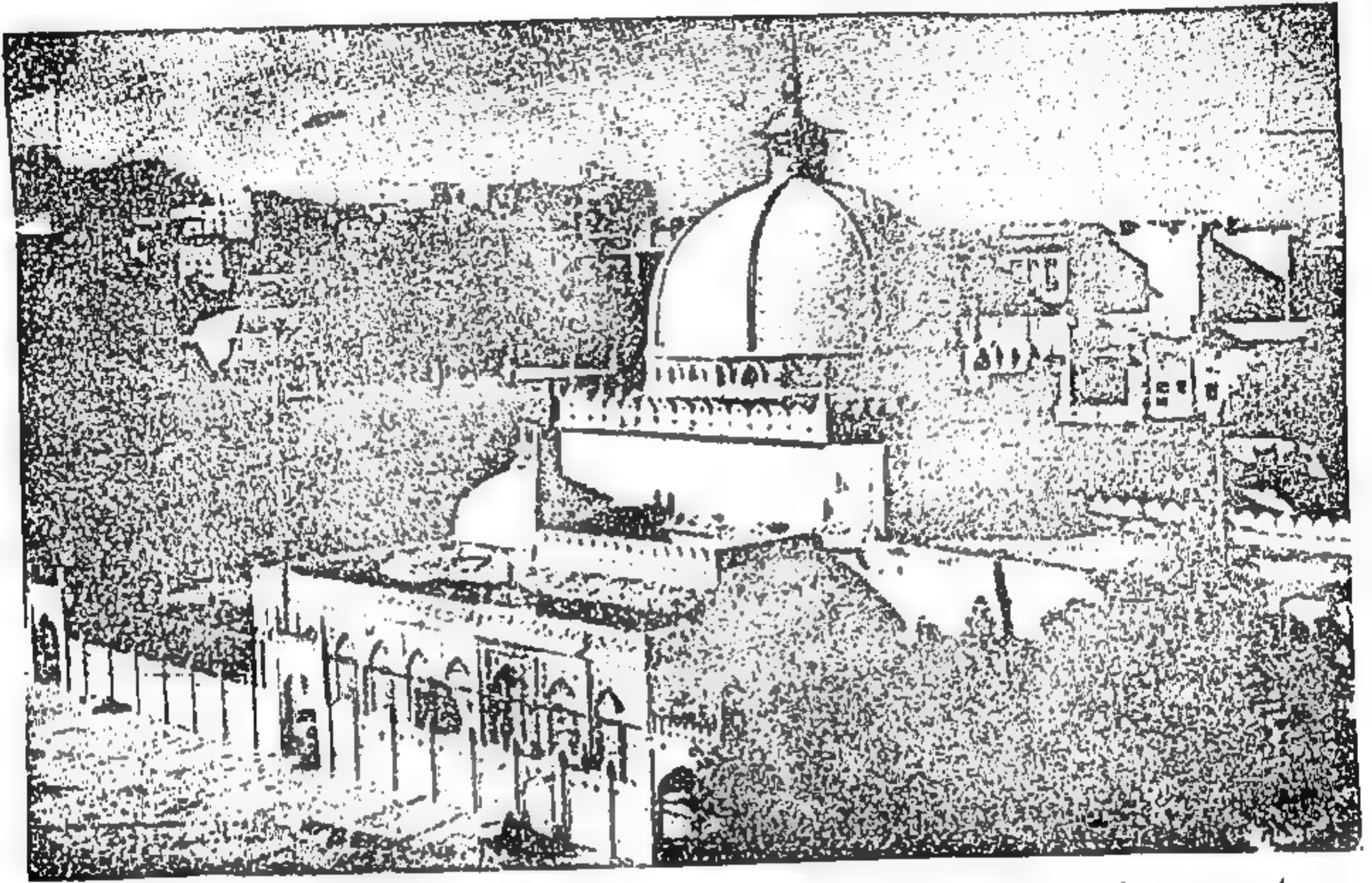
اکتوبر ۱۹۳۳ء میں جناب قبلہ عالم حافظ جی علیہ الرحمۃ نے اجمیر شریف میں حضرت خواجہ غریب نواز علیہ الرحمۃ کے عرس مبارک میں شرکت کی اور مزار شریف پر حاضری دی۔ دریافت کرنے پر حضرت عالی جناب قدس سرہٗ نے فرمایا کہ فقیر مامور من اللہ ہے۔ اور حضرت قبلہ خواجہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دعوت پر حاضر ہوا ہے۔ بعد ازاں آپؒ نے فرمایا کہ ان ایام میں بے شمار نوازشات باطنی خواجہ اجمیری علیہ الرحمۃ کی طرف سے آپؒ کو عطا ہوئیں جو بیان نہیں ہو سکتیں۔

(" آثار الکریم " صفحہ ۱۰)

بوقت حضوری درگاہ عالیحضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ

گلہائے عقیدت

منجانب زائرینِ پاکستان

ہے عشق امام اُن کا، عالم ہے غلام اُن کا ۔۔۔ تعظیم سے لیتے ہیں افلاک یہ نام اُن کا

اک حُبِّ الٰہی سے محبُوبِ الٰہی تک ۔۔۔ تکتے ہیں فرشتے بھی حیرت سے خرام اُن کا

ساقی کے بنا محفل جمتی نہیں رندوں کی ۔۔۔ ثابت ہے وجود ان کا، گردش میں ہے جام اُن کا

دل والہ و شیدا ہے اربابِ وِلایت کا ۔۔۔ صہبائے محبت سے لبریز ہے جام اُن کا

خود سازِ حقیقت ہیں وہ نغمۂ خسرو کے ۔۔۔ زندہ ہے پیام اُن کا، قائم ہے نظام اُن کا

ہم نفس کے ماروں کا جینا کوئی جینا ہے؟ ۔۔۔ عالم کے جریدے پر ہے ثبت دوام اُن کا

یاں عشق الٰہی کو حاصل ہوتی محبُوبی ۔۔۔ دنیا تہِ دام آئی، عالم ہُوا رام اُن کا!

اس در کی فقیری پر نازاں ہے شہنشاہی ۔۔۔ افزوں ہے تخیل سے ایوانِ مقام اُن کا

ملتی ہے حیاتِ نَو یاں مُردہ نصیبوں کو ۔۔۔ یاں خضر و مسیحا سے اُونچا ہے مقام اُن کا

ہاں مرکز و محور ہیں وہ عشق کے تاروں کے ۔۔۔ خورشید کی صُورت ہے دنیا میں نظام اُن کا

دِلّی کے مسافر کی آنکھوں کو یقیں آیا ۔۔۔ تعظیم ہے خاص اُن کی فیضان ہے عام اُن کا

بندہ ہے انیسؔ اُن کا اُلفت کی رعایت سے

یہ جذبہ خام اپنا، واں حُسن تمام اُن کا

در مدح

خواجۂ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدّین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

دل ہے اسیرِ جلوۂ دلدارِ نقشبندؒ
وہ تاجدار و قافلہ سالارِ نقشبندؒ

مثلِ حرم ہے گویا بخارا کی سرزمیں
پیشِ نظر ہے روضۂ سرکارِ نقشبندؒ

ظلمت فزائے کفر تھی تیرہ سفالِ ہند
سرہند سے طلوع ہوئے انوارِ نقشبندؒ

دنیا ہے ان کے فیضِ طریقت سے ارجمند
وہ خواجگانِ حلقۂ دربارِ نقشبندؒ

قرآں کی ترجمان ہے اُن کی زبانِ شوق
دلبند و دلپسند ہیں افکارِ نقشبندؒ

پھیلی ہوئی ہے چار سُو خوشبوئے دلنواز
پُرکیف و پُربہار ہے گلزارِ نقشبندؒ

اس آبروئے حُسن پہ نازاں ہے بزمِ ناز
اُونچی ہے ہر کلاہ سے دستارِ نقشبندؒ

آسودگانِ فقر ہوئے ماسوا سے دُور
دیکھی ہے دل نے رونقِ بازارِ نقشبندؒ

دل کیوں نہ ہو ہجومِ کشاکش سے بے نیاز
مشکل کشا ہیں سیدِ ابرارِ نقشبندؒ

تن کے روئیں روئیں سے نکلتی ہے یہ دُعا
قائم رہیں ابد تلک آثارِ نقشبندؒ

سُوئے حرم رواں ہے انیسِ شکستہ پا
وقتِ مدد ہے قافلہ سالارِ نقشبندؒ

۱۹۷۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جہانے را سرودِ جاودانی
پیامش کاشفِ سرِّ نہانی
چہ خوش افزود در رسمِ لا الٰہ را
تعالیٰ اللہ مجددِ الفِ ثانی
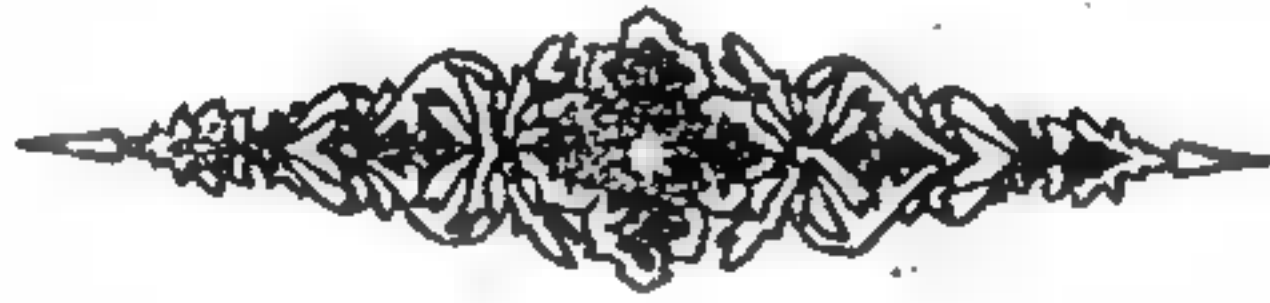
گلدستۂ عقیدت

بوقتِ حضوری بدرگاہِ عالیہ اعلیٰحضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی المعروف مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ

بطور ڈپٹی لیڈر سنہ ۱۹۷۶ء منجانب زائرینِ پاکستان پیش کیا گیا

(۱)

سُرمہ ہے مری آنکھ کا یہ خاکِ گہربار ۔۔۔ خوابیدہ ہے اس خاک میں وہ بندۂ بیدار

وہ دہر میں آئینِ شریعت کا طلب گار ۔۔۔ عالم میں ہوا شانِ مجدد کا سزاوار

پروانہ کہ تھا شمعِ محمدؐ کا پرستار

(۲)

ظلمت کدۂ کفر میں ایمان کا مینار! ۔۔۔ وہ عالمِ ادراک میں اللہ کی تلوار!

وہ صاحبِ دل، صاحبِ دیں، صاحبِ اسرار! ۔۔۔ اس قافلۂ شوق کا ہے قافلہ سالار!

وہ آیۂ صدیقؓ و عمرؓ ثانیۂ کرار!

(۳)

آسودہ ہے اس خاک میں وہ مردِ مسلماں ۔۔۔ گفتار میں کردار میں اللہ کی بُرہان

وہ عامل و وہ حامل و وہ حاصلِ قرآں ۔۔۔ وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہباں

اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار!

۴

باطل کو کہاں تاب ہے تکبیر کے آگے! ظلمت بھی کوئی چیز ہے تنویر کے آگے!
آزاد منش قید کی زنجیر کے آگے "گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے"

وہ عصمتِ آئینِ پیمبر کا نگہ دار

۵

اس خاک میں ہے نکہتِ گلزارِ مدینہ اس خاک سے بھی نکلا ہے زمزم کا خزینہ
اُترا تھا یہاں کعبۂ اقدس کا سفینہ سرہند بھی ہے خاتمِ ہستی کا نگینہ

"یہ خاک کہ ہے زیرِ فلک مطلعِ انوار"

تجدیدِ عقیدت

خدا سے خاص نسبت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی — محمدؐ سے بشارت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

مرے دل میں محبت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی — کہ یہ نظرِ عنایت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

طریقِ نقشبندی آیۂ آئینِ رحمت ہے — شریعت ہی طریقت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

زیارت کے لیے کعبہ دیارِ ہند میں آیا — عجب شانِ ولایت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

رواں ہے آج بھی سرہند میں زمزم کا میخانہ — یہ اک زندہ کرامت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

جنابِ غوث الاعظمؒ نے خبر دی ان کی آمد کی — درخشندہ روایت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

عجب شانِ فقیری سے جہانگیری کو ٹھکرایا — نرالی بادشاہت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

الٰہی شکر ہے مجھ بندۂ عاصی کے سینے میں — عقیدت ہی عقیدت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

حکایت ہے زمانے کی زباں پر حسنِ جاناں کی — مرے لب پر حکایت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

سیہ کاری و بدکاری ہے فطرت ہم غلاموں کی — مروت عینِ فطرت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

تمنا ہو زیارت کی تو آ دربارِ حافظؒ میں — یہی ملنے کی صورت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

حبیبؐ دلربا آئینہ ہیں روئے مجدد کا — یہاں بھی اک زیارت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

رسول اللہ ھٰذا اُمتی کہہ کر پکاریں گے — ترے حق میں شفاعت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

انیسِ ناسزا بھی تو سزاوارِ عنایت ہے
کہ آخر اسکی نسبت ہے مجددِ الف ثانیؒ کی

حافظ عبدالکریم صاحب
حافظ حبیب الرحمٰن صاحب مدظلہ

۸ جون ۱۹۷۰ء
راولپنڈی

گلہائے عقیدت

ہوں داتاؒ کی نگری میں بھی دیوانۂ سرہند — اے خواجۂ مستانہ و فرزانۂ سرہند

آنکھوں کا مقدر تھا کہ یہ نگہِ کرم ہے — ہے پیشِ نظر جلوۂ جانانۂ سرہند

پردیس میں یہ سُخن دِل آویز کسی کا — نسبت ہے تو پھر غیر نہیں خشِ سرہند

برباد ہوئے اہلِ وفا دہر کے ہاتھوں — آباد ترے دم سے ہے ویرانۂ سرہند

آثار یہاں بھی ہیں صنادیدِ عجم کے — آئینۂ آفاق ہے افسانۂ سرہند

تھی ظلمتِ الحاد میں ایمان کی قندیل — اک ہمتِ مردانہ و رندانۂ سرہند

لاریب فقط کَانَ زَہُوقاً کی ہے تفسیر — وُہ "دینِ الٰہی" کہ ہے بیگانۂ سرہند

معتوب ہے اکبر تو ہے مغلوب جہانگیر — یہ فقر کی ہے شوکتِ شاہانۂ سرہند

ہے زندہ مقابر کا یہ ایوانِ پُرانوار — اللہ کے دربار میں نذرانۂ سرہند

واں نقشِ بُخارا کے امیں حضرتِ باقیؒ — یاں حلقہ معصومؒ خسروانۂ سرہند

غارت گرِ اسلام ہے یہ دَورِ پُر آشوب — ہے جنسِ گراں ضربِ کلیمانۂ سرہند

پھر جامِ شریعت کو ترستا ہے زمانہ — ہاں ساقیِ کوثر! وہی پیمانۂ سرہند

ٹل جائے کسی طور سے ہر شامتِ اعمال — ہو ہم کو عطا روحِ فقیرانۂ سرہند

ہوگا نہ ہُوا ہے ترے فیضان کا دربند — سرچشمۂ توحید ہے میخانۂ سرہند

للہ! وہاں نارِ جہنم سے بَری ہو — اے شمعِ مجدِّد ترا پروانۂ سرہند

مِل جائے ترے فیض سے جنت میں نشیمن — ہوں بلبلِ شوریدۂ کاشانۂ سرہند

طالب ہے انیسؔ آج مسیحا نفسی کا
یکتائے زمانہ ہے شفاخانۂ سرہند*

رباعی

دِل کی جو واردات ہوتی ہے
بس قیامت کی بات ہوتی ہے
دل کا لُٹنا کوئی مذاق نہیں
یہ بھی اک کائنات ہوتی ہے

* منجانبِ زائرینِ پاکستان ۱۹۷۷ء بطور ڈپٹی لیڈر پیش کیا گیا

نذرِ حبیب سلم اللہ تعالیٰ*

مسندِ فقر پہ بھی رشکِ سلیماں ہیں حبیبؒ
بزمِ امکان کی اِک شمعِ فروزاں ہیں حبیبؒ

غلبۂ عصیاں سے اے جانِ حزیں باک نہیں
وحشتِ دل تری تسکین کا ساماں ہیں حبیبؒ

رحمتِ حق ہے مری خوبیٔ قسمت کی دلیل
اور اس خوبیٔ تقدیر کا عنواں ہیں حبیبؒ

جلوۂ حُبِّ پیمبرؐ ہے زیارت اُن کی!
مرکزِ مہر و وفائے دلِ یاراں ہیں حبیبؒ

آج کہ گلشنِ اسلام خزاں دیدہ ہے!
اپنے ویرانے میں آئینِ بہاراں ہیں حبیبؒ

رُخِ پُر نُور ہے یا جلوہ گہِ عبدِ کریمؒ
نورِ چشمِ دگر آں بندۂ رحماںؒ ہیں حبیبؒ

---

* قطب الاقطاب قبلۂ عالم الحاج حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہٗ سجادہ نشین درگاہ عالیہ راولپنڈی

قطراتِ اشک

بر وصال غوث الاعظم قطب الاقطاب حضرت حاجی حافظ عبدالرحمٰن المعروف ثانی صاحبؒ

آہ کیا کہیے کہ اب قابو میں اپنا دِل نہیں
یہ زباں جذبات کے اظہار کے قابل نہیں

خارِ حسرت نے کیا ہے دامن دل تار تار
اب خزاں دیدہ گلستاں میں نہ آئے گی بہار

ضربِ غم سے شیشۂ دل اپنا چکنا چور ہے
صبر کی منزل محبت سے نہایت دُور ہے

دِل کے پیمانے میں اپنی حسرتوں کا خُون ہے
اور اس بارِ الم سے عقل بھی مجنُون ہے

آہ اپنے دِل کی دُنیا کس قدر ویران ہے
شورشِ عالم میں اپنی زندگی سنسان ہے

اشک سے لبریز اپنی زیست کا پیمانہ ہے
زندگی اپنی سراپا درد کا افسانہ ہے

ہم نشیں مل کر شبِ غم کا مداوا ہم کریں
مثلِ شبنم عمر بھر خورشید کا ماتم کریں

جسم فانی ہو تو ہو رُوحِ ازل پائندہ ہے
شیخ رخصت ہو گئے پر یاد اُن کی زندہ ہے

شیخ کی تصویر پنہاں دل کے آئینے میں ہے
جس طرح نُورِ خدا ہر چیز کے سینے میں ہے

باپ کی شفقت سے تھا بڑھ کر تکلم آپ کا
خندۂ مادر سے شیریں تر تبسم آپ کا

چہرۂ انور پہ تھی رقصاں تجلّی طُور کی
اُن حسیں آنکھوں میں تھی عفت نمایاں حُور کی

جس کے حُسنِ دلربا میں عشق کی تاثیر ہو
کارگر دل پر نہ کیوں اس کی نظر کا تیر ہو

عشق کی بجلی بنی ہے خرمنِ جاں کے لیے
عشق ہی انعام ہے قلبِ مُسلماں کے لیے

تھا زمانے کو شریعت کا سبق اُن کا چلن
چشمِ بینا کو تھا قرآں کا ورق اُن کا سخن

زندہ کر دینا تعلق عبد اور رحمان کا — تھا یہ اک ادنیٰ کرشمہ شیخ کے فیضان کا
یاد آتی ہے ہمیشہ دل کو گرماتی ہوئی — روح کو یادِ الٰہی کی طرح بھاتی ہوئی
ہائے وہ شیریں ادا، شیریں نوا جاتا رہا — کوئی کیا دنیا کو سمجھائے کہ کیا جاتا رہا

تھم ذرا بے تابیٔ دل یہ ہے وہ بیت الحبیب — جلوۂ ذاتِ الٰہی ہے سدا جس کے قریب
یہ مقامِ عالیہ ہے پاک مانندِ حرم — مجلس آرائی میں ہوتا ہے تماشائے کرم
ذکرِ ھُو سے انجمن ہوتی ہے دیوانی یہاں — چشمِ باطن دیکھتی ہے شانِ رحمانی یہاں
ہم نفس! وہ جذبِ حکمت کی نئی تصویر دیکھ — دیکھ اک عالم ہے پھر سے بستۂ زنجیر دیکھ
بن گیا وجہِ سکوں شامِ غریباں کے لیے — چاند چمکا ہے نیا اہلِ شبستاں کے لیے
چھپ گیا مہرِ منوّر پر نہیں یہ حسنِ ظن — چاند کے پردے میں ہے خورشید ہی جلوہ فگن!

اَلمدد یا سیّدِ الابرار! مخدومِ اُمم — آپ کو صدیقِ اکبرؓ کی رفاقت کی قسم
دامنِ حسرت کو پھیلائے ہوئے دربار میں — کاسۂ دل لیکے آئے ہیں تری سرکار میں
عاصیوں کی آنکھ کے تارے ہیں پیارے حبیبؐ — آپ کو بھی ہوں عطا اجدادِ عالی کے نصیب
آپ کے دَم سے منوّر دیدۂ آفاق ہو — چشمۂ فیضانِ رحمت آپ کا اخلاق ہو
آیۂ رحمت ہو ذاتِ پاک عالم کے لیے — کر رہے ہیں زخمِ دل فریاد مرہم کے لیے
ہم گنہ گاروں کو مل جائے صراطِ مستقیم! — شاد ہو جنت میں روحِ حافظ عبدالکریمؒ

بول بالا ہو جہاں میں صاحبِ لولاکؐ کا
زمزمہ گونجے فضاؤں میں خدائے پاک کا!

۸ جون ۱۹۶۱ء

یادِ حبیب

بیادگار قطب الاقطاب غوث الاعظم حضرت حاجی حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ

"پھر بہار آئی چمن میں خس فشاں لالے ہوئے
پھر مرے داغِ جنوں آفت کے پرکالے ہوئے"

سیلِ حسرت چشمِ خونیں سے رواں ہونے لگا
جذبہ دل خود بخود آتش فشاں ہونے لگا

ہائے کس مرکز کی جانب مائل پرواز ہے
دل مرا شام و سحر کیوں گوش برآواز ہے

ابرِ رحمت بن کے پھر عرس مبارک آگیا
فیض کا سیلاب ہر قلب و نظر پر چھا گیا

پھر چراغِ نور سے روشن ہوئی بزم چمن!
پھر مجھے نغموں پہ اکسانے لگا جذبِ سخن

پھر مئے توحید سے سرشار دیوانے ہوئے
پھر لبِ محفل پہ جاری دل کے افسانے ہوئے

یاد پھر ابھری کوئی سینے کو برماتی ہوئی
نوکِ غم سے گاہ بچتی، گاہ ٹکراتی ہوئی

ہمنشیں! چشمِ تصور بھی عجب اکسیر ہے
پھر نظر کے سامنے اُس دور کی تصویر ہے

صد دلِ پُر درد ہوں صد دیدۂ پُرنم ہوں میں
پھر حضورِ بارگاہِ قبلۂ عالمؒ ہوں میں

"تازہ خواہی داشتن گر داغہائے سینہ را
گاہے گاہے باز خواں آں قصۂ پارینہ را"

قبلۂ عالمؒ ازل سے ہوں گرفتارِ بلا
سازگار آئی نہیں مجھ کو زمانے کی ہوا

بجلیوں کی زد میں ہے خرمن مری تقدیر کا
ہوں نشانہ دشمنوں اور حاسدوں کے تیر کا

چُور ہے زخموں سے دِل اس کا مداوا چاہیئے
جاں بہ لب ہوں اک نظر رشکِ مسیحا چاہیئے"

قبلۂ عالمؒ ہوئے یوں لب کُشا میرے لیے
اُن کا فرمانا تھا فرمانِ خُدا میرے لیے

دُشمنیٔ دنیائے دُوں کی درخورِ ماتم نہیں
دوستی اس کی میسّر ہو تو کوئی غم نہیں

دشمنوں کا زندگی کے ہر ڈگر پر ساتھ ہے
پر عدو کے ہاتھ سے بالا خُدا کا ہاتھ ہے

اس چمن میں ہر تمنّا آشیاں برباد ہے
ہاں مگر جو دل خدا کی یاد سے آباد ہے

اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُھِمَّاتِ الْاُمُوْر
اس خبر سے بے خبر ہونے کا ہے سارا فتور"

اللہ اللہ اب مرا حرفِ تمنّا اور ہے
دِل وہی دِل ہے مگر دِل کا تقاضا اور ہے

"آہ گر من باز بینم رُوئے یارِ خویش را
تا قیامت شُکر گویم کردگارِ خویش را"

دل ہمارے جذبۂ اخلاص سے خالی نہیں
اپنے ہادی کو یہ محفل بھولنے والی نہیں

اے خدائے قادر و قیوم و رحمان و رحیم
ہم ہیں میخوارانِ خواجہ حافظ عبدالکریمؒ

رحمۃ اللعالمینؐ کے تابعِ فرمان ہیں
ہم اسیرانِ محبت بندۂ رحمانؒ ہیں

یہ حبیبِ مصطفٰےؐ ہیں خلق کے محبوب ہیں
کس حسیں نسبت سے تیری ذات سے منسوب ہیں

اک نگاہِ پاک ہیں کا آسرا ہو جائے گا
کاروانِ شوق منزل آشنا ہو جائیگا

وہ نگاہِ لُطف گویا عشق کی تمہید ہے!
عشق کے سائے میں جینا زندگی کی عید ہے

عشق میں ایمان و قرآن و شریعت ایک ہیں
ہم کہیں اس کو طریقت یا حقیقت ایک ہیں

کالے پتھر پر تری نظرِ عنایت ہو گئی
قبلہ و مسجودؔ اس پتھر کی قسمت ہو گئی

دل ہمارے سنگِ اسود سے سیاہ تر ہیں مگر
اپنی قسمت کو بدل سکتی ہے رحمت کی نظر

گرچہ از نیکاں نیم خود را بہ نیکاں بستہ ام
در بہار آفرینش رشتۂ گلدستہ ام"

۱۴ اگست ۱۹۶۲ء

مناجات

کریما، کرم کر بہر کریمی
رحیما، رحم کر بہر رحیمی
کریما! بس کرم کا واسطہ ہے
کہ ہے نسبت مری عبدالکریمیؔ

◎

نالۂ دل

پھر وہی ہم ہیں، جمالِ رُخِ زیبا ہے وہی | گُل شاداب وہی، بُلبُلِ شیدا ہے وہی

پھر سے آغاز ہوا سلسلۂ ناز و نیاز | پھر رخِ ناز کا یاروں سے تقاضا ہے وہی

پھر ٹپکنے لگا عشاق کی آنکھوں سے لہو | جلوۂ حُسن کو پھر سوز کا دعوےٰ ہے وہی

قلبِ مرحوم میں پھر زندہ ہوا جذبۂ شوق | پھر لبِ یار میں اعجازِ مسیحا ہے وہی

پھر گئی نظروں میں پھر عہدِ کہن کی تصویر | حسنِ یُوسف ہے وہی چشمِ زلیخا ہے وہی

پھر ہوئی عشقِ حقیقی کی حکایت تازہ | جذبۂ قیس وہی ہے رُخِ لیلےٰ ہے وہی

پھر فضاؤں میں پراگندہ ہوا نغمۂ شوق | رقصِ بسمل کا سرِ عام تماشا ہے وہی

پھر چمن میں ہے تماشائے چراغانِ بہار | سینۂ شوق میں گلبانگِ تمنّا ہے وہی

کاش اُٹھ جائیں نگاہوں سے دوئی کے پردے | جلوۂ طُور وہی ہے، یدِ بیضا ہے وہی

پھر نظر آیا ہمیں حضرتِ ثانیؒ کا جمال | روئے زیبا ہے وہی جلوۂ رعنا ہے وہی

ان کو احوالِ حقیقت کی خبر ہے کہ نہیں | گوشِ شنوا ہے وہی دیدۂ بینا ہے وہی

اپنے مجبور کی ٹک جلد خبر لیں حافظؒ | حرصِ دنیا بھی وہی ہے غمِ عقبیٰ ہے وہی

پھر ہو مجبور پہ سرکارِ دوعالمؐ کی نظر | سرِ شوریدہ میں پھر دید کا سودا ہے وہی

آج مل جائے ہمیں رحمتِ باری کی نوید | کہ مریضِ غمِ عصیاں کا مُداوا ہے وہی

کوئے لاہور سے آئی ہے صبا سوئے حبیبؒ

کہ انیسِ گُلِ بیمار کا نقشہ ہے وہی

۸ جون ۱۹۷۸ء

لہ حافظ عبدالرحمٰن صاحبؒ ۔ حافظ عبدالکریم صاحبؒ ۔ حافظ حبیب الرحمٰن صاحب سلمہٗ

گلدستۂ عقیدت

وہاں شانِ رحمت کریمی، کریمی!
یہاں اپنی نسبت کریمی، کریمی!

وہی نقشِ اوّل، وہی نقشِ ثانی
کریمی! کریمی! کریمی! کریمی!

وہی نورِ باطن، وہی نورِ ظاہر
کریمی حبیبی، حبیبی کریمی!

ہوئے سرخرو آج کرموں جلے بھی
زہے جن کی قسمت کریمی کریمی!

مری زندگی بھی حبیبی حبیبی!
مری عاقبت بھی کریمی کریمی!

کہاں باغِ جنت، کہاں عبدِ عاصی
کریمی! کریمی! کریمی! کریمی!

میسر ہو ہم کو رضائے الٰہی!
کریما! کریمی، کریما! کریمی

بیادگار

غوث الاعظم قطب الاقطاب حضرت خواجہ عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ

درگاہ عالیہ راولپنڈی

(بزبان فارسی)

یادِ آں پیرِ مغاں آید ہمے — برلبِ من داستاں آید ہمے

اے دریغا! آں گلِ رعنا کجاست؟ — ایں فغاں از بوستاں آید ہمے

اے خوشا آں شب کہ از جذبِ فراق — از دلم دودِ فغاں آید ہمے

عمرہا باید کہ از رُوئے کرم — لامکاں سوئے مکاں آید ہمے

مژدہ اے دل! کز نگاہِ التفات — دوست سوئے دوستاں آید ہمے

عبدِ عاصی را اگر بخشد کریم — گر محمد درمیاں آید ہمے

چوں فنا فی اللہ شد عبدالکریمؒ — بر مزارش یک جہاں آید ہمے

عبدِ رحماں بود عبدِ مصطفےٰ — تا سلامِ جاوداں آید ہمے

ایں حبیبِ ما حبیبِ مصطفےٰ ست

مژدہ با عاشقاں آید ہمے

یکم دسمبر ۱۹۶۷ء

نذرانۂ عقیدت

(بزبان پنجابی)

نیتیں ریساں میرے پیر دیاں

اللہ دی شان نرالی اے — اوہ کل مخلوق دا والی اے
سب صفتاں اوس قدیر دیاں — نیتیں ریساں میرے پیر دیاں

اوہ خالق کُل اصولاں دا — کُل نبیاں دا مقبولاں دا
پُھلجڑیاں اک تنویر دیاں — نیتیں ریساں میرے پیر دیاں

اوہ نبیاں دا سالار نبیؐ — اوہ امّت دا دِلدار نبیؐ
اوہ نظراں عرشاں چیر دیاں — نیتیں ریساں میرے پیر دیاں

جد پاک نبیؐ دے رشتے نیں — ایہہ نوری وانگ فرشتے نیں
آ شاناں ویکھ فقیر دیاں — نیتیں ریساں میرے پیر دیاں

گر ذکر دلاں نوں شاد کریں — تے حکم نبیؐ نوں یاد کریں
کیہ باتاں نیں تقریر دیاں — نیتیں ریساں میرے پیر دیاں

ایتھے طالب سب مطلوب ہوندے ایتھے سب سنگی محبوب ہوندے
کیہ دساں پاک ضمیر دیاں نیئں ریساں میرے پیر دیاں

ایہہ مایا آنی جانی ایں ایہہ دنیا رام کہانی ایں
چھڈ گلاں رانجھے ہیر دیاں نیئں ریساں میرے پیر دیاں

اسیں آپ تے جگ دے کُتے آں تے کُتیاں ناوں اُتے آں
رکنوں شرماں ایس حقیر دیاں نیئں ریساں میرے پیر دیاں

میرے دل وچ پیار حبیبی اے ایہہ نسبت بڑی قریبی اے
ایہہ کھیڈاں نیں تقدیر دیاں نیئں ریساں میرے پیر دیاں!

۲ جنوری ۱۹۸۰ء

والدِ مرحوم کی یاد میں

قبلہ والد بزرگوارم الحاج شیخ نصیر الدینؒ ماہ رمضان المبارک میں عالم بقا کو سدھارے اور میرے مرحوم جوانا مرگ بھائی شفیق انور کی یاد کا زخم تازہ کر گئے (اِنّا لِلّٰہِ وَ اِنّا اِلَیہِ رَاجِعُونَ) وفات یکم دسمبر ۱۹۶۸ء

وہ نصیر بندۂ ناتواں تو فقط خدا ہی کی ذات ہے
مگر ایک باپ کا آسرا بھی بڑے نصیب کی بات ہے

مرے ہم نشین! مرے ہمنوا غم زندگی کے نصاب میں
یہ ترے وجود کا فیض تھا کہ پنپ سکا میں شباب میں

میں رہینِ جور و ستم رہا، تو جہانِ غم سے گذر گیا
مجھے میرے حال پہ چھوڑ کر، تو سفر نصیب کدھر گیا

اے مکینِ عالمِ لامکاں! مرا پستیوں میں مقام ہے
مرے وہم سے بھی بلند تر، تو فلک پہ محوِ خرام ہے

تو وہاں ہے جس کی حدود سے کوئی لوٹ کر نہیں آ سکا
مگر اپنی بزمِ خیال سے غمِ آرزو نہیں جا سکا

تو بلندیوں پہ ہے پرفشاں تو خدائے جاں کے قریب ہے
میں شکستہ پر ہوں زمین پر یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے

مری چشم تر ہمہ اشک ہے مرے دل میں سیلِ سرشک ہے
تری زیست قابلِ رشک تھی تری موت قابلِ رشک ہے

ترا ہجر ماہ سعید میں کہ سلامتوں کا نزول ہے!
تری مغفرت کی دلیل ہے مجھے جان و دل سے قبول ہے

تو نہیں ہے ہم میں یہاں مگر مجھے پھر بھی اس کا یقین ہے
تو جوارِ رحمتِ حق میں بھی مرے گنجِ دل کا مکین ہے

جو اَلَست و کُن کے مقام پر ترا اپنے رب سے کلام ہو
تو ہزار عجز و نیاز سے مری حسرتوں کا سلام ہو

ہاں جو اذنِ خاص ملے تجھے تو یہ کہنا اپنے طریق سے
کہ انیسِ خستہ بچھڑ گیا ہے دوبارہ اپنے شفیق سے

مگر اس کے پاس مرے خدا تری رحمتوں کا صلہ نہیں
یہ تو جوشش ہے مرے خون کا تری قدرتوں کا گلہ نہیں!

۵ر دسمبر ۱۹۶۸ء

بر شہادت

میجر پرویز فاروق (پاکستان آرمی) دسمبر ۱۹۷۱ء

اٹھتی ہے بار بار نظر سوئے آسماں
اک آفتاب آج زمیں میں ہوا نہاں
ارمان دم بخود ہیں تو خاموش ہے فغاں
پرویز اس جہاں سے گیا سوئے لامکاں

کہتے ہیں وہ کہ اونچا ہوا قوم کا وقار
کہتے ہیں یہ کہ زندہ ہوا نام خانداں
مانا کہ اس کا خون تھا ملت کو سازگار
تسلیم ہے شہید کا جنت میں آشیاں!

اپنی نظر ہے جانب رنگ رضائے دوست
خارج ہے اپنی بحث سے تمہید این و آں
"یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں"

میجر پرویز فاروق شہید راقم الحروف کے بھانجے تھے اور پاک بھارت جنگ ۱۹۷۱ء میں ظفروال سیکٹر میں جاں بحق ہوئے!

بر وفاتِ حسرت آیات

برادرم شیخ شفیق انور مرحوم، بی اے

تاریخِ وفات مورخہ ۵ مئی ۱۹۵۴ء (یکم رمضان المبارک)

اے روان در روح در رنگ و بوئے ما

رو چرا پیچیدہ از روئے ما؟

اے شفیقِ خواہران جانِ پدر

باز آ ہم سوئے ما در کوئے ما!

اے بیک غمزہ شکستی بے گماں

آرزوئے مادر و بازوئے ما!

این ہمہ شادم کہ آں مولائے جاں

ہست رحمان و رحیم و مہرباں

رباعی

سوزِ غمِ عشق بوالہوس را ندہند
سوزِ دلِ پروانہ مگس را ندہند
عمری باید کہ یار آید بکنار
این دولتِ سرمد ہمہ کس را ندہند

ترجمہ

دیتے ہیں کہاں دردِ جنوں اہلِ ہوس کو
پروانے کا انداز نہیں دیتے مگس کو
اِس عالمِ امکان میں سوز اَور ہے ساز اَور
اک نسبتِ موہوم ہے نالے سے جرس کو
یہ دولتِ جاوید یہاں عام نہیں ہے
مِلتا ہے یہاں وصل مگر لاکھ برس کو

(تمت بالخیر)

شجرۂ طیبہ خواجگانِ نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ علیہم اجمعین

اَلْمَدَد یا حَیُّ یا قَیُّومُ وَهّابُ کریم | یا عزیزُ یا وَدُودُ یا رَؤفُ یا رحیم!

اَنْتَ کافِی اَنْتَ شافِی یا سَمِیعُ یا عَلِیم | اَنْتَ رَبِّی اَنْتَ حَسْبِی یا عَلِیُّ یا عَظِیم

یا غِیاثَ المُسْتَغِیثِیْنَ اَغِثْنا یا قَدِیر | یا خَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِی بِلُطْفِکَ یا خَبِیر

لطف بہرِ آں رسُولِ صادِقُ الوَعدِ الامین | آں شَفِیعُ المُذْنِبِیْنَ آں رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلَمِیْن

لطف کُن بر ما، برائے خواجگانِ نقشبند | نقشِ ھُو را بر دلِ آلودۂ ما ہم بہ بند

حکمتِ تو آفریدہ عالمِ اسباب را | بہرِ چند از بابِ عالی بخش کُل احباب را

حضرتِ صدیقؓ و سلمانؓ، قاسمؒ و جعفر امام | عارفانِ شاد کام و عارفانِ خوش مقام

بایزیدؒ و بُوالحسنؒ، بُوالقاسمؒ و ہم بُو علیؒ | واقفانِ سِرِّ وحدت اَلْخَفِیُّ وَالْجَلِیّ

یوسفؒ و ہم عبدِ خالقؒ عارفؒ و محمودؒ ہم | شاہ عزیزانؒ و سماسیؒ، ہم کلالِؒ محترم

شاہ بہاء الدینؒ، علاؤ الدینؒ و یعقوبؒ و عبیدؒ | زاہدؒ و درویشؒ و امکنگیؒ شدہ در عشق صید

باقی باللہؒ ہم مجددؒ شیخ احمدؒ باکمال | شُد فنا در عشق و انوارِ خدائے ذوالجلال

خواجہ معصومؒ و حضرت حُجّۃ اللہؒ و زبیدؒ | حضرتِ قطبؒ و جمالؒ و خواجہ عیسٰیؒ فلک سیر

خواجہ فیضؒ و حضرتِ نورؒ و فقیرِؒ مصطفٰے! | حافظ عبد الکریمؒ و عبدِ رحمانؒ اولیا

ایں فقیرِ دل پذیر، آں صاحبِ روشن ضمیر | گمرہاں را رہنما و ہمرہاں را دستگیر!

جانِ ایماں، رُوحِ عرفاں ہیں حبیبِ خوش خصال | جلوۂ روئے جمالش بے نیاز قیل و قال

یا اِلٰہَ العالمیں ایں نسبتِ ما را پذیر | رحم فرما بر غلاماں در مقامِ دار و گیر

اے نصیرِ خستہ جاناں، اے انیسِ بیکساں | اے شفیقِ عاجزاں، اے مالکِ کون و مکاں

بر رضائے خویش للہ کارِ ما بنیاد کُن | قلبِ ما را از دمِ اللہ ھُو آباد کُن!

رُوحِ ما را از غمِ دُنیا و دیں آزاد کُن | بہرِ ایں روشن دلاں اِمداد کُن اِمداد کُن

اے نقش بندِ عالم! نقشِ مرا بہ بند
نقشم چناں بہ بند کہ گویند نقشبند!

انیس احمد شیخ مؤلف عفی عنہ

٨ جون سنہ ١٩٦٣ء

شجرۂ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ (بزبانِ اُردو)

فضل کر یارب میرے حالِ زبوں پر رحم کر
ڈال مجھ آلودۂ عصیاں پہ رحمت کی نظر

تجھ کو اپنی کبریائی کی قسم اَے بے نیاز
مجھ سراپا معصیت پر کر درِ افضال باز

تجھ کو دیتا ہُوں ترے جُود و سخا کا واسطہ
فضل کا، رحمت کا، بخشش کا، عطا کا واسطہ

تیری رحمت کے خزانے میں کمی کوئی نہیں
کیوں ہُوں شاکی جانتا ہُوں مستحق میں ہی نہیں

میں کہوں بے واسطہ کس مُنہ سے بخشش کے لیئے
کچُھ وسیلے پیش کرتا ہُوں سفارش کے لیئے

کر کرم مجھ پر محمّد مصطفٰےؐ کے واسطے
فخرِ موجُودات، شاہِ دوسرا کے واسطے

اُس رسُولِ بے نظیر و بے بَدل کا واسطہ
رازدارِ خلوتِ بزمِ ازل کا واسطہ

رحم فرما حضرتِ صدّیقِ اکبرؓ کے لیئے
عاشق و دلدادۂ حُسنِ ہمیشہ کے لیئے

حضرتِ سلمانِ فارسؓ بے ریا کے واسطے
حضرت قاسمؓ امام الاولیاؒ کے واسطے

کر امامِ جعفرؓ صادق کے صدقہ میں عطا
تُو نجاتِ دائمی کا مجھ کو دُرِّ بے بہا

بایزیدؒ و بُوالحسنؒ اَور بُوعلیؒ فارمدی
یا الٰہی لاج رکھ لے اُن کے صدقہ میں مری

حشر کے دِن یُوسفِ ہمدانیؒ کا ساتھ ہو
اُن کا دامانِ مقدّس اَور میرا ہاتھ ہو

شاہ عبدالخالقؒ و شہ عارفؒ ریوگرؒھی
خواجہ محمودؒ عزیزاںؒ صاحبِ خُلقِ نبیؐ

محتّرم بابا سماسیؒ، حضرتِ میرِ کلالؒ
حضرتِ خواجہ بہاؤالدینؒ و عطّارؒ اہلِ حال

حضرتِ یعقوبؒ اَور عبیداللہؒ شاہ
حضرتِ خواجہ محمّدؒ زاہد اپنے دِیں پناہ

اِن نفوُسِ پاک کے صدقہ میں اَے ربّ الٰہ
دھو جبینِ معصیت آلُود سے داغِ گناہ

بخش دے صدقہ میں یارب خواجہ درویشؒ کے
خواجہ امکنگیؒ و خواجہ باقی باللہؒ کے لیئے

شیخ احمدؒ، خواجہ معصُومؒ، حجت اللہؒ و زبیرؒ
خواجہ اشرفؒ اَور جمال اللہؒ مردِ اہلِ خیر

حضرتِ عیسیٰ محمدؒ اور فیض اللہ شاہؒ ... خواجۂ نورِ محمدؒ، نورِ بزم و شمعِ رہ

بخش دے ان کے لیے جو ہیں محمدؒ کے فقیرؒ[1] ... میرے آقا میرے ہادی اور مرے قبلہ کے پیرؒ

قبلۂ عالم جنابِ حافظِ عبدالکریمؒ ... حاملِ حکمِ شریعت صاحبِ خُلقِ عظیم

آشنائے سرِّ حق دانائے رمزِ لا الٰہ ... واقفِ راہِ حقیقت فقر کی جائے پناہ

رحمتِ حق نے بُلا کر لے لیے آغوش میں ... جا رہے ہے فردوسیوں کے عالمِ خاموش میں

میرے مُرشد، میرے ہادی، قبلہ، سجادہ نشین ... حاجیِ حرمین حاجت گاہِ اربابِ یقین

جن کے دم سے ہے فروغِ شمعِ بزمِ عارفاں ... فخرِ عرفاں حافظ عبدالرحمٰنؒ دستگیرِ بیکساں

راہیِ فردوس ہو کر جا ملے اللہ سے ... مسندِ ارشاد پر فائز ہیں فرزند آپ کے

یہ حبیبِ[2] غوث ہیں ابدال ہیں اور لاڈلے رحمٰن کے ... پاسبانِ دل ہیں، حافظ ہیں مرے ایمان کے

جن کا سینہ دولتِ توحید کا گنجینہ ہے ... قلبِ صافی جن کا حسنِ طور کا آئینہ ہے

یا الٰہی ہم مریدوں پر رہیں سایہ فگن ... تا قیامت ان پہ ہو فضلِ خدائے ذوالمنن

ان کے صدقے میں حسن[3] خدام ہوں سب سرخرو
برقرار ان کی رہے دنیا و دیں میں آبرو

---

[1] حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
[2] حضرت خواجہ حبیب الرحمٰن صاحب
[3] جناب شیخ حسن الدین صاحب مرحوم انجمن حمایتِ اسلام لاہور

دُعا ایک طاقت ہے!

دُعا صرف ایک طریقِ عبادت ہی نہیں بلکہ اِنسان کی رُوح عبُودیّت کی تجلّی ہے۔ توانائی کا قوی ترین وسیلہ ہے۔ جس سے ہر انسان فیض یاب ہو سکتا ہے۔ اگر آپ پُرخلوص دُعا کو اپنی عادت بنالیں تو آپ اپنی زندگی کو نمایاں طور پر تابناک اور کامیاب بنا سکتے ہیں۔

دُعا کرۂّ ارضی کی کششِ ثقل کی طرح ایک حقیقی اور واقعاتی طاقت ہے۔ جب ہر قسم کی تدبیر ناکام اور بے سُود ثابت ہو جاتی ہے تو عاجزانہ دُعا کی برکت سے بیماری اور غم واندوہ کی گھٹائیں حیرت انگیز طریقے سے چھٹ جاتی ہیں۔ ایسے واقعات کو خرقِ عادت یا معجزہ کہا جاتا ہے لیکن جن مردوں اور عورتوں نے یہ دریافت کرلیا ہے کہ دُعا سے روزمرّہ کی زندگی میں طاقت کی ایک رَو مستقل طور پر بہتی رہتی ہے۔ اُن کے دلوں میں خاموش معجزہ ہر آن رحمت کی جوت جگاتے رہتا ہے۔

دُعا کے ذریعے اِنسان اپنی محدُود توانائی کا رشتہ توانائیِ مطلق کے لامحدُود مبداء سے اُستوار کرلیتا ہے۔ جس وقت ہم دُعا کرتے ہیں اُس وقت ہم اس بے پایاں قدرت سے واصل ہوتے ہیں جو کارخانۂ عالم کی رُوح رواں ہے۔ ہم اِلتجا کرتے ہیں اس لامحدُود طاقت سے ہماری دستگیری کی جائے۔ ؎

ہر آں کارے کہ گردد از دُعائے محو جانانے
نہ شمشیرے کند آں کار نہ بادے نہ بارانے
عجب وارد اثر دستے کہ دستِ عاشقش باشد
بگرداند جہانے را ز بہرِ کار گریانے

کسی کام کا قصد کرو یا کوئی فیصلہ کرنے بیٹھو تو پہلے اپنے خدا کو یاد کرلو۔ دُعا تمام عبادتوں کی کُنجی، دُعا خود عبادت ہے۔" جس وقت اُمیدوں کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں، تو اُس وقت دُعا ہی سب سے بڑا سہارا ہے۔"

دُعائے مُسلم

پیارے اللہ جی۔ سوہنے اللہ جی۔ قدرتاں والے اللہ جی۔ بڑی شان والے اللہ۔ میرے
پیدا کرنے والے اللہ جی۔ میرے مارنے والے اللہ جی۔ میرے خالق اور مالک اللہ جی۔

سُبحان اللہ تساڈے حوصلے دے۔ سُبحان اللہ تساڈے صبر دے۔ سُبحان اللہ تساڈے تحمّل
دے۔ کِنّیاں میریاں سیاہ کاریاں تسیں ویکھ رہے او۔ کِنّی میری بد اعمالی برداشت کردے رہے او۔
ایدھے باوجود میں گناہاں وچ غرق رہیا۔ مَیں نافرمانیاں دے وچ عُمر گالدا رہیا۔ میں نفس اور
شیطان دے بہکاوے وچ پھسیا رہیا۔

مگر سُبحان اللہ تساڈی ذات پاک دے۔ تساں بخششاں وچ کوئی کمی نہیں کیتی۔

میرے پیدا ہون دے وقت توں لے کے اِتنی عُمر تک تسیں بے حد وحساب نِعمتاں عطا
فرماندے رہے جنہاں دا کوئی شمار نہیں۔

تُساں زندگی عطا فرمائی۔ تُساں علم عطا فرمایا۔ تُساں صحت عطا فرمائی۔ تُساں رزق عطا فرمایا۔
سب توں بڑھ کے ایہہ تُساں مینوں اِنسانی جامے وِچ پیدا کر کے مُسلمان بنایا۔ اپنے حبیبؐ پاک
(صلی اللہ علیہ وسلّم) دے دین وِچ پیدا کیتا، اِسلام دی نِعمت عطا فرمائی۔

مَیں تُساڈی کیہڑی کیہڑی نِعمت دا شکر ادا کراں؎

چند عنایات تری ہوں تو گنی بھی جائیں
فضل کا سیل بہاتے تجھے دیکھا ہم نے

تُساں اپنی نعمتاں وِچ کوئی کمی نہیں کیتی بلکہ ایہناں وِچ بیشی اور زیادتی کردے رہے او۔
مینوں اپنے محسن کولوں کوئی شرم نہ آئی۔ میں ڈھیٹھ دا ڈھیٹھ رہیا۔ ہُن دا وقت تھوڑا رہ
گیا اے عنقریب میں آپ دے حضور حاضر ہونے والا ہاں۔ میں صدقِ دِل نال اپنے تمام گناہاں
توں، اپنی تمام بدکرداریاں توں۔ اپنی تمام نافرمانیاں توں توبہ کرنا آں۔ الٰہی میری توبہ قبول فرما۔
میری توبہ سچی اور خالص فرما۔ میری توبہ نصُوح کر۔

...ب الرحیم اور تسیں بڑے غفور الرحیم او تسیں بڑے ارحم الراحمین اور میں نادم ...ے در پر سر بسجود آں۔

آپ دی ذات پاک دی طرف رجوع کرناں آں مینوں مغفرت عطا فرماؤ۔ مجھ پر رحم فرماؤ۔ مجھے اپنی بخشش عنایت فرماؤ۔ میرے حال زار پر کرم دی نگاہ فرماؤ۔ مینوں حضورِ قلب دی دولت عطا فرماؤ۔ ہر وقت تساں نوں اپنے قریب سمجھاں۔ میری غفلت دُور ہو جائے۔ اور میرا سینہ حضور اقدس (صلی اللہ علیہ وسلّم) دی محبت دے نال معمور ہو جائے۔ اپنے حبیب برحقؐ، سرورِ کونینؐ، فخرِ موجوداتؐ، صاحبِ لولاکؐ، شافعِ روز جزاؐ، احمدِ مجتبیٰؐ، محمد مصطفےٰ (صلی اللہ علیہ وسلّم) دے صدقے میری دُعا قبول فرماؤ۔

عذابِ قبر، نارِ جہنم سے بچاؤ۔ جان کنی دی منزل آسان فرماؤ۔ پاک پروردگار تُساڈی رحمت بڑی وسیع اے۔ تساڈے خزانے رحمت دے وچہ کسی چیز دی کمی نہیں۔ تساڈی بخشش بے پایاں اے۔ اپنی ذاتِ رحیمی اور کریمی دے صدقے۔ اپنے حبیب پاک رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلّم دے صدقے اپنے محبوباں تے مقبولاں دے صدقے اس عاجز دی عرض قبول ہو جائے۔ میرے ماں باپ نوں بخش دے۔ میرے بھین بھائیوں، میرے بال بچیّں، میرے نزدیک اور دُور دے رشتہ داروں، میرے ہمسایوں، میرے دوست احباب، واقف آشناواں سب پر رحم فرما، سب نوں سچّا مسلمان بنا۔ اپنی اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم دی سچّی محبت نال سبھاں دے سینے منوّر فرما۔ سبھوں دی دینی اور دُنیاوی مشکلیں آسان فرما۔

سبھوں دی اولاد نوں زندگی، صحت نیک ہدایت دے نال مالا مال فرما۔ اونہاں نوں ماں باپ دا فرمانبردار بنا۔

اسیں تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلّم دا واسطہ دینے آں۔ اوہدے صدقے ساڈی ایہہ عرض قبول ہو جائے۔

آسرا دونوں جہاں میں کچھ نہیں اس کے سوا
بندۂ مسکین و عاجز پُر خطا کے واسطے

خاکسار شیخ نصیر الدین عفی عنہ

طریق ختم خواجگان رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

ختم خواجگان دربارِ عالیہ عیدگاہ شریف راولپنڈی میں جو روزانہ قبل از نمازِ عشاء پڑھا جاتا ہے۔ درج ذیل ہے:۔

سُورۃ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار۔ درُود شریف ایک سو بار۔ سُورۃ الم نشرح معہ بسم اللہ اُناسی ۷۹ بار۔ سُورۃ اخلاص معہ بسم اللہ ایک ہزار بار۔ سُورۃ فاتحہ معہ بسم اللہ سات بار۔ اور درُود شریف ایک سو بار۔ آیتِ کریمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ پانچ سو بار۔ درُود شریف ایک سو بار۔ کلمۂ طیّبہ ایک سو بار۔ کلماتِ ذیل ہر ایک کلمہ سو سو بار۔

یَا اَللّٰہُ۔ یَا عَزِیْزُ۔ یَا وَدُوْدُ۔ یَا کَرِیْمُ۔ یَا وَھَّابُ۔ یَا حَیُّ۔ یَا قَیُّوْمُ۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ۔ یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ۔ یَا حَلَّ الْمُشْکِلَاتِ۔ یَا کَافِیَ الْمُھِمَّاتِ۔ یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ یَا مُنَزِّلَ الْبَرَکَاتِ۔ یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ۔ یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ۔ یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ یَا اَمَانَ الْخَائِفِیْنَ۔ یَا خَیْرَ النَّاصِرِیْنَ۔ یَا دَلِیْلَ الْمُتَحَیِّرِیْنَ۔ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ اَغِثْنَا یَا مُفَرِّجَ الْمَحْزُوْنِیْنَ۔ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ یَا اَللّٰہُ۔ یَا رَحْمٰنُ یَا رَحِیْمُ۔ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِرْحَمْنَا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ آمین!

دیگر ختم ہائے

یہ ختم ہائے دربار عیدگاہ شریف راولپنڈی میں روزانہ قبل از ادائے سُنّت نمازِ فجر پڑھے جاتے ہیں۔

ذیل کے چند ختم باہم ملا کر بھی پڑھے جاتے ہیں۔ یہ وُہ ختم ہے جن کے پڑھنے کے لیئے عُمدۃ السالکین، زُبدۃ العارفین، سیّدنا و مُرشدنا حضرت قبلہ عالم، خواجہ، حافظ، حاجی محمد عبد الکریم صاحب قدس اللہ سرّہٗ بتقریبِ سعید زیارتِ روضۂ منوّرہ زادھا اللہ شرفاً باشارۂ حضور رحمۃ للعالمین سیّدنا و شفیعنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم مامور ہوئے۔

اوّل درُود شریف ———— ۱۰۰ بار

پھر۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْم
اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ رَبِّیْ مِنْ کُلِّ ذَنْبٍ وَّاَتُوْبُ اِلَیْہِ
فَاغْفِرْلِیْ۔ ———— ۵۰۰ بار

پھر۔ درُود شریف ———— ۱۰۰ بار

پھر۔ حَسْبُنَا اللّٰہُ نِعْمَ الْوَکِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ ———— ۵۰۰ بار

پھر۔ درُود شریف ———— ۱۰۰ بار

پھر۔ یَاخَفِیَّ اللُّطْفِ اَدْرِکْنِیْ بِلُطْفِکَ الْخَفِیِّ ———— ۵۰۰ بار

پھر۔ درُود شریف ———— ۱۰۰ بار

پھر۔ لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ ———— ۵۰۰ بار

پھر۔ درُود شریف ———— ۱۰۰ بار

پھر۔ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَااَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ اِرْحَمْنَا ———— ۵۰۰ بار

پھر۔ درُود شریف ———— ۱۰۰ بار

گنبدِ صخرا

قبلۂ اوّل بیت المقدس
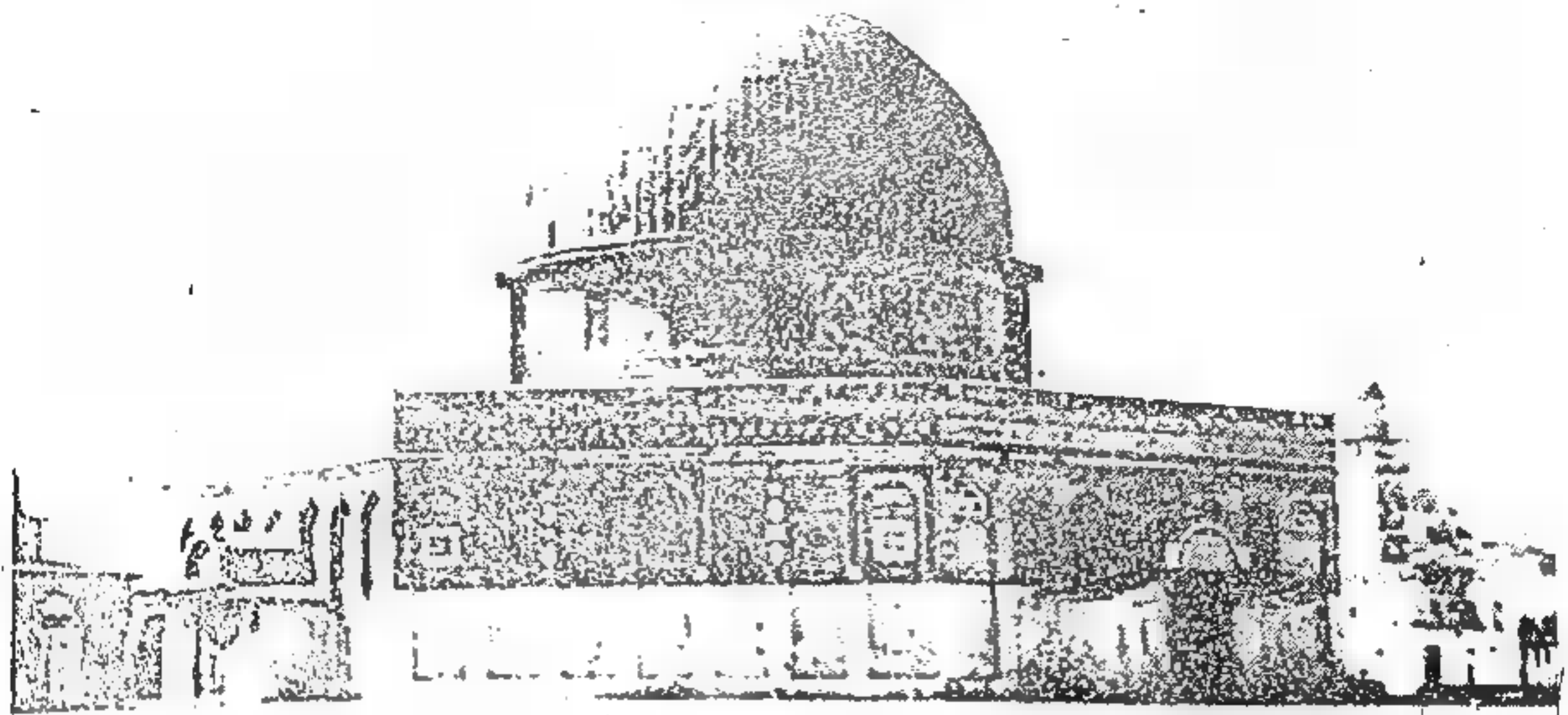
حکومت کا تو کیا رونا کہ وہ اک عارضی شے ہے
گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی

نہیں گردش کے آئینِ مسلّم سے کوئی چارا
بلندی سے زمیں پر آسماں نے ہم دے مارا

اقبالؒ

وا حسرتا! وا دریغا! وا اسفا! ڈھائی ہزار سال بعد تماماں برباد رہنے کے بعد یہودیوں نے ۱۹۶۷ء میں مسلمانوں کے قبلۂ اوّل (بیت المقدس) پر غاصبانہ قبضہ کر لیا۔
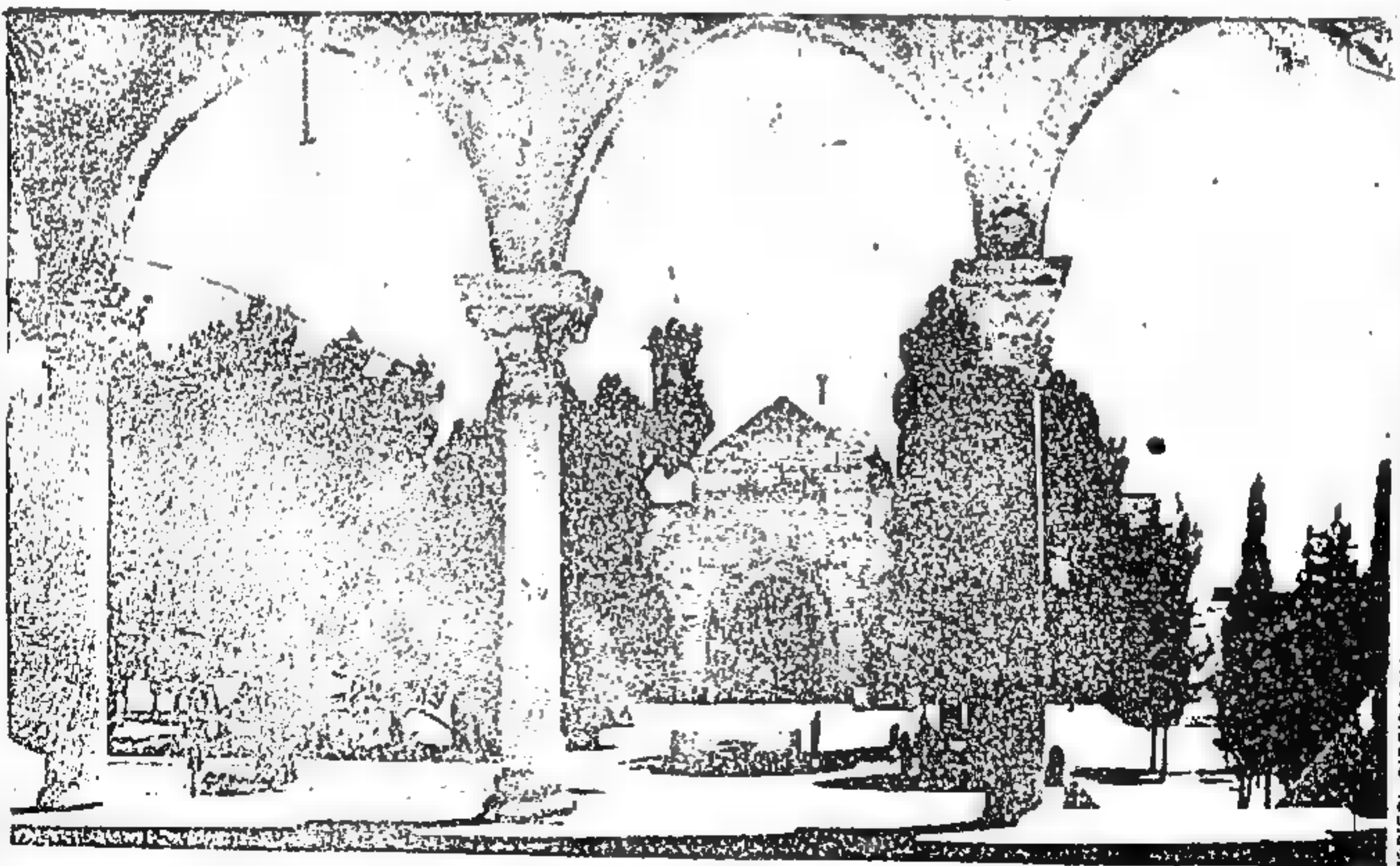
مسجدِ اقصٰے

درسِ عبرت

شاید کہ ترے دل میں اُتر جائے مری بات!

عزیز دوستو! اقوام کی صحت، کردار اور احوال کا انحصار افراد پر ہوتا ہے۔ آیہ سیرُوا فی الارض کے ضمن میں عاجز مؤلف کو ۱۹۶۲ء میں بیت المقدس اور اندلس دیکھنے کا اتفاق ہوا۔ اندلس قرون الوسطیٰ میں اسلامی تہذیب و تمدن کا گہوارہ تھا۔ اخلاقی زوال کا شکار ہونے کے بعد مسلمانوں کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ اندلس میں مسلمانوں پر کیا گذری۔ اس کی ایک ہلکی سی جھلک مندرجہ ذیل نظم میں نظر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم عاصیوں کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

ذیل میں محمد بن محمد بن داؤد (رحمہ اللہ) کے اس قصیدہ کا ترجمہ ہے جو انہوں نے ۱۵۲۸ء میں قبل از بغاوتِ غرناطہ نظم کیا تھا۔ صاحبِ قصیدہ (رحمہ اللہ) باغیوں کے سرغنہ قرار پائے اور قتل کر دیئے گئے۔ مسٹر ہنری چارلس لی نے اپنی کتاب "مورسکوز" میں اصل سے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔ اور منشی خلیل الرحمٰن نے اپنی کتاب "مولدین" میں اس کو اردو نثر کا جامہ پہنایا۔

قصیدہ

ہم اپنی اس نظم کو خدائے رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کرتے ہیں جو تمام اقوام کا بادشاہ اور تمام افعال و اعمال کی سزا و جزا دینے والا ہے وہی خدا ہے جس نے کتاب حکمت عطا فرمائی اور انسان کو اپنی صورت پر بنایا وہی گناہوں کی سزا دیتا ہے وہی قصوروں کو معاف کرتا ہے اُسی نے دنیا کو پیدا کیا اور اس کی تدبیر کرتا ہے وہی خدا واحد آسمان کا خدا ہے وہی خدا احد زمین کا خدا ہے وہی ہمارا محافظ و رازق ہے اسی سے تمام چیزیں پیدا ہوئی ہیں وہی خدا ہے جس کا نہ آغاز ہے نہ انجام، آسمان کے سب سے اونچے تخت کا اگر کوئی بادشاہ ہے تو وہی مقدرات عالم اگر کسی کے ہاتھ میں ہیں تو اُسی کے، ہر اشیاء اگر کسی کے تابع فرمان ہیں تو اسی کے۔ اسی نے ہم کو صحیفہ مقدس عطا فرمائے۔ آدم (علیہ السلام) کو بنایا۔ انسان کی نجات کی تدابیر بتلائیں۔ اقوامِ عالم کو طاقت و قدرت وہی عطا فرماتا ہے اُسی نے انبیاء بھیجے، جن میں سے سب سے بڑے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں تمام تعریفیں اُسی ایک خدا کے لیے ہیں، اور تمام رحمتیں اس کے ولیا کے لیے ہیں جو شروع سے گزرے اور آخر تک ہوتے رہیں گے میں تمہیں اندلس کی قسمتِ آخر کی دردناک کہانی سناتا ہوں۔ یہ ملک اپنی نظیر نہیں رکھتا تھا اور ان تمام باتوں میں دنیا بھر میں شہرت رکھتا تھا جو کسی قوم کو عظمت دیتی ہیں۔ آج وہی ملک سب سے زیادہ ذلیل ہے اور

کفار اور ان کی بے رحم فوجوں سے ہر طرف سے گھرا ہوا ہے۔ اور ہم جو اُسی کی اولاد ہیں آج اس حالت میں ہیں جیسے بھیڑ بکریاں ہوتی ہیں کہ ماری ماری پھرتی ہیں یا ایسے سوار ہیں جو بغیر چار جامے کے گھوڑے پر سوار ہوتے ہیں۔ روزانہ تعذیب و اذیت اُس وقت تک ہماری قسمت میں لکھی گئی ہے اور ذلیل پیشوں پر اس وقت تک ہماری روزی منحصر رہ گئی ہے کہ جب تک موت آکر ہمیں ہمارے مقدّر کے پنجہ سے نہ چھڑا دے اس وقت جو کچھ ہم پر گزر رہا ہے وُہ موت سے بھی بڑھ کر ہے۔ ان کفار نے ہم پر یہودیوں کو بطور چوکیدار کے مقرر کر رکھا ہے۔ یہودی بھی وُہ جو نہ ایمان کو جانتے ہیں نہ حق کو پہچانتے ہیں۔ یہ کفار ہم کو ستانے کے لئے ہر روز نئی ترکیب ایجاد کرتے ہیں۔ ہم کو مجبور کیا جاتا ہے کہ ہم اُن کے ساتھ اُن کی مسیحی ناپاک رسموں کے ساتھ عبادت کریں۔ منقش بتوں کے سامنے سجدے کریں۔ یہ اُس خدائے واحد کی ہنسی اُڑاتی ہے جو نظر نہیں آتا کسی کی یہ مجال نہیں ہے کہ اس معاملہ میں کچھ عرض معروض کرے یا ایک لفظ بھی زبان سے نکالے۔ کون بتلا سکتا ہے کہ ہم کس مصیبت میں گرفتار کیے گئے ہیں۔ حالانکہ ہم ہی وُہ لوگ ہیں جو خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں جس وقت گھنٹہ بجتا ہے تو ہم کو حکم ہے کہ ہم نجس اور ناپاک بُت کے سامنے سجدے کرنے کے لئے جمع ہو جائیں گرجا میں ایک واعظ کھڑا ہوتا ہے جس کی آواز ایسی کرخت ہے جیسے ایک چیخیں مارنے والے اُلّو کی۔ یہ واعظ شراب اور سؤر کے گوشت کی تعریفیں کرتا ہے۔ اور نماز میں شراب ہی ہوتی ہے وُہ از روئے فریب مسکین بن کر کہتا ہے کہ مذہب حق یہی ہے۔ ان سرمنڈوں میں سے سب سے مقدس آدمی بھی یہ نہیں جانتا کہ حق و باطل کیا ہے۔ وُہ سب لوگ بُتوں کے سامنے سر جھکاتے ہیں۔ بے شرم ہیں اور بے حیا مجمع۔ پھر ایک پادری ایک روٹی کا ٹکڑا لے کر قربان گاہ پر چڑھتا ہے اور سب لوگ سینہ کوبی کرتے ہیں یہی ان کی ناکارہ نماز ہے۔ ہم سب کے نام ایک فہرست میں درج ہیں اور بوڑھے اور جوان سب پکڑ بلائے جاتے ہیں۔ ہر چوتھے مہینہ ایک سرکاری افسر تمام مشتبہ لوگوں کے پاس آتا ہے ہم سب کو اپنا اپنا صداقت نامہ دکھلانا پڑتا ہے یا اُس کو اُس کے بدلے میں چاندی دینی پڑتی ہے۔ قلم، دوات، کاغذ لے کر وُہ دربدر پھرتا ہے۔ جو لوگ زندہ ہیں یا مر گئے ہیں سب کو ٹیکس ادا کرنا پڑتا ہے، خواہ وُہ جوان ہو یا بوڑھا، امیر ہو یا غریب، جو ٹیکس ادا نہیں کر سکتا بس خدا ہی اُس کی مدد کرے۔ اُس کو وُہ عذاب بھگتنا پڑتا ہے جو بیان نہیں ہو سکتا۔ اُنہوں نے ایک جھوٹا مذہب بنا رکھا ہے، بیٹھے بیٹھے بُتوں کو پُوجا کرتے ہیں سات ہفتوں کے روزے ہوتے ہیں بیلوں کی طرح ہیں کہ دوپہر کو بہت ہی کھاتے ہیں۔ پادری اور اعتراف گنا

دو ہی چیزیں ہیں جن پر اُن کی بے بنیاد شرح ختم ہو جاتی ہے۔ ہم کو بھی جھوٹ موٹ اِس خوف سے عیسائی بننا پڑتا ہے کہ کہیں ہم پر بے رحمی کے ساتھ سختیاں نہ کی جائیں۔ ابوتاڈو اور ہوزوز و ہماری اِس طرح حجامت بناتے ہیں جیسے کوئی بھیڑ کی اُون کاٹتا ہے۔ بے رحم حکام ہیں کہ کسی کو بھی نہیں چھوڑتے اور ہماری چوکیداری کرتے ہوئے کبھی نہیں تھکتے۔ جو کوئی خدائے تعالیٰ کا نام لیتا یا اُس کی حمد کرتا ہے اُس کو وُہ تباہی کے جال میں پھنسا لیتے ہیں۔ نہ چھپنا کام آتا ہے نہ بھاگنا کہیں چلے جاؤ اُن کے مخبر سایہ کی طرح ساتھ ہیں۔ اگر کوئی ہزاروں فرسنگ بھی چلا جاتے تو مخبر اس کے پیچھے پیچھے رہیں گے اور اس کو پکڑ لائیں گے اِس کو اپنے مکروہ اور خوفناک قید خانوں میں ڈال دیتے ہیں ہر گھنٹہ کے بعد اس کو نئی تعذیب کرتے ہیں اور اُس کو مجبور کرتے ہیں کہ اپنا قدیمی دین چھوڑ دے چنانچہ پکارے گلے کہا جاتا ہے کہ مسیح پر ایمان لاؤ۔ اب یہ غریب مصیبت کا مارا روتا ہے، بھاگتا ہے، سر ٹکراتا ہے اور کبھی کچھ سوچتا ہے اور کبھی کچھ۔ مگر ہر حالت میں مایوسی سے سابقہ ہوتا ہے۔ ہماری مثال بالکل اُس تیراک کی سی ہے جو بیچ سمندر میں طوفان سے گھر جاتا ہے تیرہ و تاریک دہشت ناک قید خانوں میں قید کر کے پہلے تو اُس کو سڑاتے ہیں پھر اُس کی اِس طرح تعذیب کرتے ہیں کہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا جوڑ جوڑ الگ ہو جاتے گا۔ پھر اس کو سوق الحطابین (لکڑیوں کا بازار) کے میدان میں لے جاتے ہیں۔ یہاں ایک سُولی گڑی ہوتی ہے اور یہ روزِ قیامت کا میدان معلوم ہوتا ہے کہ جہاں سزائیں ہی ملتی ہیں جس کو وُہ چھوڑ دیتے ہیں اس کو وُہ زرد لباس پہننے پر مجبور کرتے ہیں اور باقیوں کو آگ میں ڈال کر اپنے منقش بتوں کی بھینٹ چڑھا دیتے ہیں۔ یُوں ہمارے چاروں طرف آگ جل رہی ہے اور ہم بیچ میں بیٹھے ہیں۔ جو غلط کاریاں ہم سے پہلے ہو چکی ہیں اُن کی گٹھڑیاں باندھ کر ہمارے سر پر رکھ دی جاتی ہیں اور اُن کو ٹھا ٹھا کر دکھلایا جاتا ہے باوجود اس کے کہ ہم یکشنبہ اور دیگر تیوہاروں کا احترام کرتے ہیں پھر بھی وُہ اپنے احکام کا ایسا بوجھ ہم پر ڈالتے ہیں کہ ہماری کمریں دوہری ہوئی جاتی ہیں۔ جمعہ اور سنیچر کے دن ہم روزے بھی رکھتے ہیں پھر بھی ہمیں امن نصیب نہیں ہوتا اُن میں سے ہر ایک چھوٹے سے چھوٹا ظالم یہ سمجھتا ہے کہ وُہ قانون بنا سکتا ہے۔ اور ہر شخص نیا ظلم ہمارے لیے ایجاد کر ہی لیتا ہے، اور پھر ایک تیز تلوار لے کر ہمارے سر ہو جاتا ہے۔ ابھی نوروز کو اُنھوں نے ایک نیا قانون ایجاد کیا اور باب النبوّت کے میدان میں اس کا اعلان کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سوتے ہوئے لوگوں کو اُنھوں نے جگا بٹھایا اور ہمارے تمام مکانوں کے دروازے کھول کر پھینک دیتے۔ ہمارے آبا و اجداد کے قدیمی مراسم ممنوع قرار دیتے گئے۔ چنانچہ نہ ہم اپنے طرز کا لباس پہن سکتے ہیں، نہ حمام کر سکتے ہیں نہ ہمیں یہودیوں کے سپرد کیا جاتا

ہم کو خوب ہی لوٹتے ہیں۔ اوّل تو پادری ہی ہمارے پاس کچھ نہیں چھوڑتے۔ اس پر یہ ظالم تو ہمارا خون ہی پی جاتے ہیں۔

ہماری بالکل اُس فاختہ کی سی کیفیت ہے جو گدھ کے پنجوں میں ہوتی ہے کہ وُہ اُس کو نوچے کھاتا ہے۔ انسان کی مدد سے تو ہم بالکل مایُوس ہیں۔ اب ہم خدا ہی کی امداد چاہتے ہیں کہ وُہ بطفیل انبیاء (علیہم السّلام) کے ہماری فریاد رسی کرے۔ ہم کو ان وعدوں کا اعتقاد ہے جو ہمارے بزرگ زمانہ قدیم سے لکھتے چلے آ رہے ہیں۔

ہمارے حکماء نے ہم کو یہ بتلایا ہے کہ ہم خدا ہی پر بھروسہ کریں۔ اُسی سے دُعائیں مانگیں اور اُسی کے لئے روزے رکھیں۔

اگرچہ کسی پر ایسی مصیبت پڑی ہو کہ وُہ باوجود جوان ہونے کے وُہ بڈھا معلوم ہونے لگے۔ مگر آخر وُہ اپنا رحم و فضل کرے گا۔

مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا۔ مگر جو مصائب ہم پر پڑ رہے ہیں ان کو تفصیل وار بیان کرنے کے لئے ہماری تمام عمر بھی کفنی نہیں ہو سکتی۔

حضرات! آپ میری اس کمزوری کو نظر انداز کر دیجئے کہ میں ان تمام مصائب کو نہ اُٹھا سکا۔ اور یونہی ہی پڑا۔

جو حضرات اس کج مج نظم کو پڑھیں اُن سے میں یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وُہ خدائے تعالےٰ کے حضُور میں یہ دُعا کریں کہ میرا خاتمہ بخیر ہو جائے اور مجھے جنّت نصیب ہو۔ آمین ثم آمین!

ع۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

نوٹ:۔ آج اُندلس میں اسلام کا ایک بھی نام لیوا باقی نہیں۔ اہلِ پاکستان کا قومی فریضہ ہے کہ ذاتی اصلاحِ احوال کے ساتھ ساتھ وُہ استحکامِ پاکستان اور فروغِ اسلام کے لئے صدقِ دِل سے دُعا کریں۔ مؤلف

حرفِ آخر

گر جاں فشانم رواست

زُبدۃُ السالکین قبلۂ عالم حضرت حافظ محمد عبدالکریم قدس سرہٗ کے خلیفۂ اجل و اکمل محترم قاضی عالم الدین علیہ الرحمۃ مؤلف و مترجم مکتوبات ربانی اپنی تالیف "آثار الکریم" (صفحہ ۱۳۸) میں رقم طراز ہیں کہ :-

"ایک مخلص اور معتقد دوست کا خیال تھا کہ جناب حضرت حافظ صاحب (قدس سرہٗ) کے ان احسانات اور عنایاتِ باطنی کا جو وُہ ان پر فرما رہے ہیں کچھ ذکر کریں اور آپؒ کے ایامِ سفرِ حجاز کی عنایاتِ باطنیہ کا حال لکھیں جو انہوں نے بچشمِ خود دیکھی تھیں یا اُن پر گذری تھیں مگر اُن کے اس ارادہ سے حضرت قبلہ عالم (قدس سرہٗ) نے آگاہ ہو کر فرمایا کہ میری بابت کبھی کوئی ایسی بات نہ لکھنا جس سے میری ذات کی نسبت لوگوں کو کسی قسم کا خیال پیدا ہو یا میری شہرت کا مُوجب یا میرے نفس کی تازگی کا باعث ہو۔ بلکہ حضرت قبلہؒ نے فرمایا کہ من آنم کہ من دانم۔ اور جنابؒ نے بتاکید یہ بھی فرمایا کہ اگر تم ایسا کرو گے تو پھر میں تم سے ناراض ہوں گا۔۔۔ اگر عرض کی جاتی کہ حضور معتقدین اور طالبین کے لیئے اور بالخصوص آئندہ نسلوں کے لیئے بزرگانِ دین کے حالات مشعلِ راہِ ہدایت ہوتے ہیں تو فرماتے میری زندگی میں تو رہنے دو۔ بعد میں اگر خداوند کریم کو منظور ہوا تو وُہ خود ہی وقت پر یہ کام کرا لے گا"

متذکرہ بالا سطور بروز سوموار بتاریخ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۹ء عاجز مؤلف "انوار الکریم" کی نظر سے گزریں جب کہ تالیف ہذا کی کتابت مکمل ہو چکی تھی۔ دوستو! بندہ حقیر و پُر تقصیر کو ایک عجیب قسم کی رُوحانی فرحت اور طمانیتِ قلب محسوس ہوئی۔ درگاہِ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ عیدگاہ شریف کا یہ بندہ بے دام ہرگز اس قابل نہ تھا لیکن رحمتِ باری کا یہی تقاضا تھا ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ۔ یہ سب فیض ہے عاجز کے قبلۂ عالم موجودہ سجادہ نشین قبلہ حضرت حبیب الرحمٰن صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کا

...و پاک فی زمانہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت اور ایک نشانی ہے۔ اور جن کا اس احقر العباد
...ن عظیم ہے۔

ع شادم از زندگیٔ خویش کہ کارے کردم

دُعا ہے کہ مولا کریم اِس تالیف کو جملہ احباب کے لیئے بالعموم و عاصی و عاجز مؤلّف اور اس کے والدین اور عزیز و اقارب کے لیئے بالخصوص مغفرت و بخشش کا وسیلہ بنائے۔

اَللّٰهُمَّ اَعْتِقْ رِقَابَنَا وَرِقَابَ اٰبَآئِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَاِخْوَانِنَا وَاَوْلَادِنَا مِنَ النَّارِ ۝ يَا ذَا الْجُوْدِ وَالْكَرَمِ وَالْفَضْلِ وَالْمَنِّ وَالْعَطَآءِ وَالْاِحْسَانِ ۝ اَللّٰهُمَّ اَحْسِنْ عَاقِبَتَنَا فِي الْاُمُوْرِ كُلِّهَا وَاَجِرْنَا مِنْ خِزْيِ الدُّنْيَا وَعَذَابِ الْاٰخِرَةِ ۝ (آمین ثم آمین)

ترجمہ:۔ اے اللہ ہماری گردنوں کو اور ہمارے باپ داداؤں کی گردنوں کو اور ہماری ماؤں اور بھائیوں اور ہماری اولاد کی گردنوں کو دوزخ کی آگ سے آزادی مرحمت فرما۔ اے صاحبِ جُود و کرم اور صاحبِ فضل و عطا۔ اے (اپنے بندوں پر) احسان (کرنے والے) اے اللہ ہمارے تمام کاموں کا انجام بخیر فرما اور ہمیں دُنیا و آخرت کی رُسوائی سے بچا (آمین ثم آمین)

تمت بالخیر

اَلحَمدُ للہِ وَالمِنّۃ کہ یہ تصنیف و تالیف موسوم بہ "لُطفِ عمیم فی انوار الکریم" مع بعض زوائد ضروریہ و منقسم بہ "انوار الرحمٰن"۔ "نفوسِ قدسیہ"۔ "آیاتُ الکریم" و "انوار الحبیب" بار دوم بتاریخ ۷ صفر المظفر ۱۴۰۰ھ بروز جمعۃ المبارک اتمام کو پہنچی۔ ھٰذا مِن فَضلِ رَبِّی۔ ورنہ یہ بندۂ حقیر سراپا تقصیر ہرگز اس قابل نہ تھا۔ قارئین کرام سے التماس ہے کہ اس عاصی بے نوا کو سدا اپنی دُعاؤں میں یاد فرمائیں اور بارگاہِ ایزدی میں ملتجی ہُوں کہ یہ ہدیۂ مختصر قبول ہو جائے ؎

میری قسمت سے الٰہی پائیں یہ رنگِ قبول
پھول کچھ میں نے چُنے ہیں اُن کے دامن کے لئے

اور اللہ تعالیٰ برکات حضرات قدوس اور نسبت و فیوض حضرت امامِ ربانی مجدد الف ثانی و قطبِ عالم حضرت حافظ محمد عبد الکریم رضی اللہ عنہم سے مالا مال فرمائے۔ بفحوائے کُلُّ مَن عَلَیھَا فَانٍ وَّیَبقٰی وَجہُ رَبِّکَ ذُو الجَلٰلِ وَالاِکرَام۔ یہ حقیر فانی نہ رہے گا اور کتاب یادگار باقی رہے گی اِن شاء اللہ تعالیٰ۔

رہوں گا سال ہا زندہ میں اس تالیف کے دم سے — بلا سے یہ تنِ خاکی زمیں میں خاک ہو جائے
عجب کیا کوئی صاحبِ دل کسی دن نظرِ رحمت سے — گلِ ناچیز کے حق میں دُعائے خیر فرمائے

بنا کر اس صحیفے کو مری بخشش کا پروانہ
خُدائے پاک کی رحمت سے ہر آن اپنائے

ذکرِ نیکو رفتگاں دارد ثواب — عاصیاں را وارہاند از عذاب
ہر کرا باشد محبت با خُدا — کے بداند واصلانش را جُدا

ذکرِ ایشاں ذکرِ آں یزداں بود
یادِ نیکاں یادِ آں سُبحاں بود

۲۱ دسمبر ۱۹۷۹ء ——— فقیر حقیر و پُر تقصیر انیس احمد شیخ عفی عنہ
لاھور

مَنْ لَّمْ يَشْكُرِ النَّاسَ لَمْ يَشْكُرِ اللّٰه

کتب حوالہ جات

	کتاب	مصنف
۱۔	ہدایت الانسان	قدوۃ السالکین حضرت خواجہ حافظ محمد عبدالکریم قدس سرہٗ
۲۔	مکتوبات امام ربّانی مجددؒ الف ثانی	قاضی عالم الدین نقشبندی مجدّدیؒ
۳۔	حضرات القدس	حضرت مولانا بدرالدین سرہندی علیہ الرحمۃ
۴۔	نفحات الانس	مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی مجدّدیؒ
۵۔	سراج السالکین	امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ
۶۔	چہل مکتوب	حضرت شیخ عثمان جالندھریؒ
۷۔	مثنوی مولانا رومؒ	حضرت مولانا جلال الدین رومی علیہ الرحمۃ
۸۔	فیض الکریم	قاضی عالم الدین نقشبندی مجدّدیؒ
۹۔	آثار الکریم	قاضی عالم الدین نقشبندی مجدّدیؒ
۱۰۔	مقامات	مقصود احمد نقشبندی مجدّدی
۱۱۔	مشائخِ نقشبندیہ مجدّدیہ	خلیفہ مولوی محمد حسن نقشبندی مجدّدیؒ
۱۲۔	عقائدِ مجدّدیہ	علّامہ شیخ شہاب الدین تورپشتیؒ
۱۳۔	تحفۃ العاشقین / تحفۃ العارفین	حضرت شاہ عبدالصمد قدس سرہٗ
۱۴۔	تذکرہ توکلیہ (۱۳۱۸ھ)	نور احمد انبالوی
۱۵۔	کلیاتِ اقبال (فارسی و اردو)	علّامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ

آواز الحرم

الیاس عشقی